قدیم نسخہ کی ۱۴۰ سال بعد اوّلین تحقیقی اشاعت
آفتابِ محمّدی
۱۳۰۰ ہجری
عمدۃ المناظرین، زبدۃ المباحثین، عالم معقول ومنقول، ماہر فروع واصول
علامہ فقیر محمد جہلمی
(مالک سراج الاخبار، جہلم ومصنف حدائق الحنفیہ)
مع
صمصامِ قادری
وسنانِ بغدادی
(روداد مناظرۂ سیالکوٹ، بقلم محمد رمضان)
تحقیق، تخریج وتحشیہ
خرم محمود سرسالوی
جمعیّت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

قدیم نسخہ کی ۱۴۰ سال بعد اوّلین تحقیقی اشاعت

آفتابِ محمّدی (حصہ اول)

۱۳۰۰ھ

عمدۃ المناظرین زبدۃ المباحثین عالمِ معقول و منقول ماہرِ فرع و اصول

علامہ فقیر محمد جہلمی

(مالک سراج الاخبار، جہلم و مصنّفِ حدائق الحنفیہ)

تحقیق، تخریج و تحشیہ

خرم محمود سرسالوی

ناشر

جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نام کتاب	:	آفتابِ محمدی (حصہ اوّل)
تصنیف	:	مولانا فقیر محمد جہلمی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ
تحقیق، تخریج وتحشیہ	:	خرم محمود سرسالوی
صفحات	:	104
تعدادِ اشاعت	:	4300
اشاعتِ اوّل	:	۱۳۰۰ھ، مطبع محمدی-لاہور
دوسرا ایڈیشن	:	جمادی الاوّل ۱۴۴۰ھ۔ فروری ۲۰۱۹ء
اشاعت نمبر	:	298
ناشر	:	جمعیتِ اشاعت اہلسنّت

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

فون:021-32439799

خوشخبری: یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرستِ مضامین

اہداء

بحضور

گم کردہ راہوں کو راہ دکھانے والے

شمع علم سے جہالت کے اندھیرے مٹانے والے

اغیار کے دیوانوں کو راہِ سنت پہ لانے والے

بے نمازیوں کو تہجد گزار بنانے والے

میری مراد

سیّدی ومرشدی، امیر اہلِ سنّت

حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی

مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی

ہیں۔

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خرم محمود

انتساب

تحفّظِ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے لئے جد وجہد کرنے والے

ہر ایک محافظ و مجاہد

بالخصوص

استاذِ مطلق علامہ فضلِ حق خیر آبادی

سیف اللہ المسلول شاہ فضلِ رسول بدایونی

امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خان حنفی قادری

اور

دبیرِ اہلِ سنت مولانا فقیر محمد جہلمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْھِم

کے نام

حرفِ حکایت

فقیر محمد جہلمی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اہلِ سنت کے ممتاز عالمِ دین، صاحبِ طرز ادیب، مصنّف، مترجم، موّرخ، صحافی، طابع و ناشر، محقّق وناقد اور کئی نمایاں اوصاف کی حامل شخصیّت تھے۔ آپ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے قلم سے قریباً درجن بھر کتب یادگار ہیں، جن میں سے ایک ''آفتابِ محمدی'' بھی ہے۔

یہ کتاب دراصل مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے کچھ دفاع کاروں کے نقد و تبصرہ اور ردّ پر لکھی گئی ہے۔ ہوا یوں کہ سیالکوٹ میں وہابیہ کے سرکردہ مولویوں سے قطبِ لاہور مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا فیض الدین بغدادی کا مناظرہ ہوا۔ موضوعِ بحث اسماعیل دہلوی کی گستاخانہ عبارات مندرجہ ''تقویۃ الایمان'' تھیں۔ اس مناظرہ میں وہابیہ کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مولانا بھیروی و بغدادی نے لوگوں کو حقیقتِ حال سے متعارف کرانے کے لئے بنام ''صمصام قادری وسنان بغدادی'' اس مناظرہ کی رُوداد مرتّب کیں۔ وہابیہ نے اس کے جواب میں رسالہ ''ستارۂ محمدی'' شائع کیا، اہلِ سنت کی طرف سے جس کا جواب رسالہ ''نیّر اعظم فی تفضیل رسول الاکرم'' لکھ کر دیا گیا۔ وہابیہ نے رسالہ ''ستارۂ محمدی'' کے دفاع اور ''صمصام قادری وسنان بغدادی'' کے جواب میں رسالہ ''شہاب ثاقب'' لکھا، جس کا جواب قطبِ لاہور مولانا غلام قادر بھیروی نے ''شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ'' لکھ کر دیا۔ لیکن ''شہاب ثاقب'' میں جس طرح ائمۂ دین وعلمائے اہلِ سنت وجماعت کی عبارات کو توڑ موڑ کر اپنے اختراعی عقائد و نظریات کی صفائی میں پیش کرنے کی سعیٔ لاحاصل اور جی بھر کر تحریف اور دروغ گوئی کی گئی تھی۔ مولانا فقیر محمد جہلمی جیسے محقّق وناقد سے یہ صریح اتّہامات اور دروغ گوئیاں برداشت نہ ہوئیں، لہٰذا آپ نے وہابیہ کے دونوں رسائل ''ستارۂ محمدی'' اور ''شہاب ثاقب'' کے جواب میں اور قطبِ لاہور مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا بغدادی کی کتاب ''صمصام قادری وسنان بغدادی'' کی تائید میں یہ رسالہ ''آفتاب محمدی'' تحریر فرمایا۔

مولانا جہلمی نے ''آفتابِ محمدی''میں ایسا زبردست تعاقب فرمایا کہ مخالفین کو مسکوت کرکے رکھ دیا۔ آپ نے اوّلاً فتنوں کی جڑ کتاب ''تقویۃ الایمان''-کہ جس نے برِعظیم کے مسلمانوں کو افتراق و انتشار میں ڈالا-کا ردّ فرمایا اور پھر اس کے بعد اس کے دفاع میں آنے والوں کا ردّ اس خوبصورت انداز میں فرمایا کہ باوجود زبان کی قدامت کے مصنّف کا اندازِ نگارش، طرزِ تحریر قاری کو ایسا اپنے سحر میں لیتا ہے کہ پڑھنے والے کے پاس کتاب کو ختم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔

اور اس پر مستزاد عربی، فارسی اور اردو اشعار، مقولات و امثال کے برجستہ و بروقت استعمال پر بے اختیار قاری کی زبان سے مصنّف کے لئے دعائیں اور تحسین و آفریں کے کلمات نکلتے ہیں۔

اے اللہ !ان کی قبر پر رحمت و رضوان کی بارش فرما، ان کے جذبۂ احقاقِ حق و ابطالِ باطل میں سے کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرما۔ آمین

رسالہ ''آفتابِ محمدی''مطبع محمدی-لاہور سے ۱۳۰۰ھ میں شائع ہوا تھا۔ یعنی، اب سے تقریباً ایک سو چالیس / 140 سال پہلے۔ کل صفحات باون / 52 تھے اور سائز تقریباً A4۔

یہ کتاب چند دن پہلے پی ڈی ایف کے مشہور کھلاڑی محترم محمد طارق لاہوری صاحب نے شئیر کی تھی، مطالعہ کیا تو من کو اس قدر بھاگئی کہ میں نے اُسی وقت اس سے دوسروں کے من کو بھی بھانے کا فیصلہ کرلیا۔

کتاب کی سائیڈز پر موجود چند مقامات پی ڈی ایف سے سمجھ میں نہیں آرہے تھے، ایسے مقامات محترم محمد ابرار عطاری صاحب آف لاہور کے پاس موجود نسخہ سے حل کئے گئے ہیں۔

کتاب کی کچھ کمپوزنگ کے لئے میں نے برادرم مفتی مہتاب احمد رضوی نعیمی کے ذریعے ان کی اہلیہ، محترمہ امِّ محمد صاحبہ کو زحمت دی۔

اور کتاب میں موجود فارسی عبارات کی تصحیح و ترجمہ میں عزیز دوست محترم محمد سیف اللہ ہزاروی صاحب نے معاونت فرمائی۔

اس تعاون پر مذکورہ تمامی حضرات کا انتہائی سپاس گزار ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدّ ظلّہ العالی نے کتاب پر پیشِ لفظ لکھ کر حوصلہ افزائی فرمائی اور ادارہ جمعیت اشاعت اہل سنت وارا کینِ ادارہ۔ جن کے ذریعہ یہ کتاب شائع ہو کر آپ قارئین کے مطالعہ کی میز کی زینت بن رہی ہے۔ کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

مجھے دعویٔ کمال نہیں، غلطی کا امکان صد فی صد باقی ہے۔ قارئیں کہیں کسی طرح کی بھی غلطی پائیں تو مطّلع فرمائیں کہ باذوق اہلِ علم قارئین کے یہی شایاں ہے، واقعی غلطی پر شکریہ کے ساتھ رجوع کرنے والا پائیں گئے۔ کوشش یہ رہی کہ کتاب پر کام اصول وطریقہ کار کے مطابق کیا جائے، اس میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے اس کا فیصلہ آپ قارئین فرمائیں گئے۔

حریصِ تراثِ اسلاف

آپ کا اپنا

خرم محمود

[۴ربیع الاوّل۱۴۳۹ھ /22نومبر2017ء]

(موبائل نمبر:0311-3138106)

(ای میل:tanish2641@gmail.com)

”آفتابِ محمدی“ پر ہونے والا کام

(۱)... آیات مبارکہ کی تخریج کی ہے۔

(۲)... آیات مبارکہ کو منقش بریکٹ﴿...﴾ میں درج کیا ہے۔

(۳)... بعض مقامات پر آیات کا ترجمہ نہیں تھا، وہ کنزالایمان سے دیا ہے۔

(۴)... احادیثِ مبارکہ اور یوں ہی دیگر عربی وفارسی عبارات کی تخریج کی ہے۔

تخریج کے حوالے سے چند امور ذکر کرنا ضروری ہیں:

☆ تخریج میں وہ کتب جن کا کتاب، باب اور رقم ہی ذکر کرنا مروّج ہے، مثلاً: صحاح ستہ، تو ان کے کتاب، باب اور رقم پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اور بقیہ کا جلد و صفحہ بھی لکھا ہے، جب کہ بقیہ تفصیل یعنی، مصنّف، محقّق وناشر وغیرہم فہرستِ ماخذ و مراجع میں ذکر کی ہے۔

☆ احادیث، دیگر عربی وفارسی عبارات کے اندراج میں اغلاط تھی، جنہیں اصل سے مراجعت کے بعد درست کر دیا گیا ہے۔

☆ قدیم طرز کے مطابق مصنّف کی تخریج کتاب کی سائیڈز پر تھی، جسے نیچے حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے۔

☆ کتاب کی تخریج میں مصنّف کے ذکر کردہ مصادر و مراجع تک ہمیں ننانوے فی صد کامیابی ہوئی ہے، البتہ چند کتابیں ایسی بھی ہیں جن تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی۔

(۵)... قدیم طرز کے مطابق پوری کتاب ایک مضمون کی سی صورت میں شروع ہو کر ختم ہو جاتی تھی، ہم نے پیراگرافنگ وغیرہ پر خصوصی توجہ دی ہے۔

(۶)... کتاب میں اکثر مقامات پر پورے درودِ پاک کے بجائے صلعم وغیرہ جیسے الفاظ لکھے تھے (یا دُرودِ پاک لکھا ہی نہیں گیا تھا) اور یہی صورت حال مقاماتِ ترضیہ و ترحیم پر بھی تھی ہم نے وہاں مکمّل دُرودِ پاک اور الفاظِ ترضیہ و ترحیم لکھے ہیں اور اس کا فاؤنٹ عربی رکھا ہے۔

(۷)... رموز واوقاف کا خاص اہتمام کیا ہے۔

(۸)... قدیم رسم الخط کو جدید سے بدل دیا ہے۔ مثلاً: ”اون“ کو ”اُن“ سے، ”

اوس" کو" اُس" سے۔یوں ہی قدیماً کچھ الفاظ مرکّب لکھے جاتے تھے ، مگر اب علاحدہ علاحدہ لکھے جاتے ہیں۔مثلاً:"اوسکی" کو" اُس کی"سے ،"کیلیئے "کو" کے لئے" سے وغیرہ وغیرہ۔

(۹)...مصنّف کی طرف سے ذکر کردہ تخریج قدیم طرز کے مطابق محوّلا بالا کتاب کی اوپر نمبر دے کر درج کی گئی تھی ،اسے جدید طرز پر کر دیا ہے۔یعنی، یہ نمبرنگ اب جہاں تک محوّلہ بالا کتاب کی عبارت ہے،وہاں آخر میں لگادی گئی ہے۔

(۱۰)... بعض مقامات پر حاشیہ بھی لگایاہے اور اکثر حواشی امامِ اہلِ سنت مولاناشاہ امام احمد رضاخان حنفی قادری اور حضرت علامہ مولانا مفتی محمد غلام دستگیر ہاشمی محدّثِ قصوری رَحِمَہُمَااللّٰہُ تَعَالٰی کی کتب سے منقول ہیں۔

(۱۱)... بعض مقامات پر ہیڈ نگز لگائی ہیں۔

(۱۲)... مشکل الفاظ پر اعراب کا اہتمام کیا ہے۔

(۱۳)... عربی عبارات پر اعراب کا اہتمام بھی کیا ہے۔

(۱۴)...کتاب میں بہت سے مقامات پر مصنّف نے کتب کی طرف مراجعت کا فرمایا ہے۔مثلاً یہ کہ اس موضوع پر اس اس کتاب کا مطالعہ کریں وغیرہ وغیرہ۔ایسی تقریباً تمامی کتب کا مختصر تعارف ہم نے حاشیہ میں کرادیاہے،چوں کہ یہ کتب یاتونایاب ہیں یاحال میں ہی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں۔

(۱۵)...کتاب کے شروع میں مصنّف کے حالات بھی شامل کئے گئے ہیں۔(یہ حالات محترم محمد ثاقب رضا قادری صاحب نے لکھے تھے جو موصوف کی کتاب "ردِّ قادیانیّت اور سنّی صحافت" جلد اوّل میں موجود ہیں۔ موصوف کی اجازت سے اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں، جس کے لئے ہم موصوف کے شکر گزار ہیں۔)

(۱۶)...کتاب کے شروع میں فہرستِ مضامین دی ہے۔

(۱۷)...کتاب کے آخر میں "ماخذو مراجع" کی فہرست بھی درج کی ہے۔

نوٹ:

۱)...واضح رہے کہ متنِ کتاب یا نیچے حاشیہ میں ہم نے جو بھی کہیں اضافہ، تخریج، حاشیہ وغیرہ لگایا ہے اُسے ایک خاص بریکٹ[...]میں رکھا ہے، اس سے باہر جو کچھ ہے وہ مصنّف کا ہے اور اس بریکٹ[...]کے اندر جو کچھ ہے، وہ مخرّج کی طرف سے ہے۔

۲)...کتابِ ہذا کے آخر میں "صمصام قادری و سنان بغدادی"(رُوداد مناظرۂ سیالکوٹ) بھی شامل کر دیا گیا ہے۔یہ رُوداد اوّلاً غالباً ۱۲۸۳ھ میں شائع ہوئیں تھیں اور پھر بعد میں ۱۳۰۰ھ میں شائع ہونے والی قطبِ لاہور مولانا غلام قادر بھیروی علیہ الرحمہ کی کتاب "شمس الضحی فی مدح خیر الوری" کے آخر میں صفحہ ۳۸تا۴۰ شاملِ اشاعت کی گئیں تھیں، وہیں سے اب جدید رنگ واہنگ میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

آفتابِ محمدی کے مصادر و منابع

1- قرآن پاک
2- فتح الرحمن
3- تفسیرِ بیضاوی
4- تفسیرِ کبیر
5- تفسیرِ ابو سعود
6- تفسیرِ حسینی
7- تفسیرِ عباسی (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس)
8- معالم التنزیل في تفسیر القرآن / تفسیر البغوي
9- تفسیرِ مدارک (مدارک التنزیل و حقائق التأویل)
10- تفسیرِ احمدی (التفسیرات الاحمدیة فی بیان الآیات الشرعیة)
11- تفسیرِ جلالین
12- حاشیہ بیضاوی مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی
13- عصام حاشیہ تفسیر بیضاوی
14- صحیح بخاری
15- صحیح مسلم
16- ابوداؤد
17- ابن ماجہ
18- مؤطا امام محمد
19- مسندِ امامِ اعظم / مسندِ خوارزمی
20- مسندِ امام اعظم (مسند أبي حنیفة روایة الحصکفي)
21- ترجمہ مشارق الانوار
22- حصن حصین مطبوعہ نول کشور
23- مشکوۃ المصابیح
24- مرقاۃ شرح مشکوۃ
25- مسوّیٰ شرح مؤطا امام مالک
26- قسطلانی شرح صحیح البخاری
27- اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ
28- مجمع البحار
29- شرح سفر السعادت
30- حرز الثمین شرح حصن حصین (الحرز الثمین للحصن الحصین)
31- منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشدّ الرحال

32-رسالہ مصنوع ملا علی قاری (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع)

33-تقریب التہذیب
34-شرح وقایہ
35-ہدایہ
36-کنز الدقائق
37-مختصر وقایہ
38-درّ المختار
39-شامی شرح در مختار
40-فتح المسکین شرح قرّۃ العین
41-فتح القدیر
42-بحر الرائق
43-چلپی حاشیہ شرح وقایہ
44-عینی شرح کنز (شرح العيني على كنز الدقائق المسمى به رمز الحقائق)
45-نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ
46-عقود الجواهر المنيفة
47-غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار
48-شرح وہبانیہ
49-فتاویٰ قاضی خان
50-منتخلص حاشیہ کنز
51-كتاب الميزان
52-اصولِ شاشی: مطبوعہ ہوپ پریس-لاہور
53-مدارج النبوت
54-بوارقِ محمدیہ ردِّ کتاب تقویۃ الایمان
55-بحر الحقیقت
56-فصل الخطاب بين السني و بين احزابِ عدوِّ الوهاب
57-شرح فقہ اکبر (منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر)
58-معتمد المعتقد مشہور بہ عقائدِ تورپشتی
59-نصرۃ المجتہدین بردّ ہفوات غیر المقلّدین
60-فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلّدین
61-صمصام قادری وسنان بغدادی

62- ستارۂ محمدی

63- نیّرِ اعظم فی تفضیل رسول الاکرم

64- یوسف زلیخا

65- فوائد الفؤاد

66- ہدیہ حرمین

67- سراج السلام فی دفع خدشات۔۔۔ الظلام، مطبوعہ ۱۲۸۵ ہجری

68- مکتوباتِ منیری

69- مکتوباتِ امام ربانی

70- فیوض الحرمین

71- دراسات اللبیب

72- حدائق الحنفیہ

73- غیاث اللغات

74- منتخب اللغات

75- ظفر المبین

76- شہاب ثاقب

77- تحقیق الکلام

78- تقویۃ الایمان

79- ایضاح الحق

80- صراط المستقیم

81- رسالہ امامت

دبیرِ اہلِ سنت مولانا فقیر محمد جہلمی
حیات و خدمات

(مالک سراج الاخبار، جہلم)

محمد ثاقب رضا قادری (لاہور-پاکستان)

مولانا فقیر محمد جہلمی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اہلِ سنت کے ممتاز عالمِ دین، صاحبِ طرز ادیب، مصنّف، مترجم اور مورّخ تھے۔ آپ کی شخصیت کا ایک اور اہم پہلو اردو صحافت ہے، جس کی ترویج و ترقی کے لیے آپ تاحیات کمربستہ رہے۔ آپ نے اردو صحافت کے ذریعے نہ صرف ملک و ملت کی بھرپور خدمت کی، بلکہ مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا فریضہ بھی خوب نبھایا۔ پیشِ نظر مضمون میں آپ کی شخصیت کے چند اہم پہلوؤں کو متعارف کروانا مقصود ہے، لیکن اس سے قبل مولانا کے شخصی کوائف کا اجمالی ذکر کرنا ضروری ہے۔ چناں چہ مولانا اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں:

"راقم یعنی فقیر محمد بن حافظ محمد سفارش بقرینۂ غالب ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں موضع چتن میں -جو شہر جہلم سے دو میل کے فاصلہ پر بجانبِ غرب واقع ہے- پنج شنبہ کے روز رات کے وقت پیدا ہوا۔ جب چھ سات سال کا ہوا تو پڑھنے پر بٹھایا گیا اور قرآن شریف کے ختم کے بعد کتبِ فارسیہ میں مشغول ہوا اور موضع ٹالیانوالہ میں -جو چتن سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے- میاں قطب الدین مرحوم سے پڑھنے جاتا، لیکن اکثر روز راستہ میں ہی موضع جادہ میں اپنے ماموں حافظ فتح علی مرحوم کے پاس رہ جاتا اور اپنے ماموں زاد میاں غلام محمد مرحوم سے بھی -جو ایک ذہین و مستعد صاحبِ علم تھے- استفادہ کرتا۔ اسی اثنا میں فقیہ اجل عالم بے بدل مولوی نور احمد صاحب تلمیذ فقیہ فاضل محدّث کامل مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مصنّف "ازالۃ الاوہام" و "اعجاز عیسوی" و "اظہار الحق" وغیرہ حال نزیل و مدرّس مکہ معظمہ جب لاہور سے مراجعت فرما کر اپنے وطن مالوفہ موضع کھائی کوٹلی میں -جو جہلم سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے- سکونت پذیر ہوئے تو یہ احقر بھی ان کے درس میں -جو اس وقت علاقہ جہلم میں کیا، بلکہ

کل پنجاب میں ایک بے نظیر گنا جاتا تھا۔ حاضر ہوا اور کئی سال ان کی خدمت میں صرف، نحو، فقہ و دیگر علوم کی ابتدائی کتابوں کو سبقاً سبقاً پڑھا۔ بعد ازاں راول پنڈی چلا گیا، جہاں پہلے مولوی عبدالکریم صاحب حال مفتی شاہ پور سے۔ جو کچھ دنوں کے لیے وہاں وارد تھے۔ منطق شروع کی اور ان کے وہاں سے چلے جانے پر مولوی محمد حسن صاحب فیروزوالہ سے۔ جو وہاں بہ تلاش روزگار تشریف لائے ہوئے تھے۔ پڑھنا شروع کیا، انہی دنوں ۱۲۷۶ھ میں دہلی کا ارادہ کیا اور ایک فوج کے ساتھ۔ جو کانپور کو جاتی تھی۔ دہلی میں پہنچا۔ پہلے پہل پنجابی کٹرہ میں مولوی نذیر حسین صاحب کے درس میں حاضر ہوا، مگر انہوں نے یہ عذر کر کے کہ ہم معقولات نہیں پڑھا سکتے، مولوی محمد شاہ صاحب مصنّف "مدارالحق" کے سپرد کر دیا، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد بستی نظام الدین اولیاء میں جناب صدرالافاضل اعزّالماثل مولانا مفتی محمد صدرالدین خاں صاحب صدرالصدور دہلی تلمیذ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث کی خدمت میں چلا گیا، جن کے درس میں تقریباً ڈیڑھ سال رہ کر قراءۃً و سماعاً کتبِ درسیہ متداولہ کا عبور کیا اور اواخر ۱۲۷۷ھ میں وہاں سے مراجعت کر کے اپنے وطن مالوفہ میں آیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد لاہور میں چلا گیا، جہاں فاضل جلیل القدر فقیہ فرید الدہر مولوی کرم الٰہی صاحب (متوفی ۱۲۸۲ھ) سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا اور ساتھ ہی اس کے خوش خطی حاصل کرنے کی رغبت پیدا ہو گئی اور "مَنْ جَدَّ فَوَجَدَ" کا مصداق ہو کر مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں کتابت کی خدمت پر مقرر ہو گیا، انہی دنوں میں ۱۲۸۴ھ میں عالم بے نظیر مناظر حسن التقریر مولوی حافظ ولی اللہ لاہوری کی پادری عماد الدین سے امرتسر میں تحریری بحث ہوئی، جس سے مجھ کو بھی تردیدِ عقائدِ نصاریٰ کا شوق پیدا ہوا اور حافظ صاحب مرحوم سے بھی کچھ استفادہ کر کے اس فن میں مہارت پیدا کی... (حدائق الحنفیہ: ۲۲)

جناب خورشید احمد خاں نے خوش نویسی میں آپ کے اساتذہ میں مرزا امام ویردی، صوفی غلام محی الدین وکیل اور میر احمد حسن کاتب دہلوی کا ذکر کیا ہے۔ (ایضاً)

اس کے علاوہ آپ ایک رسالہ "انوارالشمس" کی ادارت بھی کرتے رہے۔ ردِّ

نصاریٰ میں چند مضامین تحریر کیے جو کہ اخبار کوہِ نور (لاہور) اور اخبار منشور محمدی (مدراس) میں شائع ہوئے۔

مولوی محمد الدین فوق ایڈیٹر کشمیری میگزین، لاہور لکھتے ہیں:

"مولوی فقیر محمد صاحب اپنے تمام معاصرین میں سب سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔" (اخبار نویسوں کے حالات: ۶۱)

مارچ ۱۸۷۵ء کو "آفتاب پنجاب" کے ایڈیٹر مقرّر ہوئے اور نو (۹) سال تک اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔

۲۸ اگست ۱۸۸۶ء کو مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کے بیٹے محمد سراج الدین کا چھ (۶) سال کی عمر میں بعارضۂ تپ محرقہ انتقال ہو گیا، جس سے آپ کو نہایت گہرا صدمہ پہنچا۔ چناں چہ مولانا "سراج الاخبار" میں اس صدمۂ جان کاہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"ہم اس سال کے آدھے حصہ سے برابر اپنے لختِ جگر محمد سراج الدین مرحوم کے جاں گداز جگر سوز حادثہ وفات سے ایسے درد و الم میں مبتلا ہیں کہ جس کا اندازہ اس عالم الغیب یا ہمارے دل درد مند کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

ٹکڑے ہوتا ہے جگر جی ہی پر بن جاتی ہے
موت جب اس گل رعنا کی جو یاد آتی ہے

اور باوجودیکہ اس غنچہ دہن اور بلبل ہزار داستان کی دائمی فرقت کو پورے چار ماہ گزر گئے ہیں، مگر غم و الم کا یہ عالم ہے کہ ہنوز روزِ اوّل معلوم ہوتا ہے۔" (سراج الاخبار ۳ جنوری ۱۸۸۷ء صفحہ ۶)

سراج الدین کی موت کے دو سال بعد مولانا کو ایک اور بیٹے کی موت کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ چناں چہ "سراج الاخبار" مؤرّخہ ۲ جنوری ۱۸۸۸ء میں ہے:

"مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کا ایک بیٹا ۷ ۲ اپریل ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا، محمد شفیع نام رکھا گیا جو کہ اسی سال ۱۲ نومبر کو فوت ہو گیا۔"

مولانا فقیر محمد جہلمی کا وصال ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء بمطابق ۲۷ ذی الحج ۱۳۳۴ھ بہ سببِ مرض اسہال بحالت نماز ہوا اور جہلم شہر کے قبرستان میں اپنے بیٹے سراج الدین

کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مولانا کی صاحب زادی محترمہ غلام مریم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ وفات سے پہلے مولوی صاحب کو بار بار اجابت ہو رہی تھی، مگر وہ ہر بار اجابت کے بعد وضو کرتے، آخر وقت تک کوئی نماز قضا نہیں کی اور فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے وضو جانا پسند نہیں کرتا۔ (حدائق الحنفیہ: ۲۳)

ہفت روزہ سراج الاخبار، جہلم

"سراج الاخبار" ۵ جنوری ۱۸۸۵ء / ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۰۲ھ کو پنجاب کے شہر جہلم سے مولانا فقیر محمد جہلمی موٗلّف "حدائق الحنفیہ" نے اپنے ذاتی مطبع سراج المطابع (جہلم) سے جاری کیا، اخبار کی اشاعت ہر دوشنبہ کو ہوتی تھی۔ اخبار کا سائز ۸/ ۲۶×۲۰ اور صفحات آٹھ تھے۔ سالانہ چندہ حکومت سے ۲۰ روپے، والیان ریاست سے بارہ روپے اور عام قارئین سے تین روپے تیرہ آنے تھا۔ ابتدا میں ادارت کی ذمہ داریاں بھی مولانا خود ہی انجام دیتے تھے، بعد ازاں اپنے دوست مولانا کرم الدین دبیر کو یہ ذمہ داری دے دی۔

۱۹۰۶ء سے اخبار دس (۱۰) صفحوں پر چھپنے لگا اور ۱۹۰۹ء سے صفحات کی تعداد بارہ (۱۲) ہوگئی، جس میں سے چھ (۶) صفحات پر صرف خبریں ہوتی تھیں۔ ۱۹۱۶ء میں ایک نامہ نگار کی غلطی پر حکومتِ پنجاب نے پریس ایکٹ کے تحت تین ہزار روپیہ ضمانت داخل کرنے کا نوٹس بھیجا۔ ضمانت داخل نہ ہونے کی وجہ سے اخبار تقریباً چار ماہ بند رہا۔ حکام کی سفارش سے زرِ ضمانت میں تخفیف ہوئی اور اخبار ۵ جون ۱۹۱۶ء کو دوبارہ جاری ہوا۔ جس کے بعد حکومت کے ضمن میں اخبار کا رویہ خوشامدانہ ہوگیا۔

مولانا فقیر محمد جہلمی کی وفات کے بعد اخبار کچھ عرصہ تک بند رہا، یکم جنوری ۱۹۱۷ء سے اہلیہ فقیر محمد نے اسے تیسری بار جاری کیا اور ادارت کی ذمہ داریاں منشی محمد حسن الدین سیالکوٹی کے سپرد ہوئیں۔ (مجلہ تحقیق، لاہور جلد ۲، شمارہ ۱)

اخبار کے اغراض و مقاصد:

۱۔ رعایا کے دُکھ درد کا عرض حال گورنمنٹ کے روبرو مدلّل وجوہات سے پیش کرنا اور گورنمنٹ کو صلاح دینا۔

۲۔ ترقی ملک اور رفاہ قوم کے طریقے اپنے ناظرین اور ملک اور قوم کو بتلانا۔

۳۔ اہلِ حقوق کو اپنے حق پہچاننے کی طرف مائل کرنا اور طرزِ تمدّن اور معاشرت بھی قوم کو بتلانا۔

۴۔ مسئلہ اتفاق اور ہمدردی کے فوائد قوم کے روبرو پیش کرنا۔

۵۔ علاوہ اپنے ملک ہند کے، ممالکِ غیر خصوصاً یورپ کے گوناگوں حالات اور وہاں کی تربیت یافتہ اقوام کے کوائف اور تازہ بتازہ خبریں، واقعاتِ نادرہ وقتاً فوقتاً انگریزی، عربی اور فارسی وغیرہ اخباروں اور انتخاب گورنمنٹ گزٹ پنجاب، تازہ گزٹ انگریزی سے ترجمہ ہو کر درج ہوا کرے گا۔

اخبار کا دستور العمل:

سرورق پر اخبار کا دستور العمل یوں تحریر ہوتا تھا:

ا۔ یہ اخبار ہفتہ وار دوشنبہ کے روز شائع ہوتا ہے جس کی سالانہ قیمت بمد پیشگی گورنمنٹ سے حسب عطیہ والیان ریاست سے ۱۲ عام شائقین سے تین روپے تیرہ آنے ہے اور مابعد دوچند ہے۔ میعاد پیشگی تاریخ خرید سے ۳ماہ تک ہے۔

۲۔ اُجرت مضامین مفید خاص و اشتہارات ایک بار کے لیے فی سطر ۲/- ایک بار سے زیادہ کے لیے ا-/ فی کالم ہے۔ فی صفحہ ۱۳/- ہے۔

۳۔ قیمتِ اخبار وغیرہ بذریعہ منی آرڈر یا دستی بھیجنی چاہیے۔

۴۔ جب کسی صاحب کی خدمت میں یہ اخبار بلادرخواست پہنچے تو بصورتِ نامنظوری کارڈ کے ذریعہ سے مطبع کو اطلاع دیں، اخبار واپس نہ کریں؛ کیوں کہ اخبار عرصہ کے بعد مطبع میں واپس آتا ہے اور اس عرصہ تک برابر روانہ ہوتا رہتا ہے۔ دو پرچہ اخبار تک کارڈ نامنظوری کے نہ پہنچنے پر ان کا نام نامی درج رجسٹر خریدران کیا جائے گا۔

۵۔ جو صاحب اخبار کا لینا بند کرانا چاہیں وہ ممانعت کے ساتھ ہی اخبار کی قیمت - جو اس وقت تک ان کے ذمہ ہو - عنایت کریں، ورنہ اخبار بند نہ کیا جائے گا اور قیمت ان کے ذمہ چڑھتی رہے گی۔

۶۔ جو خطوط تقاضا قیمت میعاد پیشگی کے گزرنے پر مطبع سے روانہ ہوں گے، ان کا

خرچ صاحب حساب کے نام درج کیا جائے گا۔

۷۔ جو صاحب کسی بات کا جواب مطبع سے منگانا چاہیں تو اپنی ایسی تحریر جوابی پوسٹ کارڈ پر بھیجیں۔

۸۔ کوئی بے رنگ خط نہیں لیا جائے گا۔

"سراج الاخبار" اپنے مشمولات کی رُو سے ایک مکمّل اخبار تھا اور اپنے عہد کی ضروریات کے عین مطابق تھا، جس کا کریڈٹ بلا ریب مالکِ اخبار مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کو جاتا ہے جو کہ اپنے ہم عصروں سے صحافتی میدان میں وسیع تجربہ کا حامل ہونے کی بنا پر فوقیت رکھتے تھے۔

ترتیب اخبار میں اکثر غیر ملکی خبروں کو ابتدائی صفحات میں نقل کیا جاتا، علاوہ اس کے ملکی صورتِ حال، واقعات، مقامی خبریں، برقی تار و مراسلات، گورنمنٹ پالیسیز پر ریویوز، قارئین کے خطوط، انتخاب پنجاب گزٹ وغیرہ سب شامل ہوتا۔ بعض اوقات ادبی لطائف و نظمیں بھی شائع ہوتیں۔

مذہبی خبروں میں مختلف اداروں و تنظیموں کے جلسوں کے اشتہارات، جلسوں کی رُوداد، تنقیدی و فکری مقالات، دینی کتب پر تبصرہ، علماء کرام و اہم شخصیات کے وصال پر تاریخی قطعات بھی اہمیت کے حامل ہیں۔

"سراج الاخبار" کا آغاز ایسے وقت میں ہوا جو کہ برصغیر میں مذہبی لحاظ سے افتراق و انتشار کا دور تھا۔ وہابیت، غیر مقلدیت، نیچریت، دیوبندیت اور قادیانیت / احمدیت / مرزائیت نے قریب قریب اسی عرصہ میں جنم لیا۔ علاوہ اس کے عیسائی مشنریز اور آریہ کی سرگرمیاں بھی اپنے عروج پر تھیں، چناں چہ اخبار نے دین اسلام کے تحفّظ و بقا کی خاطر اپنی مقدور بھر سعی کی اور اپنے عہد کے ہر فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا۔ قادیانیت کے تعاقب میں اس اخبار کی خدمات کو سراہتے ہوئے شرفِ اہلِ سنت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

"۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ سے [مولانا فقیر محمد جہلمی نے] جہلم میں اپنے لختِ جگر محمد سراج الدین کے نام پر مطبع "سراج المطابع" قائم کیا اور اخبار "سراج الاخبار" جاری کیا،

اس اخبار نے اپنے دور کے اعتقادی فتنوں خاص طور پر فتنۂ مرزائیت کی تردید کے لیے بڑا کام کیا۔(تذکرہ اکابر اہل سنت:۳۹۱)

الحمدللہ راقم نے "سراج الاخبار" کی تقریباً سولہ(۱۶) سال کی فائلیں تلاش کر کے قادیانیت کے متعلقہ خبروں، رپورٹوں اور مقالات کو"رد قادیانیت اور سُنّی صحافت" کے عنوان سے ایک جلد میں جمع کر دیا ہے۔(یہ کتاب مشتمل ۷۳۶ صفحات عن قریب مکتبۂ اعلیٰ حضرت(پاکستان) سے شائع ہو رہی ہے۔[1]) جناب افضل حق قرشی لکھتے ہیں:

"یہ اخبار جب سے جاری ہوا، کبھی ناغہ نہیں ہوا، نہ کبھی سالانہ تعطیل۔ ۱۹۱۶ء میں پہلا واقعہ پیش آیا کہ ایک نامہ نگار کی غلطی پر ۷ فروری ۱۹۱۶ء کو حکومت پنجاب کی طرف سے زیر دفعہ ۳ شق ۲ پریس ایکٹ، ایڈیٹر کو تین ہزار روپیہ ضمانت داخل کرانے کا نوٹس پہنچا۔ ضمانت داخل نہ ہونے کی وجہ سے اخبار تقریباً چار ماہ بند رہا۔ حکام کی سفارش سے زرِ ضمانت میں تخفیف ہوئی اور اخبار ۵ جون ۱۹۱۶ء کو دوبارہ جاری ہوا۔ ۱۹۱۶ء میں بھی ایڈیٹر کے انتقال کی وجہ سے اخبار کچھ عرصہ پھر بند رہا۔ یکم جنوری ۱۹۱۷ء سے اہلیہ مولوی فقیر محمد نے اسے سہ بارہ جاری کیا۔ اس بار ایڈیٹر منشی محمد حسن الدین سیالکوٹی تھے۔"

"سراج الاخبار" کے قارئین کا اخبار سے کس حد تک لگاؤ تھا، اس کی ایک جھلک ذیل کی ان خبروں میں دیکھی جاسکتی ہے:

شیدایان "سراج الاخبار"

ہے بجا ناز کہے گر یہ سراج الاخبار
اس کے شیدا ہوئے دنیا میں سکندر آثار

ناظرین کرام بخوبی واقف ہیں کہ اولاد سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں، اولاد

(1)۔۔: محترم محمد ثاقب رضا قادری صاحب کی یہ کتاب(ردّ قادیانیّت اور سنّی صحافت، جلد اوّل) مکتبہ اعلیٰ حضرت-لاہور سے 2014ء میں شائع ہو چکی ہے، نا صرف یہ، بلکہ موصوف کی اس سلسلہ کی جلد دُوُم و سُوم بالترتیب 2015ء و مارچ 2017ء میں اکبر بک سیلر-لاہور سے شائع ہو چکی ہیں اور جلد چہارم زیرِ ترتیب ہے۔(خرم محمود)

خدا کے بہترین انعامات سے ہے، اس سے آنکھوں میں ٹھنڈک آتی ہے، دل کو مسرّت حاصل ہوتی ہے، نسیم سحری سے کہیں بڑھ کر دل کشا اور جاں فزا یہ صبائے چمن غیبی ہے۔ اس سے دنیا میں پائندگی اور تابندگی ہاتھ آتی ہے۔ گل پژمردہ آب وتاب سے رونق افروز چمن ہوتا ہے۔ پدر کی جان میں جان آتی ہے۔ اس تقریبِ مسعود پر ہر مسلمان اپنے بھائی کو مستحقِ مبارک تصوّر کرتا ہے۔ یہی اسلام کی اخوّت کا تقاضا ہے، لیکن جب خدا ایسا موقع کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کو عطا کرتا ہے تو پھُولے نہیں سماتے، آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ہمیں از حد فرحت اور بہجت ہوئی جب یہ جاں بخش مژدہ آیا کہ ہمارے مکرّم مہربان دوست سردار سکندر خان صاحب خٹک رئیس آف ملاحی ٹولہ کو خدائے ذوالمنن نے نور العین بخشا۔ ہم اپنا فرضِ عین سمجھتے ہیں کہ سردار صاحب کو دلی مبارک باد دیں، خصوصاً جب کہ آں جناب نے اس محبّت اور تعلّق سے - جو انہیں اس اخبار سے ہے - اپنے قرۃ العین کا اسم گرامی "سراج الحسن" قرار دیا۔

ایم حسن الدین ایڈیٹر اخبار

(سراج الاخبار مؤرّخہ ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء صفحہ ۱۱)

"سراج الاخبار" کی عزت افزائی:

خدا کے فضل سے "سراج الاخبار" کی اشاعت دن بدن بڑھ رہی ہے اور اس کو خاص مقبولیت حاصل ہو رہی ہے، اس کے دل چسپ اور وفادارانہ آرٹیکل اور دنیا بھر کی صحیح اور تازہ ترین خبروں اور ہر قسم کی معلومات بڑھانے والے علمی اور اخلاقی مضامین کو اہلِ ملک پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کی مانگ اطرافِ عالم سے ہو رہی ہے۔ اللّٰھم زِدْ فَزِدْ

یہ خبر ہوا خواہانِ اخبار کی بے حد مسرّت کا باعث ہو گی کہ بعض سرکاری فوجی افسران نے "سراج الاخبار" کو میدان جنگ میں پنجابی سپاہیوں کی تفریحِ طبع اور مشغلہ کے لیے پہنچانا مناسب سمجھا ہے۔ (سراج الاخبار مؤرخہ ۵ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۲)

اخبار نے اپنی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد طلباء کے لیے ایک ماہ وار رسالہ کے اجراء کی تجویز پیش کی جس کا نام "سراج العلوم" رکھا گیا، تاہم حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا

کہ یہ رسالہ جاری ہو سکا یا نہیں، البتہ اخبار کی متعدّد اشاعتوں میں ایک اشتہار بدیں الفاظ شائع ہوتا رہا:

اشتہار رسالہ "سراج العلوم"

چوں کہ "سراج الاخبار" اکثر مدارس میں جاتا اور اہل علم و طلباء کی نظر سے گزرتا ہے، اس لیے اکثر اصحاب کی رائے ہے کہ اگر اخبار کے ساتھ کوئی ایسا رسالہ علمی بھی جاری کیا جائے جو طلباء مدارس اور امتحان دہندگان مڈل و انٹرنس کو پورا پورا فائدہ دے سکے تو نہایت ہی مناسب ہے؛ کیوں کہ اس وقت گو، دو ایک رسالے اس قسم کے پنجاب میں شائع ہوتے ہیں، مگر جیسا کہ چاہیے ان سے طلبا کو مدد نہیں مل سکتی؛ کیوں کہ امتحاناتِ متذکّرہ بالا میں حساب، مساحت، اقلیدس، جبر و مقابلہ، تواریخ، جغرافیہ، حفظ صحت، اردو زبان دانی، جواب مضمون اردو، قواعدِ اردو، ترجمہ اردو سے فارسی، ترجمہ فارسی سے اردو، قواعدِ فارسی، ترجمہ اردو سے عربی، ترجمہ عربی سے اردو، صرف و نحو عربی، طبعی، جغرافیہ طبعی وغیرہ وغیرہ مضامین داخل ہیں اور موجودہ رسالوں میں متذکّرہ بالا مضامین کے التزاماً سوالات و جوابات اور ان کی بحث وغیرہ نہیں ہوتی۔ چوں کہ مہتمم "سراج الاخبار" کو اپنے احباب کی فرمائشوں سے کسی طرح اغماض منظور نہیں ہے، لہذا گذارش کیا جاتا ہے کہ اگر دو سو تک درخواستیں خریداروں کی آ جائیں تو ہم جنوری ۱۸۸۸ء سے ایک ماہ وار رسالہ "سراج العلوم" جہلم سے ۲۴ صفحہ کا نکالا کریں گے، جس سے امیدوارانِ امتحان مڈل و انٹرنس کو پوری امداد مل سکے گی اور ان امتحانات کے لیے جتنے مضامین ضروری ہیں، ان کو سلسلہ وار ایسی خوبی و خوش اُسلوبی اور طریقہ سے علاحدہ علاحدہ حصص میں شائع کیا جائے گا کہ سال کے اختتام پر اگر ان کو جدا جدا کیا جائے تو ہر ایک مضمون بطور ایک رسالہ کے بن سکے اور قیمت بھی ایسی مقرّر کی جائے گی جو کسی کو ناگوار معلوم نہ ہو... دو سو (۲۰۰) درخواست کے آنے پر جنوری ۱۸۸۸ء سے اس رسالہ کا اجراء شروع ہو جائے۔

المشتہر: فقیر محمد، مہتمم سراج الاخبار، جہلم (۲۱ نومبر ۱۸۸۷ء صفحہ ۸)

تصانیف

ا۔ زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل:

یہ کتاب مشتملہ ۱۶۸ صفحات ۱۳۰۷ ہجری بمطابق ۱۸۸۹ء کو مصنّف کے ذاتی مطبع سراج المطابع، جہلم سے شائع ہوئی۔ کتاب پر مصنّف کا نام یوں تحریر ہے:

"عمدۃ المناظرین زبدۃ المباحثین مولوی فقیر محمد صاحب مالک سراج الاخبار، جہلم ومصنّفِ حدائق الحنفیہ ورسالہ آفتاب محمدی وغیرہ"

مصنّف نے "سراج الاخبار" کے متعدّد پرچوں میں اس کتاب کا تعارف بدیں الفاظ تحریر کیا:

"اہلِ تحقیق ہر مذہب وملت کو عموماً اور اہلِ اسلام کو خصوصاً مژدہ ہو کہ کتاب مندرجہ عنوان جو کچھ عرصہ سے مطبع سراج المطابع، جہلم میں چھپ رہی تھی۔ الحمدللہ۔ اب بڑی صفائی اور خوش خطی سے عمدہ کاغذ پر چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے جس میں پادری فنڈر صاحب اور دیگر عیسائیوں کے اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہے جو پادری موصوف نے اپنی کتاب "حل الاشکال" کے چار پانچ ورق میں اناجیل اور نامہ جات کی آیات اور اخلاقی احکام کو نقل کر کے بڑے فخر سے دعوی کیا تھا کہ ایسے روحانی احکام قرآن میں بالکل نہیں پائے جاتے۔ راقم نے ان سب آیات واحکام کو چند فصلوں میں منقسم کر کے پہلے ان کو نقل کیا، پھر احکام قرآن شریف سے اور کچھ بطورِ نمونہ کلامِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم اور اقوالِ صحابہ سے نقل کر کے اخیر میں بطورِ قولِ فیصل قرآن شریف کے احکام کو اناجیل کے بیانات پر من کلّ الوجوہ ترجیح دے کر اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن شریف من حیث الاحکام روحانی اور اخلاقی بھی، اناجیل پر کلی ترجیح رکھتا ہے۔ اس کتاب کے ابتداء میں ایک مقدّمہ لکھا گیا ہے جس میں پانچ امر ایسے ضروری ولابدی بیان ہوئے ہیں جو اناجیلِ مروّجہ کی پوست کندہ قلعی کھولتے ہیں۔ چناں چہ امرِ اوّل میں اناجیلِ مروّجہ کا قطعی دلائل سے غیر الہامی ہونا ثابت کر کے امرِ دُوم میں جتایا گیا ہے کہ بعض اناجیلِ غیر مروّجہ خصوصاً انجیل برنباس سے الہام منفک نہیں ہو سکتا اور قرآن شریف بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے۔ امرِ سُوم میں نبی

آخر الزمان اور قرآن شریف کی ضرورت کو دلائلِ قویّہ سے ثابت کر کے امرِ چہارم میں محققین مسیحیوں کی شہادتیں تعلیمِ محمدی کی عمدگی پر درج کی ہیں۔ امرِ پنجم میں قرآن کی خصوصیات اور اناجیلِ مروّجہ کا ان سے عاری ہونا بیان کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن شریف اور کتبِ احادیث تو ایک طرف رہے-اناجیلِ مروّجہ تقویت میں اہلِ اسلام کی معتبر کتبِ سیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ یہ کتاب متذکّرہ بالا معلومات حاصل کرنے کے علاوہ واعظینِ اسلام کے لیے بھی بڑی کارآمد ہے اور ان کو اخلاقی مدد دے سکتی ہے۔

غرض اس بے نظیر کتاب کی خوبیاں بقول مسلمہ "مشک آنست که خود ببوئد "صرف دیکھنے سے تعلّق رکھتی ہیں۔

المشتہر: فقیر محمد، مالک سراج الاخبار، جہلم

کتاب کی ترتیب نہایت عمدہ ہے مولانا مختلف موضوعات کے متعلّق پہلے اناجیلِ مروّجہ اور نامہ جات حوارین سے مسیحی تعلیمات کو نقل کرتے ہیں اور پھر اس کے مقابل میں آیاتِ قرآنی واحادیثِ نبوی وکلامِ صحابہ کو نقل کرتے ہیں اور پھر "وجہِ ترجیح تعلیمِ محمدی" کے عنوان سے فیصلہ بھی تحریر کرتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں مولاناابو الدّرجات غلام جیلانی صاحب خلف الرشید جناب مولانا محمد عالم صاحب رئیس کھوڑی ضلع گجرات کی منظوم تقریظ وقطعۂ تاریخ بزبان عربی وفارسی موجود ہے۔ علاوہ ازیں مولانا فقیر محمد جہلمی نے خود بھی قطعۂ تاریخ بزبان فارسی رقم فرمایا۔ اخیری صفحات میں امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے وصایا کو تحریر کیا گیا ہے۔

۲۔ آفتاب محمدی:

یہ رسالہ مشتملہ ۵۲ صفحات مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۰ ہجری بمطابق / میں شائع ہوا۔ سرورق پر مصنّف کا اسمِ گرامی یوں تحریر ہے:

"از تصانیف عالم معقول و منقول ماہر فروع و اصول خادم دین محمدی مولوی فقیر محمد صاحب حنفی ایڈیٹر اخبار آفتاب پنجاب، لاہور"

یہ رسالہ وہابیہ کے رسائل "ستارۂ محمدی" اور "شہاب ثاقب" کے جواب میں اور

مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا بغدادی کی کتاب ”صمصام قادری وسنان بغدادی“ کی تائید میں تحریر ہوا۔

پس منظر یہ ہے کہ سیالکوٹ میں وہابیہ کے سر کردہ مولویوں سے مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا بغدادی کا مناظرہ ہوا۔ موضوعِ بحث اسمٰعیل دہلوی کی گستاخانہ عبارات مندرجہ ”تقویۃ الایمان“ تھیں۔ اس مناظرہ میں وہابیہ کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مولانا فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

اس فرقہ کے بڑے بڑے سرغنے علاوہ ضلع سیالکوٹ کے جہلم و وزیر آباد وغیرہ مقامات دُور دراز سے آکر کوس لِمَنِ الْمُلْکُ اور ہمچو من دگرے نیست کا دم مار رہے تھے، مگر سب کے سب ایسے ساکت ہوئے کہ ایک ہی فلاخن میں ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبٰطِلُ ؕ اِنَّ الْبٰطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ کے مصداق بنے اور ایسی رُسوائی نصیب ہوئی کہ خدا اعدا کے بھی نصیب نہ کرے۔ اُس وقت تو سب لوگوں کو یہی یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ فرقہ اپنے پیشوا کے عقائد فاسدہ سے باز آکر آئندہ کو اُس کی تقلید سے توبۃُ النُّصوح کرے گا، مگر "شرم چه کتی است که پیش مرداں بیاید" تھوڑے ہی دنوں کے بعد شیخ محی الدین تاجر کتب لاہور نے (جس کو ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم سے دلی بغض وعداوت ہے اور ایک دو ایسے اہل علم کی مدد سے جو بسبب اپنی سادہ لوحی، بلکہ مخبوط الحواسی کے بطور دیگر وجہ معیشت کے پیدا کرنے سے معذور ہیں ہر وقت اسی مخمصہ میں مستغرق رہتا ہے کہ کہیں کوئی نقص حنفیوں میں ملے کہ جلدی چھپوا کر اس کے دام کھرے کروں) بجواب اس اشتہار کے جو ”صمصام قادری وسنان بغدادی“ کے نام سے اس غرض سے مشتہر ہوا تھا کہ مباحثہ مذکور کا، راست راست و اصل اصل سب حال اہل دُور دراز کو بخوبی معلوم ہو جائے، ایک رسالہ ”ستارۂ محمدی“ کے نام سے تالیف کر کے چھپوایا اور اس میں... اپنے پیشوا کے عقائد باطلہ کو جو سراسر توہین انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ پر دال تھے، مدلل ثابت کر کے ﴿ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا﴾ کا مصداق بنا، جس کا جواب الجواب بھی ترکی بہ ترکی رسالہ ”نیّرِ اعظم فی تفضیل رسول الاکرم“ نام میں چھپ گیا، لیکن انہیں ایام میں ایک اور رسالہ ”شہاب ثاقب“ نام مولوی عبداللہ صاحب غیر

مقلد نے چھپوایا، جس میں اُنہوں نے اپنی دانست میں موٴلف "ستارہٴ محمدی" سے خفت انبیاء کو قوی دلائل سے ثابت کیا، چوں کہ اس کے موٴلف نے عام اس سے کہ اس نے خود دھوکہ کھایا یا دھوکہ دہی عوام کی غرض سے عمداً اپنے دعوی میں کتابوں کی ایسی عبارات کو پیش کیا، جن کو ان کے مدّعا سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے، مگر ان سے عوام کا جلد دھوکہ میں آجانا متصوّر ہے اور نیز موٴلف "ستارہٴ محمدی" نے ستارہ کو از سرنو ترمیم اور اُس میں کچھ اضافہ کرکے مکرّر چھپوایا ہے اور ایسے ایسے مقامات کو جن پر طفلِ مکتب بھی بازاروں میں تمسخّر کرتے اور کہتے پھرتے ہیں کہ تیرہ سو سال تک تو "ستارہٴ محمدی" نہ چمکا تھا، اب تیرہویں صدی کے اخیر میں ایک تاجر کتب کی دوکان سے چمک اُٹھا، بالکل نکال کر اُن کی جگہ اور حشو وزوائد بھر دیا، اس لیے اس بندہٴ درگاہ نے باوجود عدم فرصتی اور کثرتِ شواغلِ دنیاوی کے... یہ انسب جانا کہ جس طرح ہو سکے اس رسالہ کا مختصر جواب لکھ کر مسلمان بھائیوں کو ورطہٴ ضلالت میں پڑنے سے روکا جائے اور ساتھ ہی "ستارہٴ محمدی" کی ہفوات کا ردّ بھی مختصراً لکھ دیا جائے، تاکہ یہ جواب الجواب بیک کرشمہ دوکار کا کام دے اور اس کے علاحدہ جواب کے لیے لوگوں کو چنداں محتاج نہ ہونا پڑے۔ پس اس رسالہ کا نام "آفتاب محمدی" رکھا۔" (آفتاب محمدی:۷۔۶ ملخصًا)

۳۔ حدائق الحنفیہ:

مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کی تصانیف سے یہ کتاب سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہوئی۔ غیر مقلّدین نے علمائے کرام خصوصاً فقہائے حنفیہ بالخصوص امام اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی حد درجہ تحقیر و توہین کرتے تھے، چناں چہ مولانا فقیر محمد جہلمی نے علمائے کرام کے تراجم و حالات لکھنے کا قصد کیا اور تین سال کی کامل محنت سے ۱۲۹۷ھ میں مکمل کیا اور "حدائق الحنفیہ" نام رکھا، کتاب کو تیرہ (۱۳) حدائق میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مقدّمہٴ کتاب میں فقہ و فقہاء کرام کی فضیلت اور ان کے طبقات کا بیان ہے۔

حدیقہٴ اوّل چار خیابان پر مشتمل ہے: پہلے خیابان میں امام اعظم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے حالات، دوسرے میں آپ کا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بشارت ہونا،

تیسرے میں علمائے کرام کے اقوال سے امام اعظم کے مناقب اور چوتھے میں معترضین کے اعتراضات و مطاعن کا جواب دیا گیا ہے۔

حدیقۂ دُوم میں دوسری صدی کے فقہاء و علماء کے حالات، حدیقۂ سُوم میں تیسری صدی اور یونہی بالترتیب حدیقۂ سیز دہم میں تیرھویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات درج ہیں۔

مطبع نامی نول کشور سے شائع ہوئی۔

۴۔ تکملہ مباحث دینی حافظ ولی اللہ لاہوری و پادری عماد الدین:

"مباحثۂ دینی" مصنّفہ حافظ ولی اللہ لاہوری پہلی مرتبہ مطبع مصطفائی لاہور سے شائع ہوا۔ صفحہ ۳۷ تا ۵۶ مولانا فقیر محمد جہلمی کا تحریر کردہ تکملہ ہے۔

پروفیسر خورشید احمد سعیدی صاحب "مباحثۂ دینی" مصنّفہ حافظ ولی اللہ لاہوری کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"اس کے ٹائٹل سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ حضرت حافظ ولی اللہ اور پادری عماد الدین کے درمیان مارچ ۱۸۶۷ء میں امرتسر میں ہوا تھا۔ اس گفتگو پر تکملہ مولوی فقیر محمد جہلمی نے ۱۸۷۴ء میں تحریر کیا۔ اس مباحثہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ چند جلسوں میں مکمل ہوا تھا۔ پہلا جلسہ ۴ مارچ ۱۸۶۷ء کو امرتسر میں مولوی احمد اللہ کے مکان پر ہوا تھا۔ دوسرا جلسہ ۵ مارچ ۱۸۶۷ء کو پادری کلارک کی کوٹھی پر ہوا۔ پہلے جلسے کے موضوعات حقّیتِ اناجیلِ مروّجہ، صفاتِ باری تعالیٰ، نبی کا معنی اور مفہوم، نبوّت کی شرائط، بازاروں میں تقسیم ہونے والے تورات اور اناجیل کے نسخوں کی صحت و معتبری تھے۔ انہی موضوعات پر پہلے پادری عماد الدین نے گفتگو کی، پھر حضرت حافظ ولی اللہ صاحب نے جواب میں اس کے موقف کی کمزوری اور بطلان پر دلائل پیش کیے۔ دوسرے جلسے میں تقریباً انہی موضوعات پر فریقین نے گفتگو جاری رکھی۔ تیسرا جلسہ ۷ مارچ ۱۸۶۷ء کو ہوا۔ اس جلسے میں اخلاقیات، جہاد، کفار وغیرہ کے حوالے سے سوال جواب اور اعتراض ورُدود پیش کیے گئے۔

یہ مباحثہ ایک تاریخی ریکارڈ ہے کہ عیسائی کیسے حیلے بہانوں سے حضرت حافظ ولی

اللہ لاہوری کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔پادری عماد الدین نے اس مباحثہ کو"مباحثۂ اتفاقی" کے نام سے شائع کروایا اور اس میں کئی غلط بیانیاں کیں۔اس وجہ سے حضرت مولوی فقیر محمد جہلمی نے اصل تفصیلات اور انکشافات بیس (۲۰) صفحات کے تکملہ میں پیش کر دیں۔ فن مناظرہ اور اس کی تاریخ سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے اس مباحثے کا مطالعہ بلاشک وشبہ بہت مفید اور معلوماتی ہے۔"

۵۔ عمدۃ الابحاث فی وقوع الطلاقات الثلاث:

مسئلہ طلاقِ ثلاثہ کے متعلّق ایک اہم کتاب ہے۔"سراج الاخبار" مورخہ ۲۹مارچ ۱۹۱۰ءمیں اس کا اشتہار شائع ہوا، جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"جس میں تین طلاق ایک دفعہ کے تین ہی واقع ہو جانے کے مسئلہ کو ایسے دلائلِ ساطعہ وبراہینِ قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حافظ ابن قیم اور قاضی شوکانی کے متّبعین کو صرف ایک ہی طلاق واقع ہونے کا فتوی دینے سے ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا امامان مسجد اور نکاح خوانوں کو اپنے پاس رکھنا نہایت ہی ضروری ہے۔"

جناب خورشید احمد خان صاحب نے حدائق الحنفیہ (ص:۲۳) کے مقدمہ میں اس رسالہ کا سال تصنیف ۱۹۱۵ء لکھا ہے جو کہ درست نہیں۔

۶۔ تصدیق المسیح (ترجمہ اردو):

"تصدیق المسیح" فاتح عیسائیت حافظ ولی اللہ لاہوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی لاجواب تصنیف ہے جو کہ عبداللہ آتھم کے ۲۳ سوالات کے جواب میں بزبان فارسی تحریر کی۔ مولانا فقیر محمد جہلمی نے اس کا اردو ترجمہ کر کے مطبع کوہِ طور لاہور سے ۱۸۷۰ء میں طبع کروایا۔ حافظ ولی اللہ لاہوری نے پادریوں سے مباحثہ کے دوران ۲۳ سوالات پادری صاحبان سے کیے تھے، جن کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ ۱۸۷۸ء میں "تصدیق المسیح" (اردو) کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا، جس میں پادری صاحبان سے کیے گئے ۲۳ سوالات کو بھی کتاب میں شامل کر دیا گیا۔ تیسرا ایڈیشن ۱۸۹۱ء میں اسلامیہ پریس لاہور سے شائع ہوا۔

مترجم کتاب مولانا فقیر محمد جہلمی ابتدائیہ میں تحریر کرتے ہیں:

"فقیر محمد ساکن موضع چتن ضلع جہلم جملہ محققین کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ عرصہ تخمیناً ۲۰ سال کا ہوا ہے کہ عبد اللہ آتھم صاحب تحصیل دار ترنتارن نے تئیس (۲۳) سوال اسلام کی بابت تحریر کر کے اہلِ اسلام کو ان کے جواب کی تکلیف دی تھی، جن کے جواب میں کتاب "تصدیق المسیح" فارسی زبان میں تالیف ہوئی۔ جب سائل نے اپنے سوالات کا جواب باصواب پایا تو صاف روبروئے فاضل بے مثل حضرت حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری کے اقرار اس بات کا کیا کہ حقیقت میں یہ میرے سوالات صحیح اور درست نہ تھے، محض ناواقفیت کی حالت میں مجھ سے تحریر ہوئے ہیں-فقط- لیکن اب پھر دیکھنے میں آیا ہے کہ وہی سوالات بعینہ مطبع مشن لدھیانہ میں چھپ کر عوام کو تقسیم کیے جاتے ہیں اور ناحق بے چارے ناواقف مسلمانوں خصوصاً مشن کے پڑھنے والوں کو- کہ جن کو کچھ بھی اپنے مذہب سے واقفیت نہیں-جواب کی تکلیف دی جاتی ہے اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ مدت سے یہ سوالات اسلام کی بابت تحریر ہوئے ہیں، مگر آج تک کسی نے ان کا جواب نہیں لکھا، جس حالت میں کہ سرکار گردوں وقار نصفت شعار کو از روئے قانون کسی کے مذہب کی تحقیر منظور نہیں تو اس سے ظاہر ہے کہ کسی طرح سوالات کے جواب لکھنے کی بھی کچھ ممانعت اور پابندی نہیں ہے، اس لیے بندہ نے نہایت مناسب سمجھا کہ کتابِ مذکور کو واسطے استفادہ عوام کے فارسی سے اردو زبان میں ترجمہ کرے، چناں چہ ۱۲۸۷ھ میں حسبِ تحریک چند احباب اس کو میں نے اردو میں ترجمہ کیا اور بعض بعض جگہ "لفظ من مترجم" لکھ کر اپنی طرف سے بھی کچھ تشریح و توضیح کر دی اور نام اس کا بدستور وہی "تصدیق المسیح" جو اصل مطلب پر دلالت کرتا ہے۔"

۷۔ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان فی رد تحقیق الایمان (حواشی):

یہ کتاب بھی مولانا فقیر محمد جہلمی کے استاذ گرامی حافظ ولی اللہ لاہوری صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے امرتسر کے پادری عماد الدین کی کتاب "تحقیق الایمان" کے جواب میں تحریر فرمائی۔ ۱۲۹۸ھ میں مطبع مصطفائی لاہور سے شائع ہوئی۔ کل صفحات ۲۴۸ ہیں۔ کتاب دو مقدّموں اور نو فصلوں پر منقسم ہے۔ ابحاثِ کتاب میں تثلیث، ابنیتِ

مسیح، کفارہ، نجات، اناجیل کی سندات، اناجیل کے داخلی تناقضات، مباحثہ و مناظرہ کے قواعد و ضوابط، اناجیل میں واقع ہونے والی تحریف، احادیث و معجزاتِ نبوی پر اعتراضات کا جواب وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا فقیر محمد جہلمی نے اپنی خود نوشت میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس کتاب پر حواشی لکھ کر شائع کروایا تھا۔ (حدائق الحنفیہ: ۲۲)

۸۔ ابحاثِ ضروری (حواشی):

"ابحاثِ ضروری" مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کے استاذ گرامی حافظ ولی اللہ لاہوری عَلَیہِ الرَّحمَہ کی تصنیف ہے جو کہ پہلی بار مطبع مصطفائی سے ۱۲۸۸ھ بمطابق ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی اور بعد ازاں جواب الجواب رسالہ "شکوک کفارہ" کے ساتھ مطبع محمدی لاہور سے ۱۸۷۸ء میں چھپی۔ اس میں ایک مقدّمہ اور چھ فصول ہیں۔ ان میں عیسائیوں کے متفرّق اور مختلف فرقے، عہد نامہ جدید کی مروّجہ اور مردودہ کتب کی تفصیل، اعمالِ حسنہ کی تاکید، نجات کے لیے فدیے اور کفارے کے عقیدے کا بطلان، ردِّ الوہیتِ مسیح عَلَیہِ السَّلَامُ اور ان کی انسانیت کا اثبات، اناجیل میں آں حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی بشارات اور ان پر عیسائیوں کے شبہات کا ردّ، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے معجزات، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی تعلیم کی جامعیت اور اس پر عیسائیوں کے اعتراضات کا ردّ اور آخر میں قرآن کریم کا کلامِ الٰہی ہونا اور اس پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا ردّ شامل ہیں۔ (ابحاثِ ضروری، تقدیم: ۲۰)

مولانا فقیر محمد جہلمی نے اس پر وقیع حواشی لکھ کر شائع کروایا۔ ۱۴۳۲ھ میں اس کا جدید ایڈیشن پروفیسر خورشید احمد سعیدی صاحب کی تحقیق سے دارالاسلام لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

۹۔ غایۃ التنقید فی وجوب التقلید:

اس کتاب کا ایک ناقص نسخہ ہم کو پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ذخیرہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے دستیاب ہوا۔ سرورق اور اخیری صفحات نہ ہونے کے سبب اشاعتی معلومات بہم نہ ہو سکیں۔ سبب تالیف کے متعلق مولانا لکھتے ہیں:

"نیاز مند فقیر محمد جہلمی اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ

ترکِ تقلید کی مذمّت اور اس کے وجوب کے اثبات میں اگرچہ اکثر اہلِ علم حنفی بھائیوں نے بہت سے کتابیں ورسالے تصنیف کر کے اپنی طرف سے اسلام کی سچی خیر خواہی اور واقعی ہمدردی کا فرض ادا کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا- جَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ- مگر جہاں تک مجھے علم ہے وہ کتابیں وغیرہ زیادہ تر تقلیدِ مذہبِ معیّن کے اثبات میں پائی جاتی ہیں، حالاں کہ اب غیر مقلّدین نے اپنے نفس وہوا کی بلند پروازی و آزادی کو یہاں تک وسعت دے دی ہے کہ بے چاری تقلیدِ مذہبِ معیّن تو ایک طرف رہی، خود ادلّہ اربعہ شرعیہ میں سے اجماع و قیاسِ مجتہد اور ائمہ مجتہدین کی تقلیدِ مطلق سے تحریراً و تقریراً انکار ہو کر ہر ایک غیر مقلّد کچھ لکھا پڑھا خود مجتہد بننے اور "ہم چو من دگرے نیست" کا دم مارنے لگا ہے...

پھر غضب یہ کہ اپنا نام عوام کو ورغلانے کے لیے "اہل حدیث" رکھا ہے- العیاذ باللہ-۔ علاوہ اس کے صرف یہی نہیں، بلکہ انہیں غیر مقلّدین بظاہر عاشقینِ سنتِ نبویہ میں سے ایک گروہ نے- جو پہلے بات بات پر حدیث ہی حدیث پکارا کرتا تھا- یہاں تک تقلید سے نفرت میں ترقی کی ہے کہ خود رسولِ خدا فداہ ابی و امی کی سنّتِ موکّدہ وغیرہ مرویہ کتبِ احادیث کی تقلید کو بھی شرک فی الالوہیت قرار دے کر ترک کر دیا ہے اور برملا تقریراً و تحریراً فتوی دے دیا ہے کہ سنّتِ نبویہ صرف وہی اقوال و افعال ہیں جو قرآن مجید میں صریحاً مذکور ہیں اور کتبِ احادیث میں جس قدر احکام قرآن سے علاوہ مروی ہوئے ہیں- معاذ اللہ- وہ سب محدّثین کا اختراع ہیں جو ہرگز قابلِ عمل درآمد نہیں ہیں، حالاں کہ انہیں غیر مقلّدین کی شاخ نیچریہ و مرزائیہ تو ان احادیث کی قائل بھی تھی جن پر صحابہ کرام کا تعامل ہوا ہے، مگر یہ برائے نام اہلِ قرآن یعنی چکڑالوی شاخ ترکِ تقلید میں سب پر سبقت لے گئی ہے اور جس طرح غیر مقلّدین ائمہ اربعہ کے مقلّدین کو مشرک کہہ دیا کرتے تھے، ویسے ہی خود غیر مقلّدین ہی سے فرقہ چکڑالویہ مقلّدینِ سنتِ نبویہ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کو مشرک کہہ رہا ہے جس کا یہ معنی ہے کہ غیر مقلّدین کو مقلّدین کے ناحق مشرک کہنے کی سزا خود اپنے ہی ایک فرقہ کے لوگوں سے مل رہی ہے، مگر چوں کہ چکڑالوی فرقہ سے اسلام کے دو بڑے ارکان

قرآن وحدیث میں سے ایک رکن یعنی حدیث کا انکار کرنا کفر ہے اور اسلام کے صراط مستقیم کے لیے ائمہ مجتہدین کی ترک تقلید امّ الفاسد اور بے دینی کی جڑ ثابت ہوئی ہے اور ہر کس وناکس کو اپنے اپنے فہم ورائے سے اپنا اپنا من بھاتا مسئلہ نکال کر اس پر خود چلنے اور دوسرے لوگوں کو چلانے سے شرع اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے، اس لیے میر امدّت سے ارادہ تھا کہ تقلید کے بارے میں زمانہ کے مطابق کوئی ایسا محدّثانہ وفقیہانہ رسالہ لکھا جائے جو ہر قسم کے غیر مقلّدین وغیرہ کو شامل ہو اور اس میں ہر ایک شاخ کے مذاق کے مطابق تقلید کے اثبات میں ایسے دلائل دیے جائیں کہ ان کی تسلیم میں کسی کو بھی چون وچرا کی گنجائش نہ ہوسکے، لیکن اس ارادہ کے پورا ہونے میں چند در چند موانع حائل ہوتے رہے، مگر اب اللہ جلّ وعلا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ باوجود عدم فرصتی کے بھی حسب تغیرِ حالاتِ منکرینِ تقلید کے محض قرآن واحادیث اور ان کی تفاسیر وشروح سے ہی تقلیدِ ائمہ اربعہ کے اثبات میں رسالہ لکھا گیا۔" (ص:۲)

۱۰۔ صلٰوۃ الوتر کصلٰوۃ المغرب:

یہ کتاب مولوی احمد اللہ ومولوی حسام الدین صاحبان ساکن کوٹلہ ائمہ تحصیل جہلم -جو ایک وتر یا تین رکعت بیک تشہد کے قائل ہیں- کے ایک فتوی کے جواب میں تحریر کی۔

مولانا فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

اس رسالہ میں- جو ۱۲۰ صفحہ کا ہے- نمازِ وتر کا حنفی مذہب کے بموجب ۲۳ احادیث وآثار سے تین رکعت وتشہد ہونا ثابت کیا گیا ہے اور غیر مقلّدین صرف ایک رکعت وتر یا تین رکعت بیک تشہد کے قائل ہیں، ان کی کل دلیلوں اور اعتراضوں کی باشرح وبسط ایسی خوبی وخوش اُسلوبی سے تردید کی گئی ہے کہ جس سے سوائے سکوت کے ان کو کوئی چارہ نہیں۔ (سراج الاخبار مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۹۸ء ص۸)

۱۱۔ السیف الصارم لمنکر شان امام الاعظم:

وہابی اخبار "اہل الذکر" (لکھنؤ) نے احناف کی دل آزاری کے لئے حضرت سراج الامہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شان میں گستاخانہ لب ولہجہ پر مبنی

مضامین شائع کرنا شروع کئے۔ اخبار ''اہلِ الذکر'' کے بازاری لہجہ کے شاکی مولانا غلام احمد اخگر امرتسری بھی رہے ہیں اور انہوں نے اپنے اخبار ''اہلِ فقہ'' میں اس کے مندرجات کا ردّ بھی کیا۔ جوابی کاروائی کرتے ہوئے اخبار ''اہل الذکر'' نے مولانا اخگر کے لئے کیسے الفاظ استعمال کئے، اس کا کچھ نمونہ مولانا اخگر نے اخبار ''اہلِ فقہ'' کے ایک شمارہ میں کیا، جسے یہاں اس غرض سے نقل کیا جاتا ہے کہ قارئینِ کرام کو اندازہ ہو کہ وہابیہ کا یہ اخبار اہلِ حق کے لئے کس قدر غلیظ زبان استعمال کرتا تھا۔ ملاحظہ فرمایئے:

''اہلِ الذکر''، ربیع الاوّل، صفحہ ۹:

''ایک ملعون ابن الملعون کے خط کا اقتباس۔''

''مردود ایڈیٹر اہلِ فقہ نے ایک عالَم کو دریائے ضلالت میں ڈالا اور اس کے مُتّبعین فاسقین ضالین اور مضلّین ہیں۔''

اسی صفحہ پر اگلی سطروں میں دیکھئے:

''ملعونِ ازلی، مردودِ ابدی، شقی امرتسری۔''

اس سے بڑھ کر بھی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو:

''رافضی بدعتی بھوت پھر نکلا۔ یعنی اخبار ''اہلِ فقہ'' نے دوسرا جنم لیا'' کے عنوان سے جو ہرزہ درائی کی گئی، اس میں ہمارے لئے یہ الفاظ ہیں:

''مجسّم شیطان... فرعون... ہامان... غیرتِ ابلیس... بے حیا... فرعونیّت کی آن بان لئے اُچھلتا کودتا... نیل میں غرق ہو کر اور جہنّم کی سیر کر کے پھر آ پہنچا۔''

اس کے بعد صریح اور کھلی کھلی گندی گالیاں لکھی ہیں، جس کو ہم نقل بھی نہیں کرسکتے۔ (۲۰ مئی ۱۹۰۹ء، اہلِ فقہ)

اخبار ''اہل الذکر'' کی تہذیب سے قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس اخبار نے حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ کے متعلّق کس قدر نازیبا الفاظ استعمال کئے ہوں گے۔ اس اخبار کے کچھ شماروں کو ملاحظہ فرما کر مولانا فقیر محمد جہلمی نے یہ کتاب تصنیف فرمائی اور نہایت مدلّل انداز میں اخبار ''اہل الذکر'' کے اتّہامات و الزامات بر امامِ اعظم کی تردید فرمائی۔ کتاب تقریباً پونے دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اخیرِ کتاب میں مولانا شیخ عبداللہ، مولانا سلام اللہ (کھاریاں)، مولانا فیض الحسن جہلمی کی فارسی و عربی منظوم تقاریظ

ہیں۔ یہ کتاب حال میں ہی ایک دیوبندی مکتب فکر کے حامل مطبع الہادی (غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور) نے شائع کی ہے۔

نوٹ:

جناب خورشید احمد خان صاحب نے "حدائق الحنفیہ" کے مقدّمہ میں درج ذیل کتب کو بھی مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کی تصنیف قرار دیا ہے، جب کہ یہ درست نہیں۔

(۱)... مجمع الاوصاف فی تردید اہل البدع والاعتساف:

اس ضمن میں مولانا ابوالفیض محمد حسن کا ایک اشتہار "سراج الاخبار" مؤرخہ ۲۳ اپریل ۱۸۹۴ء میں لکھتے ہیں:

"مجمع الاوصاف فی تردید اہل البدع والاعتساف - کتاب مندرجہ عنوان مولوی احمد الدین صاحب ساکن ٹھاکرہ موہڑہ ضلع راول پنڈی نے لکھی ہے۔ میں نے اس کتاب کو جہاں تک دیکھا ہے، خوبیوں سے لبالب پایا ہے، شیعہ کے بہتانات کو ان کی ہی کتابوں سے بقید صفحہ تردید کرتی ہے، تمام مسائلِ مخترعہ شیعہ پر بحث کرتی ہے اور ان کی تردید کافی دلائل سے پیش کرتی ہے، کتابِ مذکور تحفۂ روز گار ہے، اس لیے خدمت میں مسلمانوں کے گذارش ہے کہ وہ مولوی صاحب کو اس کتاب کے چھپوانے کے لیے اپنی استطاعت کے موافق نقد روپیہ سے دے کر ثواب حاصل کریں، تا کہ کتابِ مذکور چھپ کر ہر ایک آنکھ کا نور اور ہر ایک دل کا سرور ہو جائے۔

راقم: ابوالفیض محمد حسن ساکن بھیں تحصیل چکوال"

(۲)...ہدیۃ النجباء:

مولانا کرم الدین دبیر کی تصنیف ہے، حال ہی میں اس کا جدید عکسی ایڈیشن جناب میثم عباس رضوی صاحب نے شائع کیا ہے۔

(۳)... السیف المسلول لاعداء الخلفاء الرسول:

یہ کتاب بھی مولانا کرم الدین دبیر صاحب کی تصنیف ہے جو کہ رسائلِ ثلاثہ مطبوعہ رفیق عام پریس لاہور میں شامل ہے۔

پیشِ لفظ

شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

ہمارے اسلام کا سرمایۂ علمی، اُن کی تحریریں، اُن کی علمی کاوشیں جہاں اُن کی قابلیت، علم دوستی وغیر ہما پر دلالت کرتی ہیں، وہیں بعد میں آنے والوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اُن کا منظرِ عام پر آنا اور اُن تک عوام المسلمین کی رسائی کا آسان ہونا ضروری ہے۔ اُن میں سے بعض کتب ورسائل تو وہ ہیں جو ہنوز زیورِ طباعت سے آراستہ ہی نہیں ہوئے اور بعض وہ ہیں کہ جن کی طباعت کو اتنا عرصہ گزر چکا کہ اُن تک رسائی ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے اور پھر ہمارے علماء میں لکھنے کا رواج بہت کم ہے، پھر وہ جو تحقیق و تخریج و تحریر کی استطاعت رکھتے ہیں اُن میں سے زیادہ تر تو اپنی تحقیق اور اپنی تحریر پر ہی توجہ دیتے ہیں۔ آپ کو کتنے ایسے ذی علم حضرات نظر آئیں گے کہ جن کے باپ یا دادا یا پر دادا کا علمی سرمایہ مخطوط کی صورت میں موجود ہے، مگر اُنہیں اس پر کام کرنے اور اُسے منظرِ عام پر لانے کی توفیق نہیں ہوتی، وہ اپنی تحریر پر وقت اور سرمایہ خرچ کریں گے، مگر اپنے اسلاف کے علمی سرمایہ پر نہیں۔ پھر وہ لوگ جو اسلاف کی علمی کاوشوں کی اہمیت سے واقف اور اُنہیں منظرِ عام پر لانے کے متمنّی ہیں اور یہ ضرورت پڑنے پر اپنی تحقیق و تحریر بھی پیش کرتے ہیں، مگر اسلاف کے علمی سرمایہ کو منظرِ عام پر لانا، اُن کی اوّلین ترجیح ہوتی ہے، وہ بھی دو طرح کے لوگ ہیں:

ایک وہ جو اسلاف کی عربی یا فارسی تحریروں کو عام لوگوں کے فائدے کے لئے اردو زبان میں ڈھالنے کا کام کرتے ہیں۔

دوسرے وہ ہیں جن کا نظریہ ہے کہ پہلے اسلاف کے کام کو اصل حالت میں محفوظ کرنا ضروری ہے اور مؤخّر الذکر بھی دو طرح کے لوگ ہیں:

ایک وہ جو اُن کتب ورسائل پر کام کرتے ہیں جو ہنوز شائع نہیں ہوئے۔

دوسرے وہ جو اُن کتب و رسائل پر کام کرتے ہیں کہ جن کی اشاعت کو طویل عرصہ گزر چکا ہے۔

"دونوں کا کام قابلِ ستائش ولائقِ تحسین ہے۔"

فاضلِ جلیل، عالمِ نبیل علامہ خرم محمود زید علمہ کا شمار مؤخّر الذکر علماء میں ہوتا ہے۔موصوف کئی کتب و رسائل پر کام کر چکے ہیں،اس وقت موصوف نے مصنّفِ "حدائق الحنفیہ" عمدۃ المناظرین، زبدۃ المباحثین، عالمِ معقول و منقول،ماہرِ فروع واصول علامہ فقیر محمد جہلمی کی سن ۱۳۰۰ھ میں لکھی گئی "آفتابِ محمدی" کے نام سے تحریر کہ جس کی اشاعت کو ۱۴۰ سال گزر چکے ہیں اور "صمصامِ قادری و سنانِ بغدادی" کے نام سے محمد رمضان کے قلم سے لکھی گئی ایک مناظرے کی رُوداد پر کام کیا ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے موصوف کے علم،عمر اور رزق میں برکتیں عطا فرمائے اور اُن کی سعی کو قبول فرمائے۔آمین ثم آمین۔فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دار الحدیث والافتاء بجامعۃ النور

جمعیت اشاعتِ اہلِ سنت (پاکستان) میٹھادر-کراچی

قدیم نسخہ کا عکس

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

الحمد للہ کہ دریں زمان سعادت اقتران رسالہ لاجواب مملو بہ براہین ساطعہ و دلائل قاطعہ

درجواب رسالہ ستارہ محمدی و شہاب ثاقب المسمی بہ

آفتاب محمدی

۱۳۰۰ھ

اخبار آفتاب پنجاب لاہور - از تصانیف

حسب فرمایش صاحب دانش و تمیز میاں عبد العزیز صاحب لاہوری

باہتمام میاں محمد دتو صاحب مالک و مہتمم

مطبع محمدی لاہور میں چھپا ۱۳۰۰

مطبوعہ مطبع محمدی ۱۳۰۰ھ -لاہور کا سرورق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی قد کرم بنی ادم علی جمیع الاشیاء والصلوۃ والسلام علی رسولہ
محمد الذی افضل الرسل وخاتم الانبیاء وعلی الہ واصحابہ الذین بذلوا جہدہم
لاصلاح الاطغیاء وعلی تابعیہم وتبع تابعیہم خصوصاً ائمۃ المجتہدین
والمحدثین والفقہاء۔ اما بعد بندہ درگاہ رب الصمد فقیر محمد چتوی
سلمان بھائیون کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ کچھ عرصہ ہوا ہے کہ مولوی غلام قادر
ومولوی بغدادی صاحب نے فرقہ وہابیہ کی زباندرازی وسوءادبی سے جو بحق بزرگان دین خصوصاً
امام ائمۃ المجتہدین ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کر رہے ہین تنگ آکر اور اس شعر پر عمل کرکے
ع ظلم ہے احمقون کی منہ زوری ∴ تنگ یہہ بے لگام کرتے ہین۔
بمقام سیالکوٹ ایک مجمع عام مین جسمین پنجاب کے وہابیون کے اکثر بڑے بڑے
سرگروہ معہ اپنے کتب خانون وشاگرد پیشہ کے موجود تھے بطور نمونہ دو تین مقام
اون بے ادبیون مین سے جو مولوی محمد اسمعیل صاحب امام فرقہ وہابیہ نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان
مین کل انبیائے عظام خصوصاً افضل البشر سید الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ
وسلم کے حق مین کی ہین پیش کرکے قرآن وحدیث سے مولف کتاب مذکور کا کفر ثابت کیا
اور مخاطبین کو اس امر پر مجبور کیا کہ یا تو اپنے فرقہ کے پیشوا کی تقلید کو ترک کرکے وہ مسلک
اختیار کرین جو خیر القرون سے لیکر تیرہوین صدی تک سلف وخلف اہل سنت وجماعت
کا جو مذاہب اربعہ مین منحصر ہین قرن بعد قرن چلا آتا ہے جسکی حقیت اور خلاف ورزی
مین حسب ذیل آیات واحادیث تاکیداً ووعیداً وارد ہین۔

مطبوعہ مطبع محمدی ۱۳۰۰ھ - لاہور کا پہلا صفحہ

علی الجلابی المعروف بالہجویری فی کشف المحجوب ان معاذ الرازی رای النبی صلعم فقال
این اطلبک یا رسول اللہ قال عند فقہ ابی حنیفہ انتہی یعنے حضرت داتا گنج بخش صاحب
کشف المحجوب مین لکھتے ہین کہ شیخ معاذ رازی نے دیکھا آنحضرت کو پس عرض کیا کہ آپکو کہان ڈھونڈون
آپنے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کی فقہ کے پاس صاحب میزان الشعرانی اپنی کتاب کے صفحہ ۶۰ مین اُس
شخص کی تردید مین جسنے امام فخر الدین رازی کی کتاب سے کچھ اعتراض امام ابو حنیفہؒ پر جمع کئے تھے
اسطرح تحریر فرماتے ہین فقلت لہ ان الفخر الرازی بالنسبۃ الی الامام ابی حنیفۃ کطالب
العلم او کاحاد الرعیۃ مع السلطان الاعظم او کاحاد النجوم مع الشمس و کما حرم العلماء
علی الرعیۃ الطعن علی امامہم الاعظم الا بدلیل واضح کالشمس فکذلک یحرم علی
المقلدین الاعتراض والطعن علی ائمتہم فی الدین الا بنص واضح لا یحتمل التاویل انتہی
یعنے مین نے اُسکو کہا کہ امام فخر الدین رازی بہ نسبت امام ابو حنیفہ رح کے مثل ایک طالب علم کی ہے یا
اُسکو ایسی نسبت ہے جیسے ایک بڑے بادشاہ کے ساتھ رعایا مین سے کسی شخص کو یا ایک ستارہ کو
سورج کے ساتھ اور جسطرح علمائنے رعیت کو اپنے بادشاہون پر بغیر دلیل سورج جیسے روشن کے طعن کرنا حرام
کیا ہے اسیطرح مقلدین پر بغیر نص روشن غیر محتمل تاویل کے اپنے ائمہ دین پر اعتراض و طعن کرنا حرام کیا ہے
اسیطرح اور بہت سے علمائے کرام نے امام ابو حنیفہؒ اور انکی فقہ کی توثیق مین دفتر کے دفتر لکھے ہین جسکو انکا شوق
دیکھنا مطلوب ہو میری کتاب حدائق الحنفیہ سے جو عنقریب چھپنے والی ہے دیکھ لے۔ پس یہان غور کرنا چاہئے کہ
جب بقول عارف شعرانی امام فخر الدین رازی جیسے شخص کو جو اپنے زمانہ کا امام اجل گذرے ہین امام ہمام ابو حنیفہ
کے آگے ایک ادنے طالب علم جیسی حیثیت ہے تو آپ اُردو ترجمہ خوان کس قطار و شمار مین ہین بقول مشہور کیا
پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ یہ آپ اچھی طرح سے سمجھ رکھین کہ زبان درازی سے فقہ حنفیہ کا تو کچھ نہ بگڑیگا
صرف آپ ہی ٹکرین مار مار کر رہ جائینگے ؎ یا ناطح الجبل العالی لیکلمہ اشفق علی الراس لا
تشفق علی الجبل ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک
انت الوہاب تمت

اطلاع چونکہ حسب قانون بستم ۱۸۴۷ء اس رسالہ کے حق تصنیف کی [illegible] اسلئے بغیر اجازت
مصنف کے کوئی صاحب اسکے طبع کرانے کی مبادرت نکرے ۔

مطبوعہ مطبع محمدی ۱۳۰۰ھ-لاہور کا آخری صفحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہِ الذی قد کرّم بنی آدم علی جمیع الأشیاء و الصلاۃ و السلام علی رسولہ محمدن الذی أفضل الرسل و خاتم الأنبیاء و علی الہ و أصحابہ الذین بذلوا اجھدَھم لإصلاح الأطغیاء و علی تابعیھم و تبع تابعیھم خصوصاً أئمۃ المجتھدین و المحدّثین و الفقھاء.

امّا بعد!

بندہ درگاہِ ربّ الصمد فقیر محمد چتنوی[1] اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ کچھ عرصہ ہوا ہے کہ مولوی غلام قادر صاحب و مولوی بغدادی صاحب نے فرقہ وہابیہ کی زبان درازی و سوءِ ادبی سے جو بحق بزرگانِ دین۔ خصوصاً امامُ ائمۃِ المجتہدین ابو حنیفہ رَحۡمَۃُاللّٰہِ عَلَیۡہ۔ کر رہے ہیں، تنگ آکر اور اس شعر پر عمل کر کے

ظلم ہے احمقوں کی منہ زوری
تنگ یہ بے لگام کرتے ہیں

بمقام سیالکوٹ ایک مجمعِ عام میں، جس میں پنجاب کے وہابیوں کے اکثر بڑے بڑے سر کردہ معہ اپنے اپنے کتب خانوں و شاگرد پیشہ کے موجود تھے، بطورِ نمونہ دو تین مقام اُن بے ادبیوں میں سے جو مولوی محمد اسماعیل صاحب امامِ فرقہ وہابیہ نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں کل انبیائے عظام۔ خصوصاً افضل البشر سیّد الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ۔ کے حق میں کی ہیں، پیش کر کے قرآن و حدیث سے مؤلّفِ کتابِ مذکور کا کفر ثابت کیا اور مخاطبین کو اس امر پر مجبور کیا کہ:

یا تو اپنے فرقہ کے پیشوا کی تقلید کو ترک کر کے وہ مسلک اختیار کریں جو خیر القرون سے لے کر تیرہویں صدی تک سلف و خلف اہلِ سنت و جماعت کا جو مذاہبِ اربعہ میں منحصر ہیں، قرن بعد قرن چلا آتا ہے، جس کی حقّیت اور خلاف ورزی میں

---

(1)۔۔: چتن مضافات شہر جہلم میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ ۱۲

حسبِ ذیل آیات واحادیث تاکیداً ووعیداً وارد ہیں:۔

پہلی آیت:

سورۂ نساء میں ہے:

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾[1]

یعنی، جو کوئی پیروی کرے غیر راستہ مومنوں کی، متوجہ کریں گے ہم اُس کو جدھر متوجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اُس کو دوزخ میں اور بُری ہے جگہ پھر جانے کی۔

دوسری آیت:

سورۂ آل عمران میں ہے:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾[2]

اور مت ہو مانند اُن لوگوں کے کہ متفرّق ہوئے اور اختلاف کیا پیچھے اس کے کہ آئیں اُن کے پاس دلیلیں اور یہ لوگ واسطے اُن کے عذاب ہے بڑا۔

"فتح الرحمن" میں شاہ ولی اللہ صاحب محدّث نے اس آیت کے نیچے لکھا ہے:

یعنی، تفرق در اصول دین حرام است که جمعی معتزلی باشند و جمعی شیعه و علی ہذا القیاس۔ انتہی[3]

[یعنی، اصولِ دین میں متفرق ہونا حرام ہے، جیسا کہ تمام معتزلہ وشیعہ ہو گئے۔]

پہلی حدیث:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي

---

(1)۔۔: پانچواں سیپارہ، چوتھا پاؤ۔ [پ:۵، النساء، ۱۱۵]

(2)۔۔: چوتھا سیپارہ پہلا پاؤ۔ [پ:۴، آل عمران، ۱۰۵]

(3)۔۔: فتح الرحمن:

النَّار». رَوَاهُ التِّرمِذِيّ[1]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے کہ تحقیق اللہ نہ جمع کرے گا میری امت کو اوپر گمراہی کے اور ہاتھ خدا کا ہے اوپر جماعت کے اور جو شخص اکیلا ہو گیا جماعت سے، دھکیلا گیا دوزخ میں۔

دوسری حدیث:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ». رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ[2]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے کہ پیروی کرو جماعت بڑی کی، پس تحقیق جو شخص جماعت سے اکیلا ہو گیا، دھکیلا گیا دوزخ میں۔

شیخ عبد الحق محدّثِ دہلوی نے اس حدیث کے نیچے لکھا ہے:

ومراد حث و ترغیب است بر اتباع آنچه اکثر علماء دران جانب اند۔ انتہی[3]

[اور مراد سوادِ اعظم اہلِ سنت کی اتباع پر ابھارنا اور ترغیب دینا ہے۔]

اور "مجمع البحار" میں شیخ محمد طاہر نے تحریر کیا ہے:

انظروا إلى ما عليه أكثر علماء المسلمين من الاعتقاد والقول والفعل فاتبعوهم فيه فإنه هو الحق وما عداه الباطل. انتهى[4]

[یعنی، اکثر علمائے مسلمین جن اعتقاد، قول اور فعل پر ہیں، اس میں اُنہیں کی پیروی کرو کہ یہی حق ہے اور ماسوا اس کے باطل ہے۔]

---

(1)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ کے [کتاب اِلْاِیمَان] باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے فصل دُوم [رقم 173۔1/61] میں ہے۔

(2)۔۔: ایضاً ایضاً، [رقم 174۔1/62]

(3)۔۔: اشعۃ اللمعات: کتاب الْإِيمَان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل دوّم، 143/1

(4)۔۔: [مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار: حرف السين، تحت لفظِ سود، 481/5]

تیسری حدیث:

عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَإِيَاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ». رَوَاهُ أَحْمد (1)

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے کہ تحقیق شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے مثل بھیڑیئے بکری کے، جو پکڑتا ہے گلہ میں سے نکلی ہوئی بکری اور پیچھے رہی ہوئی اور کنارہ کنارہ چلنے والی بکری کو اور بچو تم مختلف راستہ پہاڑوں سے اور لازم پکڑو اپنے اوپر پیروی جماعتِ کثیرہ کی۔

شیخ عبد الحق نے اس کے نیچے لکھا ہے:

اشارت است بآنکه معتبر اتباع اکثر و جمہور است چه اتفاق کل درہمه احکام واقع نه که ممکن نیست۔انتہی (2)

[اس طرف اشارہ ہے کہ جمہور و اکثر کی اتباع معتبر ہے؛ کیوں کہ سب کا تمام احکام میں متفق ہونا ممکن نہیں ہے۔]

چوتھی حدیث:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شبرًا فقد خلع رقة الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ». رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ (3)

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے کہ جو جدا ہو گیا جماعت مسلمانوں سے ایک بالشت، پس تحقیق اُس نے اُتارا، ربقہ اسلام کا اپنی گردن سے۔

پانچویں حدیث:

---

(1)۔۔: ایضاً ایضاً، [الْفَصْلُ الثَّالِث، رقم 184۔1/65]

(2)۔۔: اشعة اللمعات: کتاب الْإِيمَان، باب الاعتصام بالکتاب و السنة، فصل سوم، 146/1

(3)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ کے باب ال فضائل سید المرسلین کے فصل دوم میں ہے۔ [کتاب الایمان: بَاب الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسّنة، الْفَصْل الثَّالِث، رقم 185۔65/1]

وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ: أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلَكُوا جَمِيعًا وَأَنْ لَا يُظْهِرَ أَهْلَ الْبَاطِلِ على أهلِ الحقِّ وأَن لَا تجتمِعوا على ضَلَالَة». رَوَاهُ أَبُو دَاوُد[1]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے کہ تحقیق خدا تعالیٰ نے پناہ دی تم کو تین خصلت سے:

ایک یہ کہ تم پر تمہارا پیغمبر بد دعا نہ کرے کہ تم سب کے سب مر جاؤ۔

دوسرے یہ کہ غالب نہ آئیں اہلِ باطل، اہلِ حق پر۔

تیسرے جمع نہ ہوگے تم گمراہی پر۔

شیخ عبد الحق نے اس حدیث کے نیچے لکھا ہے:

واین دلیل است بر آنکه اجماع حجت است که عبارت است از اتفاق علمای ہر عصر بر حکمی شرعی و مراد بعلماء مجتہد انند۔ انتہی[2]

[یہ اجماع کے حجت ہونے کی دلیل ہے؛ کیوں کہ ہر زمانے کے علما کے کسی حکم پر اتفاق و اتحاد سے عبارت ہے اور علما سے مراد مجتہدین ہیں۔]

چھٹی حدیث:

وَعَنْ عَمْرِو بن قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«وَعَدَنِي فِي أُمَّتِي وَأَجَارَهُمْ مِنْ ثَلَاثٍ: لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ وَلَا يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ

---

(1)۔۔: ایضاً ایضاً، [کتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين، الْفَصْل الثَّانِي، رقم 5755۔ 1603/3]

(2)۔۔: شرح مشکوۃ: جلد ۴، صفحہ ۱۵۶، مطبوعہ دہلی۔ [اشعة اللمعات: كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين، فصلِ دُوُم، 473/4]

وَلَا يجمعهُمْ على ضَلَالَة». رَوَاهُ دَارِمِيّ[1]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے کہ تحقیق اللہ نے وعدہ کیا مجھ سے میری امت کے حق میں اور پناہ دی اُن کو تین باتوں سے:

ایک یہ کہ ہلاک نہ کرے گا سب کو ساتھ قحط کے۔

دُوم: برباد نہ کر سکیں گے اُن کو دشمن۔

سِوُم: متّفق نہ ہوں گے گمراہی پر۔

ساتویں حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«مَنْ فَارَقَ الجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً». رَوَاهُ البخاري[2]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے کہ جو جماعت کو چھوڑے گا اور مرے گا تو اُس کی موت بطور کفر ہے۔

آٹھویں حدیث:

عَنِ الحارِثِ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ: بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يُرَاجِعَ وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثَى جَهَنَّمَ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ».

رَوَاهُ أَحْمدُ وَالتِّرْمِذِيّ[3]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے کہ حکم کرتا ہوں میں تم کو پانچ باتوں کا: جماعت کی پیروی اور سننا و قبول کرنا کلمۂ حق کا امرا و علما سے اور جہاد کرنا خدا کے راستہ میں اور تحقیق جو شخص نکلا جماعت سے ایک بالشت بھر، پس تحقیق اُتارا، ربقہ

---

(1)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ کے باب فضائل سید المرسلین میں ہے۔[كتاب الفضائل والشمائل، الْفَصْل الثَّانِي، رقم5763۔1605/3]

(2)۔۔: یہ حدیث مشارق الانوار صفحہ ۲۲ میں ہے۔[کتاب تک رسائی نہیں ہو سکی۔]

(3)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ کے کتاب الامارۃ والقضاء کے فصل سوم[، رقم 3694۔1092/2] میں ہے۔

اسلام کا اپنی گردن سے۔

نویں حدیث:

عَن عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

«من سرّہ أن یسکن بُحبُوحَۃَ الْجنَّۃِ فعَلَیہِ بِالْجَمَاعَۃِ، فإِنَّ الشَّیطَانَ مَعَ الفَذِ، وَھُوَ مِنَ الإِثْنَینِ أَبْعَدُ». [1]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے جو شخص پسند کرتا ہے اس بات کو کہ آباد کیا جائے میانۂ بہشت میں، پس اُس پر لازم ہے پیروی جماعت کی؛ کیوں کہ شیطان ساتھ اکیلے کے ہے۔

دسویں حدیث:

عَنْ أَبِي بَصرَۃَ الْغِفَارِيّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنہُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

«سَأَلْتُ رَبِّي... أَنْ لَا یَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَی ضَلَالَۃٍ فَأَعْطَانِیھَا» رواہ الطبرانی [2]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے کہ سوال کیا میں نے اپنے ربّ سے کہ نہ جمع ہو امت میری گمراہی پر، پس اُس نے عطا کیا مجھ کو۔

گیارہویں حدیث:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنھُما، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

«إِنّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ ھَذِہِ الْأُمَّۃَ عَلَی الضَّلَالَۃِ أَبَدًا» وَ[قَالَ:]«یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ، فَإِنَّہُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ» رواہ ابونعیم والحاکم [3]

یعنی، فرمایا رسولِ خدا [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے کہ تحقیق اللہ نہ جمع کرے گا

---

(1)۔۔: یہ حدیث معالم التنزیل کے صفحہ ۱۷۹ میں ہے۔[معالم التنزیل في تفسیر القرآن / تفسیر البغوي: سورۃ آل عمران، تحت آیت ۱۰۵۔ 489/1]

(2)۔۔: یہ حدیث شرح سفر السعادت، مطبوعہ نول کشور کے صفحہ ۳۷۲ میں ہے۔[دربیان حجیت اجماع، ص572]

(3)۔۔: ایضاً۔[دربیان حجیت اجماع، ص572]

اس امت کو گمراہی پر ہمیشہ اور یہ کہ ہاتھ اللہ کا ہے ساتھ جماعت کے، پس پیروی کرو گروہ بڑے کی، پس جو شخص اکیلا ہوا، دھکیلا گیا دوزخ میں۔

بارہویں حدیث:

عَنْ ابن مسعود رَضِيَ اللّٰہ عَنْہُ:

«مَارَآہُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ، وَمَارَآہُ الْمُسْلِمُونَ قَبِیحًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ قَبِیحٌ»[1]

یعنی، جس چیز کو دیکھیں مسلمان اچھی، پس وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس چیز کو دیکھیں مسلمان قبیح، پس خدا کے نزدیک بھی قبیح ہے۔

تیرہویں حدیث:

وَعَنْ حُذَیْفَةَ رَضِيَ اللّٰہ عَنْہُ، قُلْتُ: فَھَلْ بَعْدَ ذَلِکَ الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: «نَعَمْ دُعَاۃٌ عَلَی أَبْوَابِ جَھَنَّمَ مَنْ أَجَابَھُمْ إِلَیْھَا قَذَفُوہُ فِیھَا». قُلْتُ: یَارَسُولَ اللّٰہِ صِفْھُمْ لَنَا. قَالَ: «ھُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَیَتَکَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا». قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَکَنِي ذَلِکَ؟ قَالَ: «تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِینَ وَإِمَامَھُمْ» انتھی ملخّصاً، رَوَاہُ الْبُخَارِيُّ وَمُسلم[2]

یعنی، حضرت حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ میں نے آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ] سے عرض کیا کہ آیا اس عمدہ زمانہ کے بعد بھی شر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! دوزخ کے دروازوں پر بلانے والے کھڑے ہیں، جو اُن کی مانے گا دوزخ میں لے جائیں گے۔ میں نے عرض کی: یارسولِ خدا! وہ کون ہیں؟ اُن کا حال بیان فرمایئے؟ فرمایا: وہ لوگ ہماری قوم وملت سے ہوں گے اور ہماری زبان (یعنی، قرآن و حدیث) سے کلام کریں گے۔ میں نے عرض کی کہ اگر اُن کا زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا کہ لازم پکڑو پیروی مسلمانوں اور اُن کے امام کی۔

یا اپنے پیشوا مؤلّفِ کتابِ مذکور کے ہر ایک قول کو کتاب و حدیث سے ثابت

---

(1)۔۔: ایضاً۔[دربیان حجیت اجماع، ص572][المستدرک علی الصحیحین: کتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، رقم 4465۔3/83 بتغیر]

(2)۔۔: پوری حدیث مشکوۃ کے کتاب الفتن کے فصل اوّل [5382۔3/1481] میں ہے۔

کریں، چناں چہ اُس وقت تو حسب فحوائے -الحقّ یعلو ولا یعلیٰ- کے اس فرقہ میں سے کوئی مولوی بھی اس الزام کے دفع کرنے میں چوں وچرا تک نہ کر سکا، حالاں کہ اس فرقہ کے بڑے بڑے سرغنے علاوہ ضلع سیالکوٹ کے جہلم و وزیر آباد وغیرہ مقامات دُور دراز سے آکر کوس لِمَنِ الْمُلْکُ[1] اور ہمچو من دگرے نیست[2] کا دم مار رہے تھے، مگر سب کے سب ایسے ساکت ہوئے کہ ایک ہی فلاخن میں ﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبٰطِلُ ؕ اِنَّ الْبٰطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾[3] کے مصداق بنے اور ایسی رُسوائی نصیب ہوئی کہ خدا اعداء کے بھی نصیب نہ کرے۔ اُس وقت تو سب لوگوں کو یہی یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ فرقہ اپنے پیشوا کے عقائد فاسدہ سے باز آکر آئندہ کو اُس کی تقلید سے توبۃُ النُّصوح کرے گا، مگر "شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید"[4] تھوڑے ہی دنوں کے بعد شیخ محی الدین تاجر کتب لاہور نے -(جس کو ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم سے دلی بغض وعداوت ہے اور ایک دو ایسے اہل علم کی مدد سے جو بسبب اپنی سادہ لوحی، بلکہ مخبوط الحواسی کے بطور دیگر وجہ معیشت کے پیدا کرنے سے معذور ہیں ہر وقت اسی مخمصہ میں مستغرق رہتا ہے کہ کہیں کوئی نقص حنفیوں میں ملے کہ جلدی چھپوا کر اس کے دام کھرے کروں) بجواب اس اشتہار کے جو "صمصام قادری و سنان بغدادی"[5] کے نام سے اس غرض سے مشتہر ہوا تھا کہ مباحثہ مذکور کا، راست راست و اصل اصل سب حال اہل دُور دراز کو بخوبی معلوم ہو جائے -ایک رسالہ "ستارۂ محمدی"[6] کے نام سے تالیف کر کے چھپوایا اور اس میں، ع:

---

(1)۔۔:[صرف اپنی بادشاہت کا نکارہ۔]

(2)۔۔:[ہم جیسا کوئی نہیں۔]

(3)۔۔:[اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔][پ:۱۵، بنی اسرائیل، ۸۱]

(4)۔۔:[شرم کیا چیز ہے جو مردوں کے آگے ٹھہر جائے۔]

(5)۔۔:[صمصام قادری وسنان بغدادی، کتابِ ہذا کے آخر میں ملحق کر دی گئی ہے۔]

(6)۔۔:[یہ رسالہ (۲۴صفحات) مولوی محی الدین وہابی (تاجر کتب لاہور) کا تصنیف کردہ ہے جو کہ مولانا غلام قادر بھیروی کے رسالہ "صمصام قادری وسنان بغدادی" کے جواب میں ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں مطبع محمدی-لاہور سے شائع ہوا۔]

فکر ہرکس بقدر ہمت اوست

اپنے پیشوا کے عقائد باطلہ کو جو سراسر توہین انبیاء عَلَیہِم السَّلَامُ پر دال تھے، مدلّل ثابت کر کے ﴿ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا﴾ کا مصداق بنا، جس کا جواب الجواب بھی ترکی بہ ترکی رسالہ ''نیّرِ اعظم فی تفضیل رسول الاکرم''[1] نام میں چھپ گیا، لیکن انہیں ایام میں ایک اور رسالہ ''شہاب ثاقب'' نام مولوی عبد اللہ صاحب غیر مقلد نے چھپوایا، جس میں اُنہوں نے اپنی دانست میں مؤلف ''ستارۂ محمدی'' سے خفت انبیاء کو قوی دلائل سے ثابت کیا، چوں کہ اس کے مؤلف نے عام اس سے کہ اس نے خود دھوکہ کھایا یا دھوکہ دہی عوام کی غرض سے عمداً اپنے دعوی میں کتابوں کی ایسی عبارات کو پیش کیا، جن کو ان کے مدّعا سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے، مگر ان سے عوام کا جلد دھوکہ میں آجانا متصوّر ہے اور نیز مؤلف ''ستارۂ محمدی'' نے ستارہ کو از سر نو ترمیم اور اُس میں کچھ اضافہ کر کے مکرّر چھپوایا ہے اور ایسے ایسے مقامات کو جن پر طفلِ مکتب بھی بازاروں میں تمسخّر کرتے اور کہتے پھرتے ہیں کہ تیرہ سو سال تک تو ''ستارۂ محمدی'' نہ چمکا تھا، اب تیرہویں صدی کے اخیر میں ایک تاجر کتب کی دوکان سے چمک اُٹھا، بالکل نکال کر اُن کی جگہ اور حشو وزوائد بھر دیا، اس لیے اس بندۂ درگاہ نے باوجود عدم فرصتی اور کثرتِ شواغلِ دنیاوی کے جو لازمہ وجہِ معیشت ہیں، یہ انسب جانا کہ جس طرح ہو سکے اس رسالہ کا مختصر جواب لکھ کر مسلمان بھائیوں کو ورطۂ ضلالت میں پڑنے سے روکا جائے اور ساتھ ہی ''ستارۂ محمدی'' کی ہفوات کا ردّ بھی مختصراً لکھ دیا جائے، تاکہ یہ جواب الجواب بیک کرشمہ دو کار کا کام دے اور اس کے علاحدہ جواب کے لیے لوگوں کو چنداں محتاج نہ ہونا پڑے۔ پس اس رسالہ کا نام ''آفتاب محمدی'' رکھا اور اس میں مؤلّفینِ رسالہ ہائے مذکورہ بالا کی عبارات واقوال کو ایسے طرز پر لکھ کر اُن کی تردید کی گئی ہے کہ پڑھنے والوں کو بغیر اُن کے پاس رکھنے کے بھی ترتیب وار اور صاف صاف مطلب بخوبی سمجھ میں آسکے۔ وما توفیقی الا باللہ

(رسائل محدّثِ قصوری: رسالہ عروۃ المقلّدین، ضمیمہ، حاشیہ از: مرتّبین، 1/386)

(1)--: [نیّرِ اعظم فی تفضیل رسول الاکرم: کتاب کے بارے میں معلومات نہیں ہو سکی۔]

[سوال:]

مؤلّفِ ''شہابِ ثاقب'' نے پہلے ایک آیت اور چار احادیث اس مضمون کی لکھ کر کہ بلا تحقیق کسی مسلمان کو کفر کی نسبت نہ دینی چاہیئے، کتاب ''درّالمختار'' سے لکھا ہے کہ:

''فتویٰ نہ دیا جائے کسی مسلمان کے کفر کا، جب تک ہو سکے اُس کے کلام کی تاویل صحیح یا ہو ایسی بات کہنے والے کے کفر میں خلاف، اگرچہ ہو خلاف والا قولِ ضعیف۔ انتہی''

جواب:

ہم تو آیت اور احادیث و قولِ محوّلہ کو بالرّأس والعین مانتے ہیں اور حتّی الامکان تاویل کے ہوتے کسی اہلِ قبلہ کی تکفیر کی جراءت نہیں کر سکتے، یہاں تک کہ یزید پر لعنت کرنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں؛ کیوں کہ اُس نے جو کچھ کیا، اپنے لئے کیا، اُس کے فعل سے کسی کے عقیدہ میں فرق نہیں پڑا، بخلاف مولوی محمد اسماعیل صاحب کے کہ گو ان سے بعض عمدہ کام بھی واقع ہوئے ہیں، مگر انبیاء عَلَيهِمُ السَّلَامُ کے حق میں ان سے ایسی بے ادبیاں صادر نہیں ہوئیں کہ اُن کی کچھ تاویل ہو سکے اور صرف ان بے ادبیوں پر ہی کیا منحصر ہے، بلکہ اُن کی تمام کتاب ہی ماشاءاللہ مخالفِ عقائدِ اہلِ سنت و جماعت ہے، جس کی تردید میں متعدّد رسائل تالیف ہوئے ہیں، چناں چہ وہ تضعیف الایمان کے لقب سے ملقّب ہو رہی ہے اور اُس سے ہندوستان کے اہلِ اسلام کو ایسا نقصان پہنچا ہے کہ آپس میں بالکل پھٹ گئے ہیں اور متفرّق ہو گئے ہیں، جس سے مولوی اسماعیل صاحب بجائے اس کے کہ ''صحیح مسلم'' کی اس حدیث کے پہلے جملے «مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً»[1] کے مصداق بنتے، اُس کے دوسرے جملہ «وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ

(1)۔۔:[حدیثِ مبارکہ کا مکمل ترجمہ ملاحظہ: جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے، اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں، ان کا ثواب کم ہوئے بغیر اور جو اسلام میں بُرا طریقہ ایجاد کرے، اس پر اپنی بد عملی کا گناہ ہے اور ان کی بد عملیوں کا جو اس کے بعد ان پر کاربند ہوں، اس کے بغیر ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو۔]

شَيْءٌ»[1] کے مصداق بنے۔

پس ہمارے علماء نے مولوی صاحب موصوف کی نسبت تکفیر کا فتویٰ صرف اس غرض سے دیا تھا کہ دوسرے مسلمان لوگ اُن کے عقائدِ فاسدہ میں، جو کتابِ مذکور میں مندرج ہیں، مبتلا ہو کر گمراہ نہ ہوں اور ایسی حالت میں تکفیر تو ایک طرف رہی، سیاستاً بادشاہ کو ایسے آدمی کا قتل کرنا بھی جائز ہے۔ چناں چہ "شامی شرح در مختار" میں لکھا ہے:

وَالْمُبْتَدِعُ لَوْ لَهُ دَلَالَةٌ وَدَعْوَةٌ لِلنَّاسِ إِلَى بِدْعَتِهِ وَيَتَوَهَّمُ مِنْهُ أَنْ يَنْشُرَ الْبِدْعَةَ وَإِنْ لَمْ يُحْكَمْ بِكُفْرِهِ جَازَ لِلسُّلْطَانِ قَتْلُهُ سِيَاسَةً وَزَجْرًا لِأَنَّ فَسَادَهُ أَعْلَى وَأَعَمُّ حَيْثُ يُؤَثِّرُ فِي الدِّينِ.[2]

[یعنی، بدعتی اگر لوگوں کو بدعت کی دعوت نہ بھی دیتا ہو، محض اس سے اشاعتِ بدعت کا گمان ہو، اگر چہ اُس کے کفر کا حکم نہ کیا گیا ہو تو بھی سلطان کے لئے اُسے سیاستاً و زجر و توبیخ کے طور پر قتل کرنا جائز ہے کہ اس کا فساد بہت بڑا اور بہت عام ہے کہ وہ دین میں اثر انداز ہوتا ہے۔]

مگر افسوس یہ ہے کہ آپ لوگ ان احادیث و آیت پر عمل پیرا نہیں ہوتے، بلکہ آیت ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾[3] پر پورا پورا عمل کر رہے ہیں۔ چناں چہ آپ کے مجتہدِ عصر مولوی غلام علی امرتسری نے اپنے رسالہ "تحقیق الکلام" کے صفحہ ۵۵ و ۵۶ میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی اور عارف نامی مولانا عبد الرحمن جامی جیسے بزرگوں کو جن کی جلالت و عظمت اور ثقاہت متّفق علیہ زمانہ ہے، تکفیر کا فتویٰ دے دیا، صرف اس قصور پر کہ سعدی نے گلستان میں۔

زینہار از قرین بد زینہار　　　وقنا ربّنا عذاب النار

---

(1)۔۔:[صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، أو كلمة طيبة وأنها حجاب من النار، رقم (1017)]

(2)۔۔: جلد ثالث: صفحہ ۲۹۷، مطبوعہ دہلی۔[رد المحتار على الدر المختار: كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس، 243/4]

(3)۔۔:[کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔][پ: ا، البقرہ، ۴۴]

اور مولانا جامی نے ''یوسف زلیخا'' میں موقع معراج آں حضرت[صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم]میں ؎

شد از سبوحیان گردون صداده سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ

سے تضمین کر کے قرآن کی آیتوں کو اپنے سیاق سے نکال کر اپنی جنسِ کلام میں سے کیوں کر دیا؛ کیوں کہ آیاتِ مذکورہ کو خدا نے ایسے موقع پر نازل نہیں فرمایا تھا، جس پر اُنہوں نے اُن کو وارد کیا ہے۔

حالاں کہ پہلی تضمین کو اُن کا آیت قرار دینا صاف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ قرآن شریف سے مجتہد صاحب کو بالکل مزاولت نہیں، ورنہ کبھی اُس کو آیت قرار دے کر ایسے بزرگ کی تکفیر پر مستعد نہ ہو جاتے؛ کیوں کہ["وقنا ربّنا عذاب النار" کے الفاظ کی پورے قرآن پاک میں کوئی آیت نہیں ہے، قرآن پاک میں]فقط﴿وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[1] یا﴿فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[2] آیا ہے۔

اور دوسری تضمین کی اُن کا یہ کہنا کہ آیت اپنے سیاق سے نکل گئی ہے، صرف اُن کی سوءِ فہمی ہے، کوئی اہلِ علم جس کو ذرا بھی تمیز ہو گی اُس کو اپنے سیاق سے نکلا ہوا نہ سمجھے گا؛ کیوں کہ اس شعر کا صرف یہی مطلب ہے کہ جب آں حضرت[صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] معراج کے وقت آسمان پر پہنچے تو فرشتوں نے اُن کا یہ عروج دیکھ کر اس آیت کو جو خاص معراج کے ہی بیان میں وارد ہے، حکایۃً بطورِ تسبیح جنابِ باری تعالیٰ کے بعینہ پڑھ دیا یا اُس کا مضمون ادا کر دیا۔ جیسے احادیث میں وارد ہے کہ آں حضرت[صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم]بوقتِ افتتاحِ صلوۃ آیت﴿اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ﴾الخ[3] جو خاص ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے حق میں وارد ہے، نقلاً وحکایۃً پڑھا کرتے تھے۔

اگر یہ کہو کہ آیتِ مذکور ابھی حضرت[صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم]پر نازل نہ ہوئی تھی تو یہ کچھ قادح نہیں؛ کیوں کہ سورۂ قدر کی تفسیر میں تفاسیر اور'' اشعۃ اللمعات

---

(1)--:[پ:۲، البقرہ، ۲۰۱=پ:۳، آل عمران، ۱۶]

(2)--:[پ:۴، آل عمران، ۱۹۱]

(3)--:[پ:۷، الانعام، ۷۹]

شرح مشکوۃ" میں لکھا ہے کہ:

قرآن شریف لوحِ محفوظ سے لیلۃ القدر کو یک دفعہ دنیا کے آسمان پر بھیجا گیا تھا، جہاں سے جبرائیل [عَلَیْہِ السَّلَامُ] نے حسبِ موقع و ضرورت عرصہ تئیس سال تک تھوڑا تھوڑا حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] کے پاس لے جاتے رہے اور ہر سال ماہِ رمضان میں بہیئتِ مجموعی ایک دفعہ حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] کو دکھایا جاتا تھا۔[1]

پس اس صورت میں ممکن ہے کہ فرشتوں کو قرآن یاد ہو گا، بلکہ ضرور ہو گا ؛ کیوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں سے جو دنیا پر وقوع میں آنے کو ہوتی ہیں، واقف ہوتے ہیں۔ چناں چہ تفسیرِ "معالم التنزیل" میں آیت ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ﴾[2] کی تفسیر میں لکھا ہے:

وَقَالَ السُّدِّيُّ: کَانَتِ الشَّیَاطِینُ تصعد إلی السماء، فیستمعون کَلَامَ الْمَلَائِکَۃِ فِیمَا یَکُونُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَوْتٍ وَغَیْرِہِ، فَیَأْتُونَ الکھنۃ. انتھی[3]

[سدی کہتے ہیں: شیاطین آسمانوں پر جا کر فرشتوں کا کلام – کہ زمین پر جو کچھ وقوع پذیر ہونا ہوتا، موت وغیرہ – سنتے اور واپس آکر کاہنوں کو بتاتے۔]

حالاں کہ معراج کا معاملہ تو ایسا تھا کہ ہزاروں سال سے فرشتے حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] کی آسمان پر آمد آمد کے انتظار میں تھے۔ پس مولانا جامی کے ایسا لکھنے سے کون سی قباحت لازم آگئی، جس کے لئے ایک عارف باللہ اور عالمِ ربانی کے کفر کا بلا تامل فتویٰ دے دیا اور حضرت مجتہد امرتسری نے رسالۂ مذکور میں صرف انہیں دو حضرات کی تکفیر پر فتویٰ دے اکتفا نہیں کیا، بلکہ صفحۂ اوّل میں کمال بے باکی و جراءت

---

(1)۔۔: [اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ المصابیح: کتاب فضائل القرآن، باب اختلاف القراءات وجمع القرآن، تحت الحدیث: وعن زید بن ثابت قال: أرسل إلي أبو بکر رضي اللہ عنہ مقتل أھل الیمامۃ. 174/1]

(2)۔۔: [پ:۱، البقرہ، ۱۰۲]

(3)۔۔: صفحہ ۴۱۔ [معالم التنزیل في تفسیر القرآن: سورۃ البقرۃ، تحت آیت ۱۰۲۔ 147/1]

سے اہلِ سنت وجماعت کے چاروں فرقہ نقش بندی و قادری و چشتی و سہروردی اور چاروں مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کو۔ جس میں ہزاروں اولیائے کرام وعلمائے عظام اور رکنِ اسلام داخل ہیں۔ بدعتی قرار دے دیا۔

پھر صفحہ ۹ میں نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کو مشرک فی الرسالت اور مشرک فی الالوہیّت قرار دے کر صفحہ ۳۸ میں کافر کہا ہے اور صفحہ ۱۶ سے ۲۱ تک مولانا شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب محدّثین دہلوی کی۔ جن کے وجود باجود سے قرآن وحدیث وفقہ نے ہندوستان میں اشاعت پکڑی۔ وہ تشنیع کی ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی اہلِ قبلہ کی کوئی نہیں کر سکتا۔ جابجا اُن کو اور اُن کے خاندان کو سببِ مصلحتِ دنیاوی کے مؤیّدِ بدعت وضلالت قرار دیا اور اتنا خیال نہ کیا کہ جن بزرگانِ دین کو میں اس وقت بدعتی و مشرک قرار دیتا ہوں، دوسرے وقت میں ہر ایک دینی معاملہ کی تحقیق وتدقیق کے لئے انہیں کی تحریر کو مستند سمجھ کر اثباتِ دعویٰ میں پیش کرنے کے سوا چارہ نہ ہوگا اور بجز ان کی فضلہ خوری وکاسہ لیسی کے اور کچھ بن نہ پڑے گا۔ شاباش۔

انیکار از تو آید و مردان چنین کنند
نازم که بر رقیبان دامن کشان گذشتی

قولہ:

یہ کہنا کہ علمائے عرب وعجم کے فتویٰ مولوی اسماعیل کی تکفیر میں موجود ہیں، یہ محض بہتان ہے اور کارسازباتیں ہیں، اگر لکھے گئے ہیں تو ہمیں دکھاؤ۔ انتہی، ملخّصاً

جواب:

اگر آپ کو اُن فتووں کے دیکھنے کی ضرورت ہے تو آپ کتاب ”بوارقِ محمدیہ“[1]

---

(1)۔۔:[یہ سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی علیہ الرحمہ (م:۱۲۸۹ھ) کی تاریخی تصنیف ہے، حال میں ہی اس کی دارالاسلام۔لاہور سے عکسی اشاعت ہوئی ہے۔اس کتاب کے دو نام ہیں:(۱)البوارق المحمدیة لرجم الشیاطین النجدیة۔(۲)سوط الرحمن علی قرن الشیطان۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے،اس کے مقدّمہ کا ترجمہ و تلخیص قطبِ لاہور حضرت علامہ مولانا غلام قادر بھیروی علیہ الرحمہ (م:۱۳۲۷ھ) نے (شوارقِ صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ) کے نام سے کیا تھا، جسے (جمادی

ردِّ کتاب ''تقویۃ الایمان'' اور کتاب ''بحر الحقیقت''[1] اور رسالہ ''فصل الخطاب بین السنی و بین احزابِ عدوِّ الوھاب''[2] سے دیکھ لیں۔ اگر یہ کتابیں آپ کو نہ مل سکیں تو آپ ''نیّرِ اعظم'' ہی کو- جس میں ان فتاویٰ کا کچھ حصہ چھپا ہے- دیکھ کر اپنی تسلی کر لیں اور وہ جو ''شہاب ثاقب'' کے اخیر میں مفتی صدر الدین صاحب مرحوم صدر الصدور دہلی کے فتویٰ کی نقل شامل کی گئی ہے ،وہ ہمارے لئے کچھ بھی مضر نہیں ہے ؛ کیوں کہ **اوّل** تو مفتی صاحب اُس میں صاف لکھتے ہیں کہ:

''تقویۃ الایمان کو ہم نے نظرِ اجمال سے دیکھا۔''

اور یہ اُن کا فرمانا صحیح ہے ؛ کیوں کہ غدر کے بعد ۱۲۷۶۔۷۷ ہجری میں جن دنوں آپ درگاہ نظام الدین اولیاء میں فروکش تھے تو بندۂ درگاہ بھی بغرضِ حصولِ علم اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، چناں چہ تقریباً برس سوا برس اُن کی خدمت میں رہا، آپ اُس وقت بھی یہی فرماتے تھے کہ:

''ہم نے آج تک تقویۃ الایمان کو تفصیلی نظر سے نہیں دیکھا۔''

پس ظاہر ہے کہ جس چیز کو تفصیلی نظر سے نہ دیکھا جائے، اُس کے حسن و قبح کی نسبت کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی مفتی صاحب مرحوم نے پہلے کتابِ مذکور کو سرسری نظر سے دیکھ کر اُس کی نسبت مجمل رائے دے دی، لیکن جب مولوی فضلِ حق صاحب مرحوم نے مولوی محمد اسماعیل کے عقائدِ فاسدہ مندرجہِ کتابِ مذکور کو بالتفصیل لکھ کر علمائے شاہ جہان کے سامنے پیش کیا تو سب نے معہ مفتی صاحب مرحوم کے اُن کی تکفیر کا فتویٰ دے دیا، چناں چہ اُس فتویٰ پر بھی مفتی صاحب کی مہر ثبت ہے۔ علاوہ اس

الاخریٰ ۱۴۳۳ھ / مئی ۲۰۱۲ء) میں تاج الفحول اکیڈمی-بدایوں نے (وہابی تحریک: تاریخ اور عقائد) کے نام سے شائع کیا ہے۔ اب اس علمی و تاریخی دستاویز کا مکمل ترجمہ عزیز دوست علامہ سیف اللہ ہزاروی صاحب کر رہے ہیں۔]

(1)--:[اس کتاب کے بارے میں معلومات نہیں ہو سکی۔]

(2)--:[یہ بھی سیف اللہ المسلول کی تصنیف ہے، جسے تاج الفحول اکیڈمی-بدایوں نے (ستمبر ۲۰۰۹ء / رمضان ۱۴۳۰ھ) میں شہیدِ بغداد مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری علیہ الرحمہ کی (تسہیل، ترتیب، تخریج) سے شائع کیا ہے۔]

کے اگر مفتی صاحب مرحوم "تقویۃ الایمان" کو تفصیلی نظر سے دیکھ لیتے تو قطعِ نظر دیگر عقائدِ باطلہ سے جو اُس میں مندرج ہیں، خاص اس مسئلہ کے سبب سے بھی ضرور اُس کے مخالف رائے دیتے جو مولوی محمد اسماعیل نے اُس میں تشدّ الرحال کو شرک لکھا ہے؛ کیوں کہ مفتی صاحب نے اپنے رسالہ "منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشدّ الرحال"(1) میں قبورِ صلحا خصوصاً انبیا کی زیارت کے لئے شدّ الرحال کے جواز پر بڑا زور دیا ہے اور ابن تیمیہ پر -جو اُس کے جواز کا منکر ہے- بشہادتِ فقہاے شافعیہ وحنفیہ مثل ابن حجر مکی و تقی سبکی وغیرہ علماے کرام کے بڑی تشنیع کی ہے اور اُس کے عقائدِ باطلہ کی ذم تواریخِ معتبرہ مثل بکری ونویری وغیرہ سے ثابت کی ہے۔ پس کیا ممکن تھا کہ اگر وہ کتابِ مذکور کو تفصیلی نظر سے دیکھ لیتے اور اُس پر مہر کرکے خود اپنے ہی رسالہ کے مردّد بن جاتے؟ یہ آپ ہی جیسے بے لگاموں کے حصہ میں آیا ہے کہ کہیں کچھ لکھ دیتے ہیں اور کہیں کچھ، جیسا کہ آپ کے پیشوا مولوی محمد اسماعیل کی کتاب "تقویۃ الایمان" و "ایضاح الحق" اور "صراط المستقیم" اور "رسالہ امامت" میں ایک دوسرے کے مناقض تحریریں موجود ہیں۔

دُوُم: اگر غور سے دیکھا جائے تو مفتی صاحب نے مستفتیوں کی صاف ناک کاٹ ڈالی ہے اور کوئی بھی لفظ صفت کا نہیں لکھا۔ چناں چہ لکھا ہے کہ:

"تقویۃ الایمان کو نظرِ اجمال سے دیکھا، باعتبارِ اصول اور اصل مقصود کے بہت خوب ہے۔"

سو اس میں کچھ شک نہیں، اصل مقصود اس کتاب سے ردِّ شرک ہے اور وہ خوب ہی ہے، اس میں کسی کو کلام ہی نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو اس میں لکھا ہے، وہ عمدہ ہے۔ پھر لکھا ہے:

"اور مولوی اسماعیل صاحب کو ایسا دیکھا کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا۔"

یہ ذو معنی مقولہ ہے، صفت و مذمّت دونوں پر بولا جاتا ہے۔ بعدہ تحریر فرمایا ہے

(1)۔۔: [یہ رسالہ مولانا سیّد شاہ حسین گردیزی صاحب کے ترجمہ سے مصلح الدین پبلی کیشنز۔ کراچی نے ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء میں شائع کیا تھا۔]

کہ:

"یہ لوگ اُن میں سے ہیں، جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ﴾ الخ (1)

اور ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾ الخ (2)

پس جو ان کو کافر و گمراہ کہے، وہ آپ گمراہ ہے۔"

اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ مولوی محمد اسماعیل خاندانِ شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب سے تھے، جو مصداقِ آیاتِ قرآنیہ ہیں۔ پس اُن کو کافر و گمراہ کہنے والا خود کافر و گمراہ ہے۔ اس میں مولوی محمد اسماعیل کی اُنہوں نے کونسی صفت کی، جس کو آپ نے بڑے فخر سے اخیرِ رسالہ میں درج کر دیا۔

قولہ: صفحہ ۵

بھلا مولوی صاحب مرحوم سے ایسا کون سا اتّفاقی کفر ہوا ہے، جس پر اُن بزرگانِ دین نے کفر کے فتویٰ دیئے۔ اگر یہی کہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ:

یقین کر لینا چاہئے کہ ہر مخلوق کیا بڑا کیا چھوٹا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

تو یہ کفر کیوں ہے؟ کیا کوئی مخلوق ایسا بھی ہے، جس کا شان خدا کا سا ہو؟ ہرگز نہیں۔ پھر جب بادشاہ اور چمار کی تمثیل عوام کے سمجھانے کو پہلے ہی بیان کر چکے تھے تو یہاں پر اگر ایسا کہا کہ:

مخلوق چھوٹی بڑی خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی جیسا وہ بادشاہ کے مقابل میں ناچیز اور حقیر ہے، زیادہ تر ذلیل ہے، کیا ہوا؟

جواب:

اتّفاقی نہ کہو، بلکہ عمداً اُنہوں نے ایسا لکھا ہے جیسا کہ اُن کی تمام کتاب بول رہی ہے۔ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ خدا کی شان سی کسی کی شان نہیں، لیکن یہ تمثیل دینا کہ:

---

(1)۔۔:[پ:۴، آل عمران، ۱۰۴]

(2)۔۔:[پ:۲، البقرہ، ۲۱۸]

"ہر ایک مخلوق چھوٹی بڑی خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔"

صریح کفر ہے؛ کیوں کہ اس میں تمام مومنین کیا، بلکہ کل انبیاء و مرسلین[(1)] [عَلَیۡهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ] کی جو افضل مخلوقات و موجودات ہیں، سراسر اہانت ثابت ہوتی ہے کہ اُن کو چمار یعنی، چوہڑے سے بھی -جو ایک بے دین قوم میں سے ہے- قرار دیا گیا، حالاں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں جابجا عموماً مومنین کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ میرے آگے بڑے عزت دار اور بزرگ ہیں۔ چناں چہ:۔

پہلی آیت:

سورۂ توبہ میں فرمایا ہے:﴿اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ﴾[(2)]

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ، بہت بڑے ہیں درجہ میں نزدیک اللہ کے اور یہ لوگ ہی ہیں مراد پانے والے۔

دوسری آیت:

سورۂ حجرات میں آیا ہے:﴿اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ﴾[(3)]

یعنی، تحقیق بہت بزرگ تمہارا، اللہ کے نزدیک، بہت پرہیز گار تمہارا ہے۔

تیسری آیت:

سورۂ انفال میں فرمایا ہے:﴿الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ

---

(1)۔۔: بلکہ مولوی اسماعیل نے تو اپنی کتاب میں خدا کے سواسب کو چوہڑا و چمار کہنے کی اصطلاح ٹھہرا رکھی ہے۔ چناں چہ صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں:

ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اُس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں میں اُس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اُسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے، چمار کا تو کیا ذکر ہے۔ انتہی ۱۲

(2)۔۔: [پ:۱۰، التوبہ، ۲۰]

(3)۔۔: [پ:۲۶، الحجرات، ۱۳]

يُنۡفِقُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَهُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَمَغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ﴿﴾[1]

یعنی، وہ لوگ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اُس چیز سے کہ دیا ہم نے اُن کو، خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں ایمان والے ساتھ حق کے، واسطے اُن کے درجے ہیں نزدیک اُن کے ربّ کے اور بخشش اور رزق ہے باکرامت۔

چوتھی آیت:

سورۂ منافقون میں ہے:﴿وَ لِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَ لِرَسُوۡلِهٖ وَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ لٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾[2]

یعنی، واسطے اللہ کے ہے عزت اور واسطے رسول اُس کے اور واسطے ایمان والوں کے، مگر منافق نہیں جانتے۔

یہ تو عموماً مومنین کی عزت کا بیان ہے، جو اُن کو خدا کے نزدیک حاصل ہے اور انبیاء کی شان تو اُن سے لاکھوں درجہ اعلیٰ و افضل ہے، چناں چہ خدا نے قرآن میں کسی کو خلیل اللہ، کسی کو کلیم اللہ، کسی کو روح اللہ اور کسی کے حق میں﴿وَّ رَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾[3]فرمایا۔

اور ہمارے حضرت [صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّم] کے حق میں﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾[4] اور﴿وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ﴾[5]فرمایا۔

اور خود حضرت[صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّم]نے اپنے حق میں« أَنَا أَكۡرَمُ

---

(1)۔۔:[پ:۹، انفال، ۳۔۴]

(2)۔۔:[پ:۲۸، المنافقون، ۸]

(3)۔۔:[اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔](پ:۱۶، مریم، ۵۷)

(4)۔۔:[اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔] یہ آیت سورۂ انبیاء میں ہے۔[پ: ۱۷، الانبیاء، ۱۰۷]

(5)۔۔:[اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا۔] یہ آیت سورۂ الم نشرح میں ہے۔[پ:۳۰، الشرح، ۴]

الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ عِنْدَ اللّٰهِ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ[1] اور «أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ[2] اور «أَنَا حَبِيبُ اللّٰهِ» رَوَاهُ الدَّارِمِيّ[3] اور «إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ[4] فرمایا۔

سو اس سے بڑھ کر اور کیا اہانتِ انبیاء و مومنین ہوگی کہ جن کو خدا فرمائے کہ وہ میرے نزدیک عزت دار و بزرگ ہیں، اُن سب کو بلا استثنا معہ دیگر ادنیٰ مخلوقات کے چمار سے بھی ذلیل قرار دیا جائے، حالاں کہ اس میں صرف مومنین و انبیاء کی ہی توہین ثابت نہیں ہوتی، بلکہ خدا تعالیٰ کی بھی اہانت ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو معزّز و مکرّم قرار دیتا اور اپنا خلیل و حبیب بناتا ہے، جو صاحبِ "تقویۃ الایمان" اور اُس کے معاونین کے زعم میں اُس کی شان کے آگے وہ اتنی بھی عزت کے قابل نہیں کہ جس قدر ایک چمار کی بادشاہ کے آگے ہوتی ہے۔ **العیاذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ**

قولہ:

یہاں پر تو کسی انبیا سے تخصیص نہیں اور قرآن میں تو خاص بعض انبیا کے حق میں ایسا آچکا ہے۔ چناں چہ پہلی آیت دیکھو:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾[5]

جواب:

کچھ تو خدا کا خوف کرو! کیوں -دروغ گویم بروئے تو- پر عمل کر لیا ہے۔ اس آیت

---

(1)۔۔: پوری حدیث مشکوۃ کے [کتاب الفضائل والشمائل] باب فضائل سید المرسلین فصل دوّم [رقم 5762۔ 3/1604] میں ہے۔

(2)۔۔: ایضاً فصل اوّل [رقم 5741۔ 3/1600] میں ہے۔

(3)۔۔: ایضاً فصل دوّم [رقم 5763۔ 3/1605] میں ہے۔

(4)۔۔: ایضاً فصل دوّم [رقم 5768۔ 3/1606]

(5)۔۔: [اور بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی، پاکی ہے اسے، بلکہ اسی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں۔] [پ: ۱، البقرہ، ۱۱۶]

کے کون سے لفظ سے یہ نکلتا ہے کہ:

"ہر ایک مخلوق کیا بڑا، کیا چھوٹا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔"

بلکہ اس آیتِ شریفہ اور اس سے مابعد دو اور آیتوں کا تو صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ یہود و نصاریٰ اور عرب کے مشرکوں نے کہا کہ:

عزیز اور عیسیٰ اور ملائکہ خدا کے بیٹے، بیٹیاں ہیں پاک ہے اللہ ایسے بہتان سے، بلکہ یہ سب کچھ جو آسمان اور زمین میں ہے سب ہی اُس کے فرماں بردار ہیں۔ کجا یہ اور کجا آپ کا یہ کہنا کہ:

"قرآن میں تو خاص بعض انبیاء کے حق میں ایسا آچکا ہے۔"

چھوٹا منہ بڑی بات کا مقولہ یاد دلاتا ہے اور آپ کو یہ کہتے ہوئے کہ (یہاں پر کسی انبیاء سے تخصیص نہیں) شرم نہیں آتی؟ سچ ہے:

بے شرم کی بلا دور

کیا لفظِ "ہر مخلوق" میں مومنین و انبیاء داخل نہیں؟

اور اس تعمیم کی پھر لفظِ "کیا بڑا، کیا چھوٹا" سے تخصیص نہیں ہوئی؟

کیا اس بڑی مخلوقات میں بنی آدم شامل نہیں، جس کے حق میں قرآن میں ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ﴾[1] وارد ہے؟

کیا بنی آدم میں بنی اسرائیل داخل نہیں، جن کے عالی مراتب ہونے کی نسبت آیت ﴿يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾[2] میں خبر دی گئی ہے؟

اور بنی اسرائیل وغیرہ سے کیا اُمّتِ محمدیہ اعلیٰ نہیں، جس کے بارہ میں آیت ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾[3] نازل ہوئی ہے؟

---

(1)۔۔: [اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔] [پ:۱۵، بنی اسرائیل،۷۰]

(2)۔۔: [اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی]۔ [پ:۱، البقرہ،۴۷]

(3)۔۔: [تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں]۔ [پ:۴، آل عمران،۱۱۰]

اور پیغمبر تو ان سب کے سردار ہی ہیں اور ان سرداروں میں بھی ہمارے حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] افضل واکرم ہیں۔بقول شاہ عبدالعزیز صاحب محدّثِ دہلوی

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پس باوجود اس کے یہ کہنا کہ: "یہاں پر کسی انبیاء سے تخصیص نہیں۔"

کمال شوخ چشمی، بلکہ بے حیائی میں داخل ہے۔

قولہ:

اس آیت[1] کی تفسیر میں "بیضاوی"، "کبیر"، ابو سعود اور مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی نے "بیضاوی" کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے کہ "ما" غیر ذوی العقول کے لئے مقرر ہے اور "من" ذوی العقول کے لئے۔پس مناسب مکان ﴿بَلْ لَّہٗ﴾ کے،مَنْ فِی السّمٰوَاتِ تھا،نہ ﴿مَا فِی السَّمٰوٰتِ﴾۔پھر یہاں پر جو ذکر انبیا و ملائکہ کا تھا،کیوں ﴿مَا فِی السَّمٰوٰتِ﴾ فرمایا اور مَنْ فِی السّمٰوَاتِ نہ فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کے شان کی ذلت وحقارت کے بیان کرنے کو ایسا فرمایا کہ تم جس کو میرا بیٹا یا بیٹی جانتے ہو،وہ میری عظمت وجلال کے مقابلہ میں جمادات سے بڑھ کر نہیں ہیں اور ضرور ہے کہ باپ اور بیٹے میں کچھ تو مشابہت ہو،حالاں کہ میری ذات میں اور اُن میں کچھ مشابہت نہیں۔

جواب:

آیت کو پیش کرتے جب کچھ مطلب برآری نہ ہو سکی تو حسب مثلِ مشہور-**الغریقُ یتشبّثُ بالحشیشِ**-کے جھٹ تفاسیر کو پیش کر دیا،مگر الحمدللہ بقول حافظ شیرازی، مصرعہ:

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

کے وہاں سے بھی صاف جواب ہی ملا؛کیوں کہ کسی تفسیر سے یہ نہ نکلا کہ:

---

(1)۔۔:[یعنی آیت،وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَہٗ ؕ بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ۔پ:۱،البقرہ،۱۱۶ کی تفسیر میں۔]

”ہر ایک مخلوق کیا بڑا، کیا چھوٹا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔“

بلکہ تفاسیر محوّلہ بالا سے صرف اتناہی ثابت ہے کہ اس جگہ (ما) جو غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے، بجائے (من) کے صرف- **تحقیراً لشأنهم أی: العزیر والعیسی-** آیا ہے اور تحقیر کے معنی خورد شمردن کے ہیں، جیسا کہ ”منتخب“ وغیرہ لغات میں ہے۔ نہ وہ جو آپ نے اپنی خوش فہمی سے ذلت و حقارت سے تعبیر کئے ہیں۔ سو ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت عزیر و عیسیٰ، بلکہ کل انبیاء و مرسلین کا مرتبہ خدا سے بہت کم اور چھوٹا ہے، اس میں آپ نے تفاسیر کے دکھانے کی ناحق تکلیف اُٹھائی اور تحصیلِ لاحاصل پر عمل کیا۔ البتہ ”بیضاوی“ کے حاشیہ پر اس مقام میں ضرور لکھا ہے کہ:

تحقیراً لشأن هولاء الذین جعلوهم ولداً لله فإنهم فی جنب عظمته تعالیٰ جمادات مستویة الأقدام معها فی عدم الصلاحیة لاتخاذ الولد. انتهی [1]

جس کا صرف اتناہی مطلب ہے کہ ان لوگوں نے جن کو خدا کا بیٹا بیٹی قرار دیا ہے، وہ اس قابل نہیں کہ اُن کو بیٹا بنایا جائے؛ کیوں کہ وہ خدا کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں مثل جمادات کے ہیں، حالاں کہ باپ اور بیٹے میں کچھ تو مشابہت ہونی چاہئے۔

سو اس عبارت کو جملہ ”چمار سے بھی ذلیل ہے“ کیا مناسبت ہے؟ کجا وہ، کجا یہ؟ یہ آسمان و زمین، بلکہ عرش و کرسی کا تفاوت۔

ع: به بین تفاوت راه از کجاست تا به کجا

اگر دینی تحقیق یہی رہ گئی ہے کہ رطب و یابس اور حسن و قبح میں بھی تمیز نہیں تو بس، اللہ الیہ خیر۔ و صلحِ دین کا کام تمام ہو گیا۔ ؎

گر ہمین مکتب وہمین ملا است
کار طفلان تمام خواہد شد

کیا جمادات جو فی نفسہ ایک پاک چیز ہے، چمار کے ساتھ، جو بحکم ﴿إِنَّمَا

(1)۔۔:[حاشیة العلامة عبدالحکیم سیالکوتی علی التفسیر للقاضی البیضاوی: پ:۱، البقرہ، تحت الآیہ ۱۱۶، ص438]

الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾[1] کے نجس ہے اور اُس کا کام بھی نجاست کا ہے، مساوی ہو گیا؟

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جمادات میں سے ایک حجرِ اسود بھی ہے جو اپنی فضیلت کے سبب سے واجب التعظیم ہے۔ بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ: «وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلَى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه والدارمي[2]

یعنی، رسول اللہ نے حجرِ اسود کی شان میں فرمایا کہ قسم ہے اللہ کی البتہ اُٹھادے گا اُس کو اللہ دن قیامت کے کہ واسطے اُس کے ہوں گی دو آنکھیں، دیکھے گا ساتھ اُن کے اور ہو گی زبان بولے گا ساتھ اُس کے، گواہی دے گا اُس شخص کے لئے جس نے بوسہ دیا ہو گا اُس کو ساتھ حق یعنی، ایمان و صدق کے سچی گواہی۔

قولہ:

آیت چوتھی: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ نہیں اللہ جیسا کوئی۔

دیکھو اس آیت میں بجائے قول مولوی صاحب کے کہ:

"ہر مخلوق کیا بڑا، کیا چھوٹا"

لفظ ﴿شَيْءٌ﴾ کا واقع ہے اور بجائے اس قول کے کہ: "چمار سے بھی ذلیل ہے" لفظ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ﴾ فرمایا۔

جواب:

توبہ توبہ! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ بیداری کی باتیں ہیں یا خواب کی اضغاث احلام ہیں؟ یہ تو وہ بات ہوئی:

چه خوش گفت است سعدی در ذلیخا

[و]

(1)۔۔:[مشرک نِرے ناپاک ہیں۔][پ:۱۰، التوبہ، ۲۸]

(2)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ کے باب دخول مکۃ والطواف کے فصلِ دُوم میں ہے۔[مشكاة المصابيح: كتاب المناسك، باب دخول مكة والطواف، الفصل الثاني، رقم 2578۔793/2]

أَلَا أَيُّهَا السَّاقِي اور كَأْسًا وَنَاوِلْهَا

مرد آدمی کچھ تو ہوش کرو! کیوں اپنے پیشوا کی بے جا طرف داری وحمایت میں نام آوری کی غرض سے کہ ہم بھی پانچوں سواروں میں سے ہیں، قرآن کی صریحاً تحریفِ معنوی کرکے دین کو برباد کر رہے اور آیت ﴿وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [1] کے مصداق بن رہے ہو؟

آج آپ نے قرآن کی معنوی تحریف کرڈالی، کل آپ لفظی تحریف کرکے عملاً و فعلاً یہود ونصاریٰ کا ورثہ حاصل کروگے۔ کہاں آیت کا یہ مطلب کہ:

"اللہ جیسا کوئی نہیں۔"

کہاں آپ کے پیشوا، بلکہ ﴿ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کا یہ قول کہ:

"ہر مخلوق کیا اعلیٰ، کیا ادنیٰ، خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"

اور اس پر معاذ اللہ آپ کا یہ حاشیہ کہ:

" دونوں ایک دوسرے کے مطابق ہیں۔"

قیامت ہے ، قیامت ہے ، قیامت

قولہ:

اور عموماً ایسے کلمات حضراتِ صوفیۂ کرام کی اپنی اپنی تصنیفات میں موجود ہیں۔ دیکھو شیخ سعدی نے فرمایا ہے: ؎

دل اندر صمد بائد اے دوست بست

که عاجز تر است از صنم هر چه هست

دیکھو! خدا نے قرآن میں بتوں کو "رِجْس" فرمایا اور یہاں پر سعدی نے سوا خدا کے بلا امتیاز کسی نبی وولی کے عموماً سب کو بتوں سے عاجز فرمایا۔

جواب:

اوّل: تو یہ شعر مبحث سے خارج ہے؛ کیوں کہ سوال از آسمان وجواب از ریسمان

(1)۔۔:[اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا۔][پ:۳، آل عمران، ۶۴]

ہے۔ مولوی غلام قادر صاحب نے تو آپ لوگوں کو اس بات پر مجبور کیا تھا کہ:

"اپنے پیشوا کا مقولہ مذکور کسی آیتِ قرآنیہ یا حدیثِ نبویہ سے ثابت کرو۔"

سو وہ تو آپ کچھ ثابت نہ کر سکے اور یقین ہے قیامت تک نہ ثابت کر سکیں گے۔

دُوم: خدا کی محبّت میں انبیاء و صلحا اور مومنین کی محبّت داخل ہے اور خدا کی محبّت سے ان کی محبّت باہر نہیں، بلکہ ایسی مربوط و وابستہ ہے کہ جب تک انبیاء و مومنین کی محبّت نہ ہو گی، صرف خدا کی محبّت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ چناں چہ سورۂ آل عمران میں ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (1)

یعنی، کہہ اے محمد! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، پس پیروی کرو میری، دوست رکھے گا اللہ تم کو۔

سورۂ نساء میں ہے:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (2)

یعنی، جو شخص فرماں برداری کرے گا رسول کی، پس تحقیق فرماں برداری کی اُس نے اللہ کی۔

اور سورۂ مائدہ میں ہے:

﴿وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (3)

یعنی، جو کوئی دوست رکھے اللہ اور اُس کے رسول اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے، پس تحقیق گروہ اللہ کے وہ ہیں غالب۔

"صحیح بخاری" و "مسلم" میں انس بن مالک [رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُما] سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

---

(1)۔۔: [پ:۳، آل عمران، ۳۱]

(2)۔۔: [پ:۵، النساء، ۸۰]

(3)۔۔: [پ:۶، المائدہ، ۵۶]

مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»[1]

یعنی، حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے فرمایا کہ نہیں پورا ایمان دار ہونے کا تم میں سے کوئی جب تک کہ میں اُس کے نزدیک زیادہ تر دوست نہ ہو جاؤں، اُس کے باپ بیٹے اور سب آدمیوں سے۔

اور معاذ بن جبل [رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ] سے روایت ہے:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «قَالَ اللّٰہُ تَعَالَى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ». رَوَاهُ مَالِكٌ[2]

یعنی، سنا میں نے حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] سے کہ اُنہوں نے کہا کہ فرمایا خدا نے کہ واجب ہوئی میری دوستی اُن لوگوں کے لئے جو ایک دوسرے کو میرے لئے دوست رکھتے ہیں اور میرے ذکر و ثنا کے لئے باہم بیٹھتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری ہی لئے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔

پس سعدی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا مصرعۂ اوّل خدا اور رسول و مومنین کی محبّت سب کو شامل ہے اور مصرعۂ دوّم میں انبیاء و اولیا کسی طرح شامل نہیں ہو سکتے، بلکہ صرف وہ چیزیں شامل ہیں کہ جن کی محبّت و تعلّق سے خدا اور اُس کے رسول سے بُعد ہو کر اُن کے احکام کی تعمیل چھوٹتی ہے۔

اور اسی قبیل سے ہے شیخ نظام الدین اولیا [عَلَیْہِ الرَّحْمَہ] کی وہ عبارت جو کتاب ''فوائد الفؤاد'' میں اُنہوں نے لکھی ہے کہ:

ایمان کسے تمام نمی شود تا ہمہ خلق نزدیک او ہم چین نہ نماید کہ پشک شتر۔ انتہی[3]

[کسی کا ایمان تب تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک تمام مخلوق اُس کے نزدیک

---

(1)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ کی کتاب الایمان کے فصل اوّل [رقم 7۔1/10] میں ہے۔

(2)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ کے [کتاب الآداب] باب الحب فی اللہ کی دوسری فصل [رقم 5011۔3/1395] میں ہے۔

(3)۔۔: فوائد الفواد:

اونٹ کی مینگنیوں کی طرح نہ ہو جائے۔][1]

سوم: آپ محض سبب نہ سمجھنے مطلب کے اس شعر کو پیش کرتے ہیں، اگر آپ کسی طفلِ مکتب سے بھی اس شعر کا مطلب پوچھ لیتے تو وہ آپ کو صاف صاف بتا دیتا کہ اس کی مراد صرف اتنی ہے کہ دل خدا کے ساتھ لگانا چاہئے؛ کیوں کہ خدا کے سوا اور جس قدر دل بستگی کی چیزیں مثل مال و دولت و اولاد وغیرہ ہیں، وہ سب بُت سے بھی عاجز ہیں یعنی، جس طرح بُت ایک عاجز چیز ہے اور اُس کے پوجنے سے پوجنے والے کو کچھ فائدہ

---

(1)۔۔:[حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی محدّثِ قصوری اس عبارت کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس عبارت میں انبیا و ملائکہ اور دوسرے خدا کے دوستوں کو داخل کرنا سراسر جہالت ہے؛ کیوں کہ صوفیہ کبار کی اصطلاح ہے کہ جہاں "خلق" اور "ماسوا" بولتے ہیں تو دوستانِ خدا اس سے مستثنٰی ہوتے ہیں۔ فتوح الغیب کے اٹھارہویں مقالہ میں فرماتے ہیں:

لا تسكن إلى أحد من الخلق و لا تستأنس به.

محدّثِ دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہین:

آرام مگیر و میل مکن بسوے ہیچ یکے از خلق و الفت مگیر بہ ہیچ یکے۔۔۔اما دوستانِ خدا و مقربانِ وے داخل غیر نیستند و توجہ بایشان بایں حیثیت عین توجہ بحضرت حق اوست۔

(آرام نہ کر اور رغبت نہ کر، کسی خلقت کی طرف اور اُلفت نہ کسی سے لیکن خدا تعالیٰ کے دوست اور اس کے مقرب خدا تعالیٰ کے غیر میں داخل نہیں اور ان کی طرف رغبت اور اُلفت کرنی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے دوست ہیں، عین رغبت اور اُلفت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ۱۲)

اور کیمیائے سعادت میں جو یہ لکھا ہے:

آدمی خواہ کیسا ہی بزرگ ہو وہ اپنے آپ کو نیست و نابود جانتا ہے۔

تو اس میں کیا شک ہے کہ بڑے بڑے بزرگ خدائے جلّ و علا کے حضور میں عاجزی اور فروتنی سے پیش آتے ہیں کہ یہ ان کی عبودیّت کا تقاضا ہے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے دوست اور مقرّب جن کی خدا پاک خود تعریفیں فرمائے، وہ اس کی شان کے آگے چمار سے ذلیل ہیں!۔ حاشا و کلا۔ ہادیٔ حقیقی ایسا کلمہ کسی مسلمان سے نہ کہلوائے۔ پس (اس عبارت سے جس) میں مقرّبانِ خدا بالیقین داخل نہیں ہیں، تقویۃ الایمان کی صحت نکالنی، جس میں انبیا و فرشتے بالتحقیق داخل ہیں، ضرور نادانی اور کج فہمی ہے۔]

(رسائل محدّثِ قصوری: رسالہ عروۃ المقلّدین بالھام القوی المبین، بتغیّر، 1/ 350۔351)

نہیں۔ اسی طرح خدا کے سوا جو اور چیزیں دل بستگی کی ہیں، اُن سے دل لگانا بے فائدہ ہے۔ یہاں کسی نبی وولی کا تو ذکر کیا، بلکہ گمان وخیال تک نہیں، جس کے لئے آپ تو وہ طوفان بن کر مضحکۂ طفلاں بنے۔ شعر کا مطلب خود نہ سمجھ سکے اور بے چارے سعدی پر ناحق بہتان باندھ دیا۔

ع: برین عقل و دانش بباید گریست

قولہ:

شاید حضرات مشتہرین نے معنی مولوی صاحب کی اردو عبارت کا بھی نہیں سمجھے، تب ہی وہ آیات جن کو مولوی صاحب کے کلام سے کچھ بھی مناسبت نہیں، پڑھ سنائیں اور لفظ ”آگے“ کے معنی جو مقابل کے ہیں، ”قرب“ کے سمجھ لئے۔ ان معنوں میں تو انبیاء کی عظمت کے منکر کو تمام اہلِ اسلام کافر جانتے ہیں۔

جواب:

شکر ہے کہ آپ کی زبان سے بھی تو اتنا نکلا کہ:

”بمعنی قربِ انبیاء انبیاء کی عظمت کے منکر کو تمام اہلِ اسلام کافر جانتے ہیں۔“

عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است

لیکن حسب مثلِ مشہور:

خواہ بالین خواہ پائین نجسپی کمر میانہ خواہد بود

[خواہ اوپر سے ناپو خواہ نیچے سے کمر درمیان ہی میں ہے۔]

اس سے بھی آپ کے پیشوا کسی طرح سُرخرو نہیں ہوسکتے؛ کیوں کہ آپ یہاں لفظ (آگے) کو خواہ بمعنی مقابل، خواہ قرب کے لیں، مگر یہ مقولہ (چمار سے ذلیل ہے) ایسا ہے کہ اُس کے ہوتے آپ کی کوئی تاویل نہیں بن سکتی۔

شعر:

کہیں فروغ نہ پائیں گے پیش یار چراغ

وہ ماہ ایک طرف، اک طرف ہزار چراغ

بلکہ ان معنوں میں بھی وہی اعتراض قائم ہے کہ انبیاء و مومنین وغیرہ کو خدا کی شان کے مقابل میں، نجس وجود سے، جو چمار ہے، تشبیہ دینے کے علاوہ، خود خدا کی اہانت ثابت ہے کہ وہ باوجود قادر مطلق ہونے کے اپنے ایسے دوست پکڑتا و حبیب بناتا ہے، جو آپ کے پیشوا کے زعم میں، اُن کی اتنی بھی حیثیت و منزلت نہیں، جو ایک مجازی بادشاہ کے مقابلہ میں ایک چمار کی ہوتی ہے۔ حالاں کہ ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کسی بادشاہ نے چمار کو اپنے پاس تک آنے دیا ہو اور اللہ جلّ شانہ تو قطعِ نظر انبیائے کرام کے درجات کے، عوام مومنین متّقین کو قیامت کے روز ایسے قرب و منزلت کے مکان پر اپنے پاس بیٹھائے گا کہ اُس سے زیادہ عزّت متصوّر نہیں۔ چناں چہ سورۂ قمر میں ہے:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾(1)

یعنی، پرہیز گار لوگ قیامت کے روز باغوں اور نہروں میں ہوں گے، مکان پسندیدہ میں، ایسے بادشاہ کے پاس، جو قادر ہے سب چیزوں پر۔

آپ نے تو اپنی طرف سے بے جا طرف داری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، مگر خدا کے فضل سے آپ کے پیشوا کے اُگلے ہوئے پر کچھ بھی پردہ نہ پڑ سکا۔

نخلِ امید نہ اک بار بھی سرسبز ہوا
لاکھ ارمان کئے پھولنے پھلنے کے لئے

اب میں مختصراً اُن تین آیاتِ قرآنیہ اور تین احادیثِ نبویہ کا بھی جواب لکھتا ہوں، جو صاحبِ "ستارۂ محمدی" نے اپنی سوءِ فہمی سے بڑے فخر کے ساتھ اس مقام پر لکھی ہیں اور ناحق مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دے کر راہِ راست سے اُن کو بھکایا ہے:۔

قولہ:

پہلی آیت: سورۂ الحاقہ میں خدا نے آں حضرت کی نسبت فرمایا:

---

(1)۔۔:[پ:۲۷، القمر، ۵۴۔۵۵]

﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾[1] الخ۔

جواب:

اگر آپ اس آیت کا مفہوم سمجھتے تو کبھی اس کو اپنے اثباتِ دعویٰ میں پیش نہ کرتے؛ کیوں کہ یہاں خدا تعالیٰ نے صرف اپنی شان و عظمت اور جلال کو ہی ظاہر نہیں کیا، بلکہ کفار و منکرین کو، جو قرآن کو کلامِ الٰہی نہیں سمجھتے اور حضرت [صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم] کی خانہ ساز بات جانتے تھے، سخت تعریض و تہدید فرما کر حضرت [صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم] کے صدق و راستی پر کمال مبالغہ ظاہر فرمایا ہے اور اصل میں مابین محب و محبوب کے یہ ناز و نیاز کی باتیں ہیں۔ چناں چہ شیخ عبد الحق محدّثِ دہلوی نے "مدارج النبوت" میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

و این مبالغه است در صدق وے صلی الله علیه وسلم و نگاه داشتن حق تعالی از کذب و افتراء لیکن درین عبارت اظهارِ سطوت و غلبۂ ربوبیت است باوجود تشریف و تکریمِ ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ و این ناشی است از کمال محبت و اهتمام بحالِ وے و در حقیقت تعریض است بمفتریان و کذابان تا هوشیار شوند و اصل قاعده همان ست که سابقا گفته شد که ما را بآن نگاه باید داشت در آنچه در عالم محبی و محبوبی از ناز و نیاز بگزرد۔ انتهی[2]

[اور یہ حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم کی راست گوئی و سچائی اور حق تعالیٰ کا آپ کو کذب و افتراء سے محفوظ رکھنے کے سلسلے میں مبالغہ ہے۔ لیکن اس عبارت میں ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ کی مانند حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بزرگی و کرامت اور

---

(1)۔۔:[اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے۔ ضرور ہم ان سے بقوّت بدلہ لیتے۔ پھر ہم ان کی رگِ دل کاٹ دیتے۔][پ:۲۹، الحاقہ، ۴۴]

(2)۔۔: جلد اوّل، صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ ناصری۔[مدارج النبوۃ: باب سوم، وصل در بیان قول سبحانہ و ما ارسلنک من قبلک، 93/1]

قدر و منزلت کے باوجود اظہارِ سطوت و غلبۂ ربوبیت ہے اور یہ آیت آپ کے مہتم بالشان حال اور کمالِ محبّت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور در حقیقت مفتریوں اور کذابوں پر تعریض ہے، تاکہ وہ خبر دار و ہوشیار ہو جائیں۔ بہر حال اصل قاعدہ وہی ہے جو مذکور ہو چکا ہے کہ:

میرے لیے اس نگاہ کی وجہ سے ضروری ہے کہ محبوب و محب کے درمیان جو کچھ ہے، وہ راز و نیاز ہے۔]

افسوس! یہ کیسا زمانہ آگیا ہے کہ جس کلام کو محقّقین متقدّمین محب و محبوب میں ناز و نیاز کی باتیں قرار دیتے آئے ہوں، اس زمانہ کے گستاخ بے ادب اسلام کے پیرایہ میں اُسے مخاطب کی ذلت و حقارت پر محمول کریں؟

سچ ہے۔ مصرعہ:

ہنر بنظر عداوت بزرگ تر عیب است

حضرتِ من! یہ قرآن شریف ہے، بازیچہ گاہِ طفلاں نہیں کہ آپ بغیر تفسیرِ مفسّرین کے جس طرح چاہیں آیتوں کو اپنے مطلب کے لئے پھیر لیں اور وعید میں تفسیر برائیہ کا کچھ خیال نہ کریں۔ خدا کے لئے! ذرا تو عقل کو کام میں لاؤ! اگر بفرضِ محال حسبِ مفہوم اس آیت کے آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم] اپنے پاس سے کوئی بات کہہ کر خدا کے ذمہ لگاتے تو یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا کے آگے معاذ اللہ چمار سے بھی ذلیل ہو جاتے، حالاں کہ خدا نے منکرین کو آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم] کی صدقِ مقالی ظاہر کرنے کے لئے صرف اتنا ہی فرمایا ہے کہ بفرضِ محال ایسی صورت کے واقع ہونے میں ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اُن کی رگ کاٹ ڈالتے۔ یہ آپ کے فہم کی خوبی ہے کہ کچھ کا کچھ سمجھ لیا۔ ع:

سخن شناس نہ دلبرا خطا انیجا است

قولہ:

دوسری آیت: سورۂ زمر میں ہے:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾۔ (1)

تیسری آیت: سورۂ انعام میں ہے:

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾۔ (2)

جواب:

پہلی آیت میں گو آں حضرت [صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم] اور دوسری میں چند انبیاء کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے، مگر مراد اُن سے امت کے لوگ ہیں۔ چناں چہ پہلی آیت کے ذیل میں تفسیرِ "معالم التنزیل" میں لکھا ہے:

هٰذَا خِطَابٌ لِلرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُرَادُ بِهِ غَيْرُهُ. (3)

یعنی، خطاب ساتھ رسول کے ہے اور مراد اُس سے غیر لوگ ہیں۔

اور "مدارک التنزیل" میں لکھا ہے:

لأن الخطاب للنبي عليه السلام والمراد به غيره. (4)

[کہ خطاب نبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم سے ہے اور مراد دوسرے ہیں۔]

اسی طرح "تفسیرِ حسینی" وغیرہ میں لکھا ہے۔ (5)

اور دوسری آیت کے ذیل میں "تفسیرِ حسینی" میں لکھا ہے کہ:

دریں آیت تہدید عظیم است مر مشرکان را۔ انتہی (6)

[اس آیت میں مشرکین کو بڑی تہدید ہے۔]

"مدارج النبوت" میں محدّثِ دہلوی لکھتے ہیں:

---

(1)۔۔: [اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔] [پ:۲۴، الزمر، ۶۵]

(2)۔۔: [اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔] [پ:۷، الانعام، ۸۸]

(3)۔۔: صفحہ ۵۷۷، مطبوعہ بمبئی۔ [سورہ یونس، تحت آیۃ ۹۴۔ 434/2]

(4)۔۔: جلد دوّم، صفحہ ۲۱۷، مطبوعہ دہلی۔ [سورہ الزمر، تحت آیۃ ۶۵۔ 192/3]

(5)۔۔: جلد دوّم، صفحہ ۳۱۹۔ [تفسیرِ قادری ترجمہ اردو تفسیرِ حسینی: پ:۲۹، الحاقہ، تحت آیۃ ۴۴۔ 571/2]

(6)۔۔: جلد اوّل، صفحہ ۱۸۱۔ [تفسیرِ قادری ترجمہ اردو تفسیرِ حسینی: پ:۷، الانعام، تحت آیہ ۸۸۔ 274/1]

خطاب اگرچه بحضرت است ولیکن مراد تعریض بغیرِ او ست چنانکه در قولِ او تعالی:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾

و چنانکه قولِ او تعالی مر عیسی بن مریم علیہم السلام را:

﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

این روش در کلام بسیار افتد چنانکه سلطان امیر را بر قومی گماشت و میخواہد سلطان که امر کند رعیت را بحکمی توجه بآن قوم نمیکند بلکه بامیر میکند و میگوید که چنین و چناں کن و اگر چنین کنی و چناں کنی ترا چنین کنم و چناں کنم در ظاہرِ خطاب بامیر میکند و لیکن مراد قوم دارد و در حقیقت خطاب بایشاں میکند۔ انتہی(1)

[یعنی، خطاب اگرچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ہے، لیکن مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غیر کی تعریض ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾

اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔

اور جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں فرمایا:

﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا۔

کلامِ الٰہی میں یہ انداز بکثرت پایا جاتا ہے۔ جیسے: بادشاہ اپنا گورنر کسی قوم پر مقرر کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ رعایا کو کوئی حکم دے تو خطاب میں توجہ اس قوم سے نہیں کرتا، بلکہ اپنے گورنر سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: ایسے کرو اور ایسا نہ کرو، اگر ایسا کیا یا ایسا نہ کیا تو ایسا کروں گا۔ اس کا بظاہر خطاب تو امیر و گورنر سے ہوتا ہے، لیکن مقصود و مراد قوم ورعیت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حقیقت میں خطاب امت سے کرتا ہے۔]

---

(1)۔۔۔ مدارج النبوۃ، باب سوم، وصل ووضعنا عنک وزرک۔۔۔، 87/1 [صفحہ ۱۰۵، جلد اوّل۔]

اگر آپ تفاسیر اور محقّقین کی تحقیق کو دیکھتے اور کچھ عقل کو کام فرماتے تو یکا یک اس طرح ان آیات کو پیغمبروں کی ذلت و حقارت پر محمول نہ کرتے، مگر آپ دیکھتے کیوں؟ اگر دیکھا بھی ہوگا تو صریحاً چشم پوشی کرلی ہوگی؛ کیوں کہ آپ کو تو اس رسالہ کے لکھنے اور چھپانے سے محض تجارت کی ترقی مدِّ نظر ہے، اس موقع پر کسی نے سچ کہا ہے:

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

صد حجاب از دل بسوئ دیدہ شد

قولہ:

پہلی حدیث:

«اللَّهُمَّ إِنِّي ضَعِيفٌ فَقَوِّنِي، وَإِنِّي ذَلِيلٌ فَأَعِزَّنِي، وَإِنِّي فَقِيرٌ فَارْزُقْنِي»[1]

دوسری حدیث:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي شَكُورًا وَاجْعَلْنِي صَبُورًا وَاجْعَلْنِي فِي عَيْنَيَّ صَغِيرًا وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا.[2]

تیسری حدیث:

«رَبي فَذَلِّلْنِي وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِي، وَمِنْ سيء الْأَخْلَاقِ فَجَنِّبْنِي»[3]

جواب:

ان احادیث میں لفظِ «ذَلِيلٌ» اور «فَذَلِّلْنِي» سے مراد ذلت و خواری نہیں ہے، جس سے آپ کو دھوکہ ہوا؛ کیوں کہ اگر «ذَلِيلٌ» سے ذلت و خواری کے معنی مراد رکھے جائیں تو پہلی حدیث کے جملہ « وَإِنِّي ذَلِيلٌ» کا آیت ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ

(1)۔۔:المستدرک علی الصحیحین: کتاب الدعاء والتکبیر والتهلیل والتسبیح والذکر، رقم1931۔708/1

(2)۔۔:مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار: مسند بريدة بن الحصيب رضي الله عنه، رقم4439۔315/10

(3)۔۔:كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال: حرف الهمزة، كتاب الأذكار من قسم الأفعال من حرف الهمزة، باب في الدعاء، فصل في أدعية مؤقتة، الأدعية المطلقة، رقم5087۔688/2

وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾[1] سے صریح تناقض ثابت ہو گا کہ خدا تو حضرت[صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] کو معزّز فرمائے اور وہ اپنے آپ کو ذلیل قرار دے کر عزّت کے خواہاں ہوں۔

اور تیسری حدیث کا پہلا جملہ «رَبي فَذَلِّلْنِي» حدیث «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْفَاقَةِ وَ الذِّلَّةِ»[2] سے متناقض ہے؛ کیوں کہ پہلی حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"اے ربّ! مجھ کو ذلیل کر"

اور دوسری میں فرماتے ہیں کہ:

"میں ذلت سے پناہ چاہتا ہوں۔"

اصل حال یہ ہے کہ لفظِ "ذلیل" چند معنی میں مشترک ہے جیسا کہ "غیاث اللغات" میں لکھا ہے:

ذلیل:خوار(از منتخب)و در لطائف بمعنی خوار و گنہگار و رام و مطیع و نرم وآسان۔انتہی[3]

["منتخب" میں ذلیل کا معنی خوار اور "لطائف" میں بمعنی خوار و گناہ گار اور مطیع و فرماں بردار اور نرم و آسان ہے۔]

اور ذلیل مفرد ہے اور جمع اس کی اذلّہ واذلاء ہے۔ جیسا کہ "منتخب"[4] میں ہے۔

پس ان احادیث میں پہلے معنی مراد نہیں، بلکہ نرم و رام و مطیع و آسان میں سے حسبِ موقع مراد ہیں اور انہیں معنی کے مرادف ہے، جو ملا علی قاری نے "حرز الثمین شرح حصن حصین" میں لکھا ہے:

---

(1)۔۔: یہ آیت سورہ منافقون میں ہے۔[اور عزّت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔][پ:۲۸المنافقون،۸]

(2)۔۔: یہ حدیث حصن حصین مطبوعہ نول کشور کے صفحہ ۱۸۳ میں ہے۔[الحصن الحصین من کلام سیّد المرسلین:الادعیۃالتی ھی غیر مخصوصۃبوقت ولاسبب، ص135]

(3)۔۔: صفحہ ۱۸۸، مطبوعہ نول کشور۔[غیاث اللغات: باب ذال معجمہ، فصل ذال معجمہ مع لام، 1/456]

(4)۔۔: بر صفحہ ۱۸۰، مطبوعہ نول کشور۔[باب الذال مع اللام]

فالمرادبالذلّةعدم الجاہ و الإعتبار عند عامة الناس. انتھی[1]

[یعنی، ذلت سے مراد لوگوں کے نزدیک جاہ وجلال اور اعتبار کا نہ ہونا ہے۔]

اور یہی معنی قرآن میں بھی بعض مقامات میں مراد ہیں۔ چناں چہ:

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾[2]

یعنی، نرم ہیں مومنوں پر اور غالب ہیں کافروں پر۔

﴿اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ﴾[3]

یعنی، وہ بیل ہے، نہ فرماں بردار یعنی، جُتا ہوا۔

[پہلی حدیث کا مطلب:]

سو اس تحقیق کے بموجب پہلی حدیث کے یہ معنی ہیں:

الٰہی! میں تحقیق کم زور ہوں، پس مجھ کو قوّت دے اور تحقیق میں نرم اور بے دبدبہ ہوں، پس مجھ کو عزیز و غالب کر اور تحقیق میں فقیر ہوں، پس مجھ کو روزی دے۔

پس اس میں کچھ شک نہیں کہ ابتداء میں حضرت[صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم] بہت کم زور اور نرم و بے دبدبہ تھے اور کفار اُن کو طرح طرح کی تکالیف پہچاتے تھے، جس کے لئے حضرت[صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم] کو یہ بھی دعا مانگنی پڑی:

«اللَّهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ»[4]

یعنی، خداوندا! قوی کر اسلام کو عمر کے اسلام کے ساتھ۔

اور ایک دفعہ یہ بھی فرمایا:

«اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ»[1]

---

(1)۔۔: صفحہ ۴۸۴، مطبوعہ نول کشور، برحاشیہ۔[الحرز الثمین للحصن الحصین:1480/3]

(2)۔۔: یہ آیت سورۂ آل عمران میں ہے۔[پ:۶، آل عمران، ۵۴]

(3)۔۔: یہ آیت سورۂ بقرہ میں ہے۔[وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے۔][پ:۱، البقرہ، ۷۱]

(4)۔۔: پوری حدیث مشکوۃ باب مناقب عمر کے فصل سوّم میں لکھی ہے۔[مشكاة المصابيح: كتاب المناقب، باب مناقب عمر، الفصل الثالث، رقم6052۔1706/3]

یعنی، خدایا! عزیز اور غالب کر اسلام کو بسبب اسلام لانے ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے۔

[دوسری حدیث کا مطلب:]

دوسری حدیث کا یہ مطلب ہے کہ:

الٰہی! کر مجھ کو بہت صبر کرنے والا اور کر مجھ کو بہت شکر کرنے والا اور کر مجھ کو میری آنکھوں میں چھوٹا (تاکہ میں عُجب اور غرور میں نہ پڑوں) اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا (تاکہ اُن میں میرا وعظ اور امر و نہی اثر کرے۔ کذا فی "حرز الثمین شرح حصن حصین" لملا علی قاری۔[2]

[تیسری حدیث کا مطلب:]

تیسری حدیث اس کی مرادف ہے۔

یعنی، اے ربّ! مجھ کو میری نظر میں نرم کر اور لوگوں کی نظر میں مجھ کو عظیم دِکھلا اور بُری عادتوں سے مجھ کو دور رکھ۔

پس دیکھو ان احادیث کا کیا مطلب تھا، جن کو مؤلّفِ "ستارہ" نے اپنی کم فہمی سے کچھ اور ہی سمجھ کر معاذاللہ حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] کی ذلت پر محمول کر دیا اور اسی سرمایۂ علمی و بے بضاعتی پر یہ بے لگامی کہ آئمہ مجتہدین پر طعن کر رہا ہے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے: ؎

اگر ہوتا زمانے میں حصولِ علم بے محنت
تو بس ساری کتابیں ایک جاہل دھو کے پی جاتا

[قولہ:]

صاحبِ "شہابِ ثاقب" و "ستارہ محمدی" اپنے پیشوا کے اس قول کی نسبت کہ:

---

(1)۔۔: ایضاً ایضاً فصل دوّم میں ہے۔[مشکاۃ المصابیح: کتاب المناقب، باب مناقب عمر، رقم 1704/3۔6045]

(2)۔۔: صفحہ ۴۷۴۔۴۷۵ مطبوعہ نول کشور، برحاشیہ۔[الحرز الثمین للحصن الحصین:1544/3]

”سب لوگ پہلے اور پچھلے آدمی اور جن، یہ سب مل کر جبرائیل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اُس مالک الملک کی سلطنت میں اُن کے سبب سے کچھ بھی رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اُس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں۔“

یہ فرماتے ہیں کہ یہ اس حدیثِ قدسی کا ترجمہ ہے:

«يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ، مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا»(1)

جواب:

آپ کا یہ کہنا کہ مولوی محمد اسماعیل کا ایسا لکھنا بعینہ حدیثِ مذکورہ بالا کا ترجمہ ہے، بجائے اُن کے ابراء کے ثابت کرتا ہے کہ اُن کو عربی عبارت کے سمجھنے اور صحیح ترجمہ کرنے تک لیاقت نہیں تھی، ورنہ «كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ» کا ترجمہ (جبرائیل و پیغمبر ہی سے ہو جائیں) نہ کرتے۔ ایسا ہی جملہ « كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ» کا [ترجمہ] (سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں)؛ کیوں کہ اس عبارت کا جس کو ذرا بھی عربی سے مس ہے، بخوبی معلوم ہے کہ یہ مطلب نہیں، بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ:

ایک مرد بڑے متّقی اور پرہیز گار دل کی صفت پر یعنی، پیغمبر کے برابر متّقی ہو جائیں۔

سو یہ غلطی گو آپ جیسے موٹی عقل والوں کے نزدیک ایک ذرا سی معلوم ہوتی ہو گی، مگر حقیقت میں یہ اس قدر بڑی ہے کہ اُس سے کفر لازم آسکتا ہے؛ کیوں حدیث کے مفہوم کے بموجب ہر ایک آدمی پیغمبر کے برابر پرہیز گاری کر سکتا ہے؛ کیوں کہ پرہیز گاری و گناہ گاری ایک مکسوبی بات ہے،(2) اس لئے بندہ مامور بہ اوامر و نواہی

---

(1)۔۔: [صحیح مسلم: کتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحریم الظلم، رقم 55-(2577)]

(2)۔۔: [انبیاءے کرام افضل الخلق اور اکرم الناس ہوتے ہیں اور بالخصوص سیّد المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم افضل الخلق، اکرم الناس، خیر البشر اور اکرم البریۃ ہیں۔ کوئی بھی امتی چاہے علم و عمل، تقویٰ اور پرہیز گاری میں کتنا ہی بلند مرتبہ ہو، وہ کسی بھی نبی کے برابر نہیں ہو

ہے، لیکن آپ کے پیشوا کے قول: ”جبرائیل پیغمبر ہی سے ہو جائیں۔“

سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام لوگ مثل پیغمبر کے ہو سکتے ہیں اور ایسا ہونا اُن کے اختیار میں ہے اور یہ صریح کفر ہے؛ کیوں کہ پیغمبری کا درجہ مکسوبی نہیں کہ آدمی اچھے کام کر کے پیغمبر بن سکے، بلکہ وہبی ہے، جس کو خدا چاہتا ہے، اُس کو یہ مرتبہ بخشتا ہے۔ چناں اُس کی نسبت اللہ جلّ شانُہ جابجا فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (1)

[ترجمہ کنز الایمان: یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے دے۔]

اور پھر پیغمبر بھی ایسے پیغمبر جیسا ہونا، جس کے حق میں یہ حدیثِ قدسی وارد ہے:

«لَوْلَا مُحَمَّد - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لماظهرت رُبُوبِيَّتِي» رواه الحاكم (2)

[اگر محمد - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نہ ہوتے تو میں اپنا ربّ ہونا ہی ظاہر نہ کرتا۔]

«عَنْ عُمَرَ مَرْفُوعًا: إِنَّ آدَمَ رَأَى اسمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوبًا عَلَى الْعَرْشِ وَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ لآدَمَ: لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ». رواه الحاكم في صحيحه (3)

[حضرت عمر سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ نے عرش پر اسمِ محمد لکھا ہوا دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ کو ارشاد فرمایا: اگر محمد-

---

سکتا، خصوصاً محبوبِ ربّ العالمین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم کے رتبہ اور درجہ تک تو کوئی نبی یا رسول بھی نہیں پہنچ سکتا۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

"قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" ملقب بنام "تجلی الیقین بأن نبینا سیّد المرسلین (۱۳۰۵ھ)" از: امام اہلِ سنت

"مبین الهدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفی (۱۳۲۴ھ)" از: امام اہلِ سنت

"تلألؤ الأفلاک بجلال حدیث لولاک (۱۳۰۵ھ)" از: امام اہلِ سنت]

(1)۔۔: [پ:٦، المائدہ، ۵۴]

(2)۔۔: یہ حدیث ہدیہ حرمین کے صفحہ ۲۴ میں ہے۔ ۱۲

(3)۔۔: یہ حدیث رسالہ مصنوع ملا علی قاری کے حاشیہ، صفحہ ۳۲ پر مرقوم ہے۔ [المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (الموضوعات الصغرى) میں یہ حدیث نہیں مل سکی، البتہ علامہ ابوالحسنات محمد عبد الحی انصاری لکھنوی علیہ الرحمہ کی الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ذكر بعض القصص المشهورة، ص 44 پر من وعن یہ موجود ہے۔]

صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ -نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔]

افسوس! آپ کچھ سوچتے سمجھتے نہیں اور تمہارے فرقہ کا جو کوئی شخص کچھ لکھ دیتا ہے، آنکھیں بند کئے آمنّا و صدَّقنا کہہ کر اُس پر عمل کرنے لگ جاتے ہو اور زبان سے فخر اتّباعِ حدیث کا کرتے ہو۔

کیا فخر کرتے ہو ایسی وجہ پر
روؤ گے محشر میں ایسی سوچ پر

اس کے بعد صاحبِ "شہاب" نے دو آیتیں ایسی لکھ ماری ہیں، جن کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

مجھ کو لوگوں کے ایمان و کفر کی کچھ پرواہ نہیں اور اُن کے اسلام و کفر سے میرا کچھ سُدھرتا و بگڑتا نہیں۔

سو یہ ہم بالرّأس والعین مانتے ہیں اور یہ ہی ہمارا دین و ایمان ہے، مگر آپ کے پیشوا کے قول سے ان آیات کو کیا نسبت؟ جو آپ نے بایں ریش و فش لکھ ماریں۔

قولہ:

مولوی صاحب مرحوم کا فرمانا کہ:

"خدا چاہے تو ایک آن میں جبرائیل اور محمد جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے۔"

یہ عین ترجمہ اس آیت کا ہے، جو سورۂ فرقان میں ہے:

﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا﴾[1]

یعنی، اگر ہم چاہتے تو ضرور کھڑا کرتے، ہر ایک بستی میں، نبی ڈرانے والا۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی نے کئی وجہ لکھی ہیں، جن میں سے تیسری وجہ یوں لکھی ہے کہ:

"اس آیت میں خدا نے آں حضرت کی شان میں اپنے کمال لطف اور عنایت کو ظاہر فرمایا اور کچھ اس میں اپنی عظمت و جلال و بے پرواہی کا بھی جلوہ دکھایا۔ یعنی، یہ فرمایا

---

(1)۔۔:[پ:۱۹،الفرقان،۵۱]

کہ ہم ہر ایک بستی میں محمد جیسے نبی کے بھیجنے پر قادر ہیں اور محتاج نہیں ہیں۔ البتہ ایک محمد کی تادیب ہے اور اظہار اپنی کمالِ قدرت اور جلال کا۔ اور پھر یہ فرمایا کہ اگر چاہتے تو ایسا کر دکھلاتے، مگر چاہا ہی نہیں اور تم ایک ہی کو کُل عالَم کا نبی بنایا۔ اظہار ہے کمالِ لطف اور عنایت کا۔" انتہی ملخصاً

جواب:

یہ آیت جس کو آپ نے اپنی خوش فہمی سے بڑے فخر کے ساتھ اپنے مدّعا کے اثبات میں پیش کیا ہے، یہ تو عین ہمارے مطلب کی اور عدمِ امکانِ نظیر خاتمیّت آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم] کی دلیل قوی ہو کر تمہارے مدّعا کو بالکل بیخ و بن سے برکندہ کرنے والی ہے؛ کیوں کہ یہ آیت مکی ہے اور اس میں خدا نے یہ اظہار فرمایا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو البتہ کھڑا کرتے ہر ایک گاؤں میں پیغمبر ڈرانے والا، لیکن اس لئے نہیں چاہا کہ تم پر نبوّت ختم ہو کر تمہاری عظمتِ شان و علوِّ مکان قیامت تک ظاہر ہو۔ چناں "تفسیرِ حسینی" میں لکھا ہے:

اگر میخواستیم ہر آئینہ برمی انگیختم در ہر دیہی پیغمبری بیم کننده اما بجہت تعظیم شان و علو مکان تو نبوت را بر تو ختم کردیم وترا یگانہ مسلمانان و مردمان تا روز قیامت مبعوث سا ختیم۔ انتہی[1]

[اگر ہم چاہتے تو ہر ایک گاؤں میں ڈر سنانے والا پیغمبر بھیج دیتے، لیکن اے محبوب! آپ کی تعظیم و علوِ شان کی وجہ سے آپ پر نبوّت ختم کر دی اور آپ کو قیامت تک کے لیے ساری کائنات کے لیے مبعوث فرمادیا۔]

ایسا ہی دیگر تمام تفاسیر میں قریب قریب اس کے لکھا ہے اور اس کے بعد مدینہ میں آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم] کے حق میں آیت ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

---

(1)۔۔: صفحہ ۹۴، جلد دوم، مطبوعہ احمدی۔ [تفسیرِ قادری ترجمہ اردو تفسیرِ حسینی: پ:۱۹، الفرقان، تحت آیت ۵۱۔ 145/2]

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾[1] نازل فرمائی ہے۔

اس کی تفسیر میں ”معالم التنزیل“ میں لکھا ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يُرِيدُ لَوْ لَمْ أَخْتِمْ بِهِ النَّبِيِّينَ لَجَعَلْتُ لَهُ ابْنًا يَكُونُ بَعْدَهُ نَبِيًّا. وَرُوِيَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَمَّا حَكَمَ أَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ لَمْ يُعْطِهِ وَلَدًا ذَكَرًا يَصِيرُ رَجُلًا. انتهى[2]

[حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں: مراد یہ ہے کہ اگر میں اُن (حضور عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) پر سلسلۂ نبوّت ختم نہ کرتا تو میں اُنہیں بیٹا عطا کرتا جو اُن کے بعد نبی ہوتا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس سے بروایت عطا مروی ہے: جب اللہ جلّ شانُہ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپ کو بیٹا عطا نہ فرمایا جو مرد (جوان) ہوتا، (حضرت ابراہیم رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے)۔]

اور ”مشکوۃ“ میں ”بخاری“ و ”مسلم“ کی حدیث اس طرح پر درج ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ أُحْسِنَ بُنْيَانُهُ تُرِكَ مِنْهُ مَوضِعُ لبنة فَطَافَ النُّظَّارُ يتعجّبونَ من حُسنِ بنيانِه إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ». انتهى[3]

یعنی، رسولِ خدا نے فرمایا کہ میری مثَل اور مجھ سے اگلے پیغمبروں کی مثَل اُس شخص کی طرح ہے کہ جس نے ایک مکان بنایا۔ سو اُس کو بہت سُتھرا اور اچھا بنایا، مگر اُس کے کونوں میں سے کسی کونے کو ایک اینٹ کے برابر ناتمام رکھا، سو آدمی اُس میں دیکھنے

---

(1)۔۔: [ترجمہ کنز الایمان: محمّد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔][پ: ۲۲، الاحزاب، ۴۰]

(2)۔۔: صفحہ ۱۷۷، جلد دوم، مطبوعہ بمبئی۔[معالم التنزيل في تفسير القرآن/تفسير البغوي: پ: ۲۲، سورۃالاحزاب، تحت آیۃ ۴۰۔646/3]

(3)۔۔: فضائل سید المرسلین، فصل اوّل۔[مشكاة المصابيح: كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين، الفصل الأول، رقم 5745۔1601/3]

کو گھومنے لگے اور تعجّب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ اینٹ کیوں نہیں جمائی گئی، سو وہ اینٹ میں ہوں اور میں نے بند کر دی ہے جگہ اینٹ کی، پورا ہوا ہے مجھ سے مکان نبوّت کا اور پورے ہوئے ہیں مجھ سے پیغمبر۔

وَعَنِ العِرْباض بن سارِيةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «إِنِّي عِنْدَ اللهِ مَكْتُوبٌ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ». (1)

یعنی، میں خدا کے پاس خاتم النبیّین لکھا ہوا ہوں۔

دیکھو پہلی آیت میں خدا نے ﴿وَ لَوْ شِئْنَا﴾ کا لفظ فرما کر ضمناً اپنی عدمِ مشیّت کا اظہار دربارۂ نظیرِ رسولِ کریم کیا ہے اور مشیّت خدا کی صفاتِ ازلیہ میں سے مثل حیات وعلم وقدرت وغیرہ کے ہے اور مشیّت مراد ہے ارادہ تامہ سے جس کے خلاف نہیں کر سکتا جیسا کہ عقائد کی کتابوں میں مثل شرح فقہ اکبر وشرح عقائدِ نسفی وغیرہ کے مصرّح ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ دنیا وآخرت میں جو جو چیز واقع ہونی ہے وہ سب خدا کی مشیّتِ ازلیہ وعلم وقدرت سے لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھی گئی ہے۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝﴾ (2)

پس آیتِ مذکورہ حسبِ مفہوم خود اور بیانِ تفاسیر یہ ثابت کرتی ہے کہ اگر ہم اپنی مشیّتِ ازلیہ میں چاہتے تو محمد جیسے اور پیغمبر مبعوث کرتے، مگر اس لئے مبعوث کرنا نہیں چاہا کہ اُن کی اعلیٰ شان اور فضیلت ثابت ہو اور دوسری آیت میں اُس فضیلت کا بیان کر دیا کہ وہ ختمِ نبوّت ہے کہ اُن کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ ہو گا اور حدیث نے اُس کی تائید میں یہ بتا دیا کہ مکانِ نبوّت میں جو ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اُس کو ہمارے وجود باجود نے پُر کر کے مکمّل کر دیا ہے۔ اب اُس میں اور کسی اینٹ کے لگنے کی گنجائش نہیں رہی۔ پس پہلی آیت کا یہ مطلب ہوا کہ ہم نے نہ تو محمد کے اوّل اور نہ اُن کے بعد اُن جیسا

---

(1)۔۔: مشکوۃ: فضائل سید المرسلین، فصل دوّم۔[مشكاة المصابيح: كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين، الفصل الثاني، رقم 5759۔1604/3]

(2)۔۔:[اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔][پ:۲۷، القمر،۵۳]

اور نبی بھیجنا چاہا ہے۔ سو اس صورت میں مولوی محمد اسماعیل کا یہ قول کہ:

”خدا چاہے تو ایک آن میں جبرائیل اور محمد جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے۔“

آیات و احادیثِ مذکورہ کے سراسر مخالف ہے:۔

اوّل: اس لئے کہ خدا تو یہ فرماتا ہے کہ ہم نے نہ اب نہ آئندہ کو محمد جیسا اور کوئی بھیجنا چاہا ہے اور آپ کے پیشوا یہ کہہ کر کہ:

”خدا تو محمد جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے۔“

خواہ نخواہ خدا کی مشیّت کو حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم] جیسا پیدا کرنے متعلّق کر کے آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم] کی خاتمیّت میں لوگوں کو شبہ میں ڈالتے ہیں۔

دُوُم: یہ فقرہ کہ: ”کروڑوں پیدا کر ڈالے۔“

ثابت کرتا ہے کہ حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم] جیسے کروڑوں پیغمبر خدا کے علم میں موجود ہیں، صرف پیدا و ظاہر کرنے کی دیر ہے، حالاں کہ حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم] نے اپنے حق میں «إِنِّي عِنۡدَ اللّٰہِ مَکۡتُوبٌ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ» فرمایا ہے۔

اور تفسیرِ ”جلالین“ میں زیرِ آیت ﴿وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا﴾[1] کے لکھا ہے: بِأَنۡ لَا نَبِيَّ بَعۡدَہ۔[2]

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ: ”پیدا کر دینا اور بات ہے اور کر سکنا اور بات۔“

حضرتِ من! یہ بات ہم بھی جانتے ہیں، مگر کیا کریں آپ کی اس تاویل کو خود اُس کی عبارت ہی جھٹلا رہی ہے۔ خدا کے لئے! آنکھوں پر سے تعصّب کی پٹّی اُتار کر دیکھو کہ وہ تو صاف ”پیدا کر ڈالے“ کہہ رہے ہیں، جو ”کر ڈالے“ و ”کر دے“ ایک ہی ہیں، کہاں اُنہوں نے ”پیدا کر سکتا ہے“ لکھا ہے، جو آپ "المعنی فی بطن الشاعر" پر عمل کر کے ناحق تحریفِ معنوی کرتے ہیں اور اپنی عاقبت کو سنوار رہے ہیں۔ سچ ہے:ـ

---

(1)۔۔: [پ: ۲۲، الاحزاب، ۴۰]

(2)۔۔: [تفسیر الجلالین: پ: ۲۲، سورۃ الاحزاب، تحت آیۃ ۴۰۔ ص 556]

بے بصیرت را نباشد درحق و باطل تمیز
کور یک داند عصائی سحر و اعجاز کلیم

سوم:

قولِ مذکور ثابت کرتا ہے کہ حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] جیسا اور پیدا ہونا ممکن ہے، گو وقوع میں نہ آئے، سو اس کو بھی علمائے کرام نے بالاتّفاق کفر لکھا ہے۔ چناں چہ شیخ شہاب الدین فضل اللہ توپشتی متوفی ۶۶۱ ہجری، شارح "مصابیح السنہ" نے اپنی کتاب "معتمد المعتقد" میں -جو مشہور بہ "عقائدِ تورپشتی" ہے- لکھا ہے:

و پیش از آمدن رسول علیه الصلوة و السلام بزبانِ انبیاء پیشن که وصف پیغمبر کرده اند گفته شد که محمد صلی الله علیه وسلم آخر انبیاء است در کتبِ انبیاء ہمه یاد کرده اند که محمد صلی الله علیه وسلم خاتم انبیاء است و معنی خاتمیت آن که مثلا قاری گوید که من بآخر سوره و الناس رسیده ختم قرآن نموده ام۔زندیقان که منکر خاتمیت اند ظاہرا انکار آن زبانی اظہار نیارد کردن اما به بہانه ﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ پائے نہند و اہلِ اسلام را در بہشت اندازند۔ پس ہر که گوید بعد از وے صلی الله علیه وسلم نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و نیز آں کس که گوید که امکان دارد که باشد کافر است۔انتہی[1]

[اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آمد سے پہلے ہی اُن کے اوصاف انبیائے کرام کی زبانوں سے ظاہر ہو چکے تھے کہ فرمایا: حضور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم آخر الانبیاء ہیں۔ کتبِ انبیاء میں سب نے یاد فرمایا ہے کہ حضور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم آخر الانبیاء ہیں اور خاتمیت کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً: قاری یہ کہتا ہے کہ میں نے سورہ والناس تک قرآنِ کریم ختم کر دیا ہے۔

(1)۔۔۔: یہ عبارت سراج السلام فی دفع خدشات۔۔۔ الظلام، مطبوعہ ۱۲۸۵ ہجری کے صفحہ ۳۴ میں درج ہے۔

زندیق جو خاتمیّتِ حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے منکر ہیں، وہ ظاہر اًزبان سے انکار بیان نہیں کرتے، مگر آیتِ کریمہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ کی آڑ میں چھپاتے ہیں اور اہلِ اسلام کو بہشت میں ڈالتے ہیں۔ پس جو بھی یہ کہے کہ:

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہو گا۔

نیز! ہر وہ شخص جو یہ کہے کہ: [دوسرے نبی کے ہونے کا امکان ہے، وہ کافر ہے۔]

[قولہ:]

یہاں صاحبِ "ستارہ محمدی" کی دیانت کا بھی کچھ شمہ دکھلانا مناسب ہے، جنہوں نے بڑے فخر سے لکھا ہے کہ "تقویۃ الایمان" کے اس مضمون:

"خدا چاہے تو ایک آن میں جبرائیل اور محمد جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے۔"

کے مطابق کلام اللہ کی آیتیں موجود ہیں۔ دیکھو پہلی سورۂ نساء میں ہے:

﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَ یَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِیْرًا﴾ (1)

دوسری آیت سورۂ ابراہیم میں ہے:

﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۟ۙ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ۟﴾ (2)

جواب:

یہاں تو آپ کی مسلمانی خصوصاً اتّباعِ سنتِ نبوی کی قلعی خوب کُھل گئی کہ ان آیات کو جو کفا کے حق میں تھیں، اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے ناحق آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] پر منطبق کرکے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنایا۔ اگرچہ آیاتِ مذکورہ بالا کی ماقبل ومابعد آیات کو دیکھ کر ایک طفلِ مکتب بھی صاف

---

(1)۔۔:[اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور اوروں کو لے آئے اور اللہ کو اس کی قدرت ہے][پ:۵، النساء، ۱۳۳]

(2)۔۔:[وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں][پ:۱۳، سورۂ ابراہیم، ۱۹۔۲۰]

معلوم کر سکتا ہے کہ آیاتِ مذکورہ کفار کے حق میں ہیں، مگر ہم التزاماً تفاسیر سے بھی کچھ پیش کرتے ہیں:۔

دیکھو پہلی آیت میں ﴿اَیُّهَا النَّاسُ﴾ کے نیچے تفسیر "معالم التنزیل" میں لکھا ہے:

أَيْ:الْكُفَّارَ. (1)

"بیضاوی" میں ہے:

هذا التهديد لمن كفر به وخالف أمره. وقيل: هو خطاب لمن عادى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم من العرب. (2)

[یعنی، یہ تہدید ہر اُس شخص کو ہے جس نے آپ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کا انکار اور آپ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کے امر کی مخالفت کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب آپ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کے عرب دشمنوں سے ہے۔]

اور تفسیرِ "حسینی" میں لکھا ہے کہ:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم] نے مسلمانوں کی پشت پر دست مبارک مار کر فرمایا کہ ﴿یَأْتِ بِاٰخَرِیْنَ﴾ سے مراد تم ہی لوگ ہو۔ (3)

اور دوسری آیت میں ﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ﴾ کے نیچے تفسیرِ "عباسی" میں لکھا ہے:

يهلككم يا أهل مَكَّة. (4)

اور "تفسیرِ حسینی" میں لکھا ہے:

ببرد شما را اے اہلِ مکہ و معدوم گرداند و بیارد آفریدہ نو بجائے

---

(1)۔۔: صفحہ ۲۵۷، مطبوعہ بمبئی۔ [معالم التنزيل في تفسير القرآن/ تفسير البغوي: سورة النساء، تحت آية ۱۳۳۔ 711/1]

(2)۔۔: جلد اوّل، صفحہ ۲۰۶۔ [أنوار التنزيل وأسرار التأويل: سورة النساء، تحت آية ۱۳۳۔ 102/2]

(3)۔۔: دیکھو صفحہ ۱۴۳، جلد اوّل۔ [تفسیرِ قادری ترجمہ اردو تفسیرِ حسینی: پ:۵، النساء، تحت آیت ۱۳۳۔ 198/1]

(4)۔۔: صفحہ ۶۳۔ [تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس: پ:۱۳، سورۂ ابراہیم، تحت آیت ۱۹، ص 212]

شما که در کفر و تکذیب مثل شما نباشد۔ انتہی[1]

[لے جائے تمہیں اے اہلِ مکہ ! اور مٹادے اور تمہاری جگہ ایسی قوم کو لے آئے جو کفر و تکذیب میں تمہاری مثل نہ ہو۔]

علاوہ اس کے مؤلّفِ "ستارہ" نے اس خیال سے کہ شاید کوئی قرآن نکال کر ان آیات کو دیکھے اور ہمارا بہتان و کذب ظاہر ہو، ان آیات کے پتہ دینے میں یہ چالاکی کی کہ پہلی آیت کا سورۂ نساء میں پتہ دے کر حاشیہ پر لکھ دیا کہ یہ آیت چوتھے سیپارے کے چوتھے پاؤ میں ہے، حالاں کہ پانچویں سیپارہ میں ہے اور دوسری کی نسبت متن میں سورۂ ابراہیم کا پتہ لکھ کر حاشیہ پر لکھ دیا کہ یہ سورۂ فاطر کے تیسرے رکوع میں ہے، حالاں کہ کجا سورۂ ابراہیم، کجا سورۂ فاطر! اور ترمیم کرکے جو دوبارہ رسالۂ مذکورہ چھپوایا، اُس میں بھی اس کارسازی کو قائم رکھا، تاکہ یکایک آیاتِ مذکور لوگوں کو قرآن میں دستیاب نہ ہوسکیں۔ واہ! یہ کیا دین داری ہے؟ کیا اتّباعِ سنتِ نبوی اسی کا نام ہے کہ معاذاللہ آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] کو زمرۂ کفار میں شمار کردیا؟

افسوس! اس زمانہ نے بھی آنا تھا کہ جن باتوں کی مخالفِ اسلام نہیں جراءت کرسکتے تھے، اُن کو خود مدّعیانِ اسلام، اسلام کے پیرایہ میں کرنے سے نہیں گزرتے۔

لباس مومنان کار شیاطین

اور صاحبِ "ستارہ" جو آیت ﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ کو بار بار پیش کرتے ہیں، اس سے اُن کے دعویٰ کو کچھ بھی تائید نہیں ہوتی؛ کیوں کہ تفسیرِ "بیضاوی" میں لکھا ہے کہ:

اس آیت میں لفظ ﴿شَیْء﴾ کا مختص ہے ساتھ موجود کے؛ کیوں کہ ﴿شَیْء﴾ اصل میں شَاءَ کا مصدر ہے، جو کبھی بمعنی شاءٍ یعنی، فاعل کے بولا جاتا ہے اور اس صورت میں خدا تعالیٰ کو بھی شامل ہے:

﴿قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھٰدَۃً ط قُلِ اللّٰہُ قف﴾ [پ:۷، الانعام، ۱۹]

(1)۔۔: دیکھو صفحہ ۳۴۱، جلد اوّل۔ [تفسیرِ قادری ترجمہ اردو تفسیرِ حسینی: پ: ۱۳، سورۂ ابراہیم، تحت آیت ۱۹۔ ۲۰، 1/536]

اور کبھی بمعنی مَشِيءٌ أُخرىٰ یعنی، مفعول کے بولا جاتا ہے اور جس چیز کو خدا نے چاہا ہے، وہ موجود ہے، گو ظہور اُس کا پیچھے ہو اور اسی پر مبنی ہے، قولہ تعالیٰ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [پ:۱، البقرہ، ۲۰]

اور

﴿اَللّٰهُ خٰلِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [پ: ۲۴، الزمر، ۶۲] (1)

یعنی، مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ ﴿شَيْءٍ﴾ کا عام نہیں، بلکہ بمعنی مفعول بولا گیا ہے اور اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ خدا ہر ایک چیز پر جس کو اُس نے چاہا ہے، قادر ہے۔ ورنہ اگر عام لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ خدا اپنا ثانی بھی پیدا کرنے پر قادر ہے؛ کیوں کہ ﴿شَيْءٍ﴾ میں خدا بھی داخل ہے، سو یہ محال ہے، اس لئے دیگر تفاسیر میں لفظ ﴿شَيْءٍ﴾ کا بمعنی مفعول ترجمہ کیا گیا ہے۔ چناں چہ تفسیر ''جلالین'' میں لکھا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ﴾ شاءه ﴿قَدِيْرٌ﴾ (2)

اور ''معالم'' میں لکھا ہے:

قَرَأَابْنُ عَامِرٍ وَحَمْزَةُ: «شَاءَ، وَجَاءَ»، حَيْثُ كَانَ بِالْإِمَالَةِ. انتهى (3)

اور ملا علی قاری نے ''شرح فقہ اکبر'' میں لکھا ہے:

هذا وقد قيل: كل عام يخصّ كما خصّ قوله تعالىٰ: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ بما شاءه ليخرج ذاته و صفاته وما لم يشأ من مخلوقاته وما يكون من المحال وقوعه في كائناته.

والحاصل: أن كل شيء تعلقت به مشيئته، تعلقت به قدرته. (4)

[تحقیق کہا گیا ہے کہ ہر عام خاص ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ میں خاص کیا گیا، جو وہ چاہے، تا کہ خارج ہو جائے اُس

---

(1)۔۔: [أنوار التنزيل وأسرار التأويل: پ: ۱، البقرہ، تحت الآیہ ۲۰۔ 53/1]

(2)۔۔: صفحہ ۴ مطبوعہ بمبئی۔ [تفسير الجلالين: البقرہ، تحت الآیہ ۲۰۔ 6/1]

(3)۔۔: صفحہ ۱۷ مطبوعہ بمبئی۔ [معالم التنزيل في تفسير القرآن: البقرہ، تحت الآیہ ۲۰۔ 93/1]

(4)۔۔: صفحہ ۵۴ مطبوعہ فاروقی۔ [منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر: ص 78]

کی ذات، صفات اور مخلوقات میں سے جیسے وہ نہ چاہے اور یوں ہی وہ، کائنات میں جس کا وقوع محال تھا۔

الغرض ہر وہ شے جس کے ساتھ اُس کی مشیئت متعلق ہوتی ہے، اُس کے ساتھ اُس کی قدرت بھی متعلق ہوتی ہے۔]

پس آیت ہمارے دعویٰ کی مؤیّد ہے اور مخالفین کے مزعومات کی سراسر مُبطِل ہے۔

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

مولوی غلام قادر صاحب کی اس تفریع پر کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت کو خاتم النبیّین فرمایا تو دو حال سے خالی نہیں: خدا کو علم تھا کہ کوئی روح مثل رسولِ خدا کے ہے یا نہ تھا، اگر علمِ خدا میں تھا تو کہنا خاتم النبیّین کا کذب اور اور دروغ ہوا اور یہ کفر ہے اور اگر نہ تھا تو اب "تقویۃ الایمان" والا کہاں سے لکھتا ہے کہ:

"خدا چاہے تو محمد جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے۔"

اس کا جواب صاحبِ "شہابِ ثاقب" یہ دیتے ہیں:۔

قولہ:

اگر ایسا ہی ہے تو کئی جگہ تکذیبِ قرآن لازم آئے گی۔ چناں چہ:۔

پہلی نظیر: آپ فرمایئے کہ جب خدا نے خاتم النبیّین فرمایا تو دو حال سے خالی نہیں: خدا کو علم تھا کہ کوئی کوئی مثل رسولِ خدا کے ہے یا نہ تھا۔ اگر تھا تو کہنا خاتم النبیّین بقول آپ کے کذب ہوا، اگر نہ تھا تو خدا کہاں سے فرماتا ہے:

﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا﴾ (1)

جواب:

جب خدا نے آں حضرت کو خاتم النبیّین فرمایا تو کوئی روح مثل رسولِ خدا کے خدا کے علم میں نہ تھی، جیسا کہ تفسیرِ "جلالین" میں زیرِ آیت ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ

(1)۔۔:[پ:۱۹، الفرقان، ۵۱]

﴿عَلِيْمًا﴾[1] کے لکھا ہے: بِأَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَه.[2]

اور آیت ﴿وَ لَوْ شِئْنَا﴾ اس کی مناقض نہیں، جیسا کہ آپ نے اپنی خوش فہمی سے سمجھا ہے، چناں چہ اس کا بیان پیچھے مفصّل گذرا۔

قولہ:

دوسری نظیر: جب خدا نے ﴿وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ﴾[3] (یعنی، بنی آدم ہمیشہ آپس میں مختلف رہیں گے) فرمایا تو دو حال سے خالی نہیں: خدا کو علم تھا تمام بنی آدم کا ہمیشہ تک ایک ہی اعتقاد پر متّفق رہنے کا یا نہ تھا۔ اگر تھا تو کہنا ﴿وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ﴾ کا بقول آپ کے کذب ہوا اور اگر نہ تھا تو اللہ کہاں سے فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾[4]

یعنی، اگر چاہے تیرا ربّ، کردے ساری اولادِ آدم کو ایک ہی گروہ۔

جواب:

خدا کو علم تھا کہ تمام بنی آدم ایک اعتقاد پر نہ رہیں گے اور آیت ﴿وَلَوْ شَآءَ﴾ اس کی مناقض نہیں ہے، صرف آپ کے فہم کا قصور ہے کہ ﴿شَآءَ﴾ کا ترجمہ (چاہے) کر دیا، حالاں کہ اُس کا ترجمہ (چاہتا) ہے۔ یعنی، اگر تیرا ربّ چاہتا تو البتہ تمام ایک ہی گروہ ہوتے، سو اُس نے ایسا نہیں چاہا، اس لئے ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ واہ! اسی مادۂ علمی پر تصنیف و تالیف کا شوق ہوا ہے۔

قولہ:

جب خدا نے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾[5]
یعنی، جن لوگوں پر سچ ہوا کلمہ تیرے ربّ کے عذاب کا، وہ کبھی ایمان نہ لائیں گے۔

---

(1)۔۔: [پ:۲۲، الاحزاب، ۴۰]

(2)۔۔: [تفسیر الجلالین: پ:۲۲، سورۃ الاحزاب، تحت آیۃ ۴۰۔ ص556]

(3)۔۔: [پ:۱۲، ہود، ۱۱۸]

(4)۔۔: [پ:۱۲، ہود، ۱۱۸]

(5)۔۔: [پ:۱۱، یونس، ۹۶]

فرمایا تو دو حال سے خالی نہیں: خدا کو علم تھا تمام بنی آدم کے باایمان ہو جانے کا یا نہ تھا، اگر علم خدا میں تھا تو کہنا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ کا بقول آپ کے کذب اور دروغ گوئی ہوا اور یہ کفر ہے اور اگر نہ تھا تو اب خدا کہاں سے فرماتا ہے:

﴿وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا﴾ (1)

اگر چاہتا تیرا ربّ ضرور ہی مومن ہوتے سارے لوگ جو زمین میں ہیں۔

جواب:

خدا کو علم تھا کہ جن لوگوں پر ہمارا کلمہ سچ ہوا، وہ کبھی ایمان نہ لائیں گے اور دوسری آیت اس کی مناقض نہیں؛ کیوں کہ خدا کہتا ہے کہ ہم نے چاہا ہی نہیں کہ سب لوگ ایمان لائیں۔ پس اب تناقض کہاں رہا؟

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں
پر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

اس کے بعد مؤلّف نے بعنوان (جواب تحقیقی) محالِ عقلی کے قضیہ کو چھیڑ کر اُس میں پھر اُنہیں آیات ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ اور ﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا﴾ (2) کو پیش کیا ہے، جن کا جواب کما ینبغی پیچھے ہو چکا ہے اور نیز چوں کہ محالِ عقلی کی نسبت مولوی فضلِ حق و مولوی فضلِ امام و مولوی محمد قاسم صاحب بشرح وبسط بحث کر کے متعدّد رسالہ تالیف کر چکے ہیں اور محالِ عقلی کا مسئلہ ایسا ہے کہ عوام کو اُس کے سمجھنے سے معذور ہیں، اس لئے اُس کے جواب کی یہاں کچھ حاجت نہیں۔ ناظرین خود اُس کا دفعیہ کر سکتے ہیں۔

مؤلّف "ستارہ محمدی" نے گو اپنا رسالہ ترمیم کر کے چھپوایا ہے اور اُس میں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری کے مکتوب ۳۵ سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ:

---

(1)۔۔:[پ:۱۱، یونس، ۹۹]

(2)۔۔:[پ:۱۹، الفرقان، ۵۱]

اگر خواہد در ہر لحظه صد ہزار چون محمد بیافریند۔الخ

وہ حسبِ ذیل موجود ہے، قابلِ استناد نہیں اور مبحث سے خارج ہے:۔

اوّل:

یہ کہ مولوی غلام قادر صاحب کا یہ دعویٰ تھا چوں کہ آپ لوگ بغیر قرآن و حدیث کے اور کوئی بات نہیں مانتے، اس لئے اپنے پیشوا کے ہر ایک قول کو، جو اُس نے ''تقویۃ الایمان'' میں لکھا ہے، قرآن یا حدیث سے ثابت کرو۔

دُوُم: یہ کہ تم خود ہی حسبِ تحریر حضرت مجتہد امر تسری کے صوفیائے کرام کو۔ جو صرف نقشبندی، چشتی، قادری، سہروردی فرقوں میں منحصر ہیں، جن میں صاحبِ مکتوب مذکور بھی داخل ہیں۔ مشرک فی الرسالت و مشرک فی الالوہیۃ سمجھتے ہو، تو پھر اُن کے اقوال سے سند کیوں لیتے ہو۔

سِوُم: اگر آپ اہلِ تصوّف کے اقوال سے سند پکڑتے ہیں تو آپ کو صوفیائے کرام کا یہ قول بھی ماننا پڑے گا کہ آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم] کی تین صورتیں ہیں: ایک بشری دوسری ملکی تیسری حقی

جیسا کہ ''تفسیرِ حسینی'' میں سورۂ مریم کے شروع كٓهٰيٰعٓصٓ کی تفسیر میں لکھا ہے:

در مواہب صوفیان بادیه از مواہب الہی که برآن حضرت شیخ رکن الدین علاء الدوله والدین سمنانی قدس سره فرود آمده مذکور است که حضرت رسالت پناه راسه صورت است:

یکی بشری: قوله تعالیٰ:

﴿إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ﴾

دوم ملکی: چناں چه فرموده است:

«إِنِّي لَسۡتُ كَأَحَدِكُمۡ، عِنۡدَ رَبِّي يُطۡعِمُنِي وَيَسۡقِينِي»

سوم حقی: کما قال علیه السلام:

«لي مع الله وقت لا يسعني فيه مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرۡسَلٌ»

وازین روشن تر:

«مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ»

وحضرت اللّٰہ تعالیٰ را با او در ہر صورتے سخنے بعبارتے دیگر واقع شدہ در صورت بشری کلمات مرکب چون﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾و در صورت ملکی حروف مفردہ مانند﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾و در صورت حقی کلام مبہم کہ﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾انتہی[1]

[مواہبِ صوفیا میں حضرت شیخ سمنانی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے مواہب میں سے مذکور ہے کہ حضور رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تین صورتیں ہیں:

(۱)... **صورتِ بشری:** جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾

(۲)... **صورتِ ملکی:** جیسا خود حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

«إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ، عِنْدَ رَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي»

(۳)... **صورتِ حقی:** جیسا خود آپ نے فرمایا:

«لي مع اللّٰه وقت لا يسعني فيه مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ»

اور اس سے بھی واضح یہ حدیث ہے کہ:

«مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ»

اور حضرت حق تعالیٰ کا ہر صورت میں آپ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کے ساتھ کلام اور ہی عبارت میں واقع ہوا ہے۔ صورتِ بشری میں مرکّب کلمے۔ جیسے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾

اور صورتِ ملکی میں حروفِ مفردہ۔ جیسے:

﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾ وغیرہ مقطّعات

اور صورتِ حقّی میں کلام مبہم کہ:

﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾ الآیہ۔]

اور شیخ عبد الحق محدّثِ دہلوی نے "مدارج النبوت" میں لکھا ہے:

(1)۔۔: جلد دوم، ص ۱۱۔۱۲، [تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیرِ حسینی: پ:۱۶، سورۂ مریم، تحت آیت ۱۔10/2]

بداں که احوال و اوصاف شریف آنحضرت صلی الله علیه وسلم دو قسم اند: یکی از آنچه مذکور اند در احادیث و اخبار که ماثور اند بنقلِ ثقات و مسطور اند در کتبِ سیر از اخلاق و صفات که کافی و وافی اند در نبوت و رسالت وے و افضلیت و اکملیت وے از سائر انبیا و رسل۔

و قسمے دیگر ست که مکاشفانِ اسرارِ حقیقت و مشاہدانِ انوارِ وحدت بدیده بصیرت دریافته۔۔اند که انبیاء مخلوق اند از اسماء ذاتیۂ حق و اولیاء از اسماء صفاتیه و بقیه کائنات از صفاتِ فعلیه و سید الرسل مخلوق ست از ذاتِ حق و ظہور حق در وے بالذات ست۔انتہی ملخّصاً[1]

[جان لو کہ حضور عَلَیۡهِ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ کے احوال واوصاف دو قسم کے ہیں:

ایک تو وہ ہیں جو احادیث و اخبار میں مذکور ہیں اور کتبِ سیر میں جو اخلاق و صفات مذکور و مسطور ہیں، وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّم کی نبوّت ورسالت اور تمام انبیاء ورسلِ کرام سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّم کے افضل واکمل ہونے میں کافی ووافی ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو مکاشفانِ اسرارِ حقیقت اور مشاہدینِ انوارِ وحدت نے دیدۂ بصیرت پایاہے کہ انبیاء کرام حق تعالٰی کے اسمائے ذاتیہ، اولیاء اسمائے صفاتیہ اور دیگر کائنات صفاتِ فعلیہ سے پیدا کئے گئے ہیں اور حضور سیّد الرسل صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّم ذاتِ حق سے مخلوق ہیں اور ظہورِ حق آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّم میں بالذات ہے۔ انتہی ملخصاً]

پھر دوسرے صفحہ میں لکھتے ہیں:

پس انبیاء و اولیاء علیہم صلوات الله و سلامه مظہر اسماء و صفات گشتند و محمد صلی الله علیه وسلم مظہر ذاتِ حق۔پس گشت ذی مقام اجلال و اکرام علیه بالذات و بواسطه علیہم افضل

---

(1)۔۔:جلد دُوُم، صفحہ ۷۰۲۔[مدارج النبوۃ،تکمله در صفاتِ کامله رسول صلی الله علیه وسلم بلسان اہل معرفت۔۔۔،2/608۔609]

الصلوات و السلام و چون سید رسل مخلوق ست از ذاتِ حق و ظهورِ حق بروے بالذات ست منفرد و فائق آمد از ہر که غیرِ اوست در تمامه صفات و جمیع کمالات و ہم ازیں جہت ناسخ است دین وے سائر ادیان را۔انتہی[ملخّصاً] (1)

[پس انبیا و اولیا علیھم صلوات اللہ و سلامہ مظہرِ اسما و صفات ہوئے اور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم مظہرِ ذاتِ حق تو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم بالذات صاحبِ عظمت مقامِ اجلال واکرام ہیں اور باقی سب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے واسطے سے، جب کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم ذاتِ حق سے مخلوق ہیں اور ظہورِ حق اُن پر بالذات ہے، لہٰذا تمام صفات و کمالات میں دیگر سب سے منفرد و فائق تشریف لائے اور اسی جہت سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا دین تمام ادیان کا ناسخ (منسوخ کرنے والے) ہے۔]

اور اس کے بعد چند صفحات میں قرآن وحدیث سے اس کے دلائل بیان کئے ہیں۔

اب آپ کو لازم ہے کہ اہلِ باطن کے قولِ مذکورہ بالا کو بھی بالرّاس والعین تسلیم کریں، ورنہ ﴿اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَتَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ﴾ کا مصداق ہونا پڑے گا، حالاں کہ آپ اس سے صرف انکار ہی نہیں کرتے، بلکہ آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم] کی حقی صورت اور خدا کی ذات سے مخلوق ثابت کرنے والوں کو کافر تک کہنے سے نہیں چوکتے، جیسا کہ آپ کے مجتہد امرتسری نے "تحقیق الکلام" کے صفحہ ۴۴ میں:

گفته او گفته الله بود

کے قائل تک کو مشرک کہا ہے۔ پس جب آپ اہلِ باطن کے بیانِ مذکورہ بالا کو مان لیں تو اُس وقت ہم آپ کو مکتوبِ مذکور کی عبارتِ محوّلہ کی ٹھیک ٹھیک تاویل بھی سمجھادیں گے اور یہ بھی ظاہر کردیں گے کہ ہم صاحبِ مکتوب کو عبارتِ مذکور کے لکھنے پر اس لئے ملامت نہیں کرتے۔

---

(1)۔۔:[مدارج النبوة:،تکمله در صفاتِ کامله رسول صلی الله علیه وسلم بلسان اہل معرفت۔۔۔،609/2]

قدیم نسخہ کی ۱۴۰ سال بعد اوّلین تحقیقی اشاعت

آفتابِ محمّدی (حصہ دوم)

۱۳۰۰ھ

عمدۃ المناظرین زبدۃ المباحثین عالمِ معقول و منقول ماہرِ فرع و اصول

علامہ فقیر محمد جہلمی

(مالک سراج الاخبار، جہلم و مصنّفِ حدائق الحنفیہ)

مع

صمصامِ قادری و سنانِ بغدادی

(روداد مناظرۂ سیالکوٹ، بقلم محمد رمضان)

تحقیق، تخریج و تحشیہ

خرم محمود سرسالوی

ناشر

جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نام کتاب	:	آفتابِ محمدی (حصہ دوم)
تصنیف	:	مولانا فقیر محمد جہلمی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ
نامِ کتاب	:	صمصامِ قادری وسنانِ بغدادی
بقلم	:	محمد رمضان
تحقیق، تخریج وتحشیہ	:	خرم محمود سرسالوی
صفحات	:	80
تعدادِ اشاعت	:	4300
اشاعتِ اوّل	:	۱۳۰۰ھ، مطبع محمدی-لاہور
دوسرا ایڈیشن	:	جمادی الاخر ۱۴۴۰ھ۔مارچ ۲۰۱۹ء
اشاعت نمبر	:	299
ناشر	:	جمعیتِ اشاعت اہلسنّت

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

فون:021-32439799

خوشخبری: یہ رسالہwww.ishaateislam.netپر موجود ہے۔

پیش لفظ

مصنّفِ ”حدائق الحنفیہ“ عمدۃ المناظرین، زبدۃ المباحثین، عالمِ معقول و منقول، ماہرِ فروع و اصول علامہ فقیر محمد جہلمی کی سن ۱۳۰۰ھ میں لکھی گئی ”آفتابِ محمدی“ کا پہلا حصہ ادارہ نے شائع کیا۔ ”آفتابِ محمدی“ کا دوسرا حصہ ادارہ اپنے سلسلہ اشاعت کے 299ویں نمبر پر شائع کر رہا ہے۔

اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محقق، مخرج اور ادارہ کی سعی کو قبول فرمائے اور اس کاوش کو عوام و خواص کے لئے مفید بنائے۔ آمین

محمد علی رضا اختر القادری

مسئلہ آمین:

قولہ:

نہ یہ بات صحیح ہے کہ آمین دعا ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ ہر دعا میں اخفا ہے۔

جواب:

باطل است آنچہ مدعی گوئد۔[یعنی، مدّعی نے جو کہا، باطل ہے۔]

آمین کو تو خود خدا تعالیٰ نے دعا فرمایا ہے۔ چناں چہ سورۂ یونس میں باری تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون[عَلَيْهِمَا السَّلَام] کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ (1)

یعنی، تحقیق قبول کر لی گئی دعا تم دونوں کی۔

تفسیرِ "معالم التنزیل" میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے:

إِنَّمَا نُسِبَ إِلَيْهِمَا، وَالدُّعَاءُ كَانَ مِنْ مُوسَى لِأَنَّهُ رُوِيَ أَنَّ مُوسَى كَانَ يَدْعُو وَهَارُونُ يُؤَمِّنُ، وَالتَّأْمِينُ دُعَاءٌ. (2)

یعنی، دعا کو خدا نے دونوں کی طرف منسوب کیا ہے، حالاں کہ دعا موسیٰ[عَلَيْهِ السَّلَامُ] کی طرف سے تھی؛ کیوں کہ روایت کی گئی ہے کہ موسیٰ[عَلَيْهِ السَّلَامُ] دعا مانگتے تھے اور ہارون[عَلَيْهِ السَّلَامُ] آمین کہتے تھے اور آمین کہنا دعا ہے۔

اور تفسیرِ "مدارک" میں لکھا ہے:

كان موسى عليه السلام يدعوا وهارون يؤمن، فثبت أن التأمين دعاء فكان إخفاؤه أولى. انتهى (3)

---

(1)۔۔:[پ:۱۱، یونس، ۸۹]

(2)۔۔: صفحہ ۴۳۹ مطبوعہ بمبئی۔[معالم التنزيل في تفسير القرآن/تفسير البغوي: سوره يونس، تحت آية ۸۹۔432/2]

(3)۔۔: صفحہ ۲۸۶۔[تفسير النسفي/مدارك التنزيل وحقائق التأويل: سوره يونس، تحت آية ۸۹۔38/2]

یعنی، موسیٰ[عَلَيْهِ السَّلَامُ] دعا مانگتے تھے اور ہارون[عَلَيْهِ السَّلَامُ] آمین کہتے تھے، پس یہ ثابت ہوا کہ آمین کہنا دعا ہے، پس ہوا اخفا اس کا اولیٰ۔

ایسا ہی "بیضاوی" و "جلالین" میں ہے کہ:

موسیٰ[عَلَيْهِ السَّلَامُ] دعا مانگتے تھے اور ہارون[عَلَيْهِ السَّلَامُ] آمین کہتے تھے۔[1]

اور "تفسیرِ حسینی" میں ہے:

آورده اند که موسیٰ دعا میکرد ہارون آمین گوئینده در دعا شریکست ازیجہت گفت که دعائے ہر دو مستجاب شد۔ انتہی[2]

[لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامَ دعا مانگتے تھے اور حضرتِ ہارون عَلَيْهِ السَّلَامَ آمین کہتے تھے اور آمین کہنے والا دعا میں شریک ہے اس جہت سے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کی گئی ہے۔]

اور "صحیح بخاری" میں لکھا ہے کہ:

کہا عطاء نے کہ آمین دعا ہے۔[3]

اور یہ بھی ثابت ہے کہ آمین قرآن میں سے نہیں ہے۔ چناں چہ "بیضاوی" میں ہے:

وليس من القرآن وفاقا.[4]

یعنی، آمین بالاتفاق قرآن میں سے نہیں ہے۔

اور تفسیرِ "مدارک" میں ہے:

---

(1)۔۔: صفحہ ۳۶۲، جلد اوّل۔[أنوار التنزيل وأسرار التأويل: سورہ یونس، تحت آية ۸۹۔122/3]
صفحہ ۱۴۶، مطبوعہ بمبئی۔[تفسير الجلالين: سورہ یونس، تحت آية۔280/1]

(2)۔۔: صفحہ ۲۹۱، جلد اوّل۔[تفسیرِ قادری ترجمہ اردو تفسیرِ حسینی: پ:۱۱، سورۂ یونس، تحت آیت۸۹۔ 447/1]

(3)۔۔: قسطلانی، صفحہ ۸۳، جلد دوّم۔[إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري: كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، 98/2]

(4)۔۔: صفحہ ۹، جلد اوّل۔[أنوار التنزيل وأسرار التأويل: سورہ الفاتحہ تحت آية۷۔31/1]

وليس من القرآن بدليل أنه لم يثبت في المصاحف.[1]

[یعنی، آمین قرآن میں سے نہیں، اسی لئے اس کو مصاحف میں لکھا نہیں جاتا۔]

یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ ہر دعا میں اخفا نہیں، لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جو ادعیہ قرآن میں سے نہیں ،اُن میں بدلیلِ آیت ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾[2] کے اخفا اولیٰ ہے؛ کیوں کہ اخفا میں اخلاص ہے۔ جیسا کہ "بیضاوی" میں ہے:

فإن الإخفاءَ دليلُ الإخلاص.[3]

[یعنی، اخفا اخلاص کی دلیل ہے۔]

اور اخلاص دعا کا اصل اصول ہے۔

اور "مرقاۃ شرح مشکوۃ" میں ملا علی قاری نے لکھا ہے:

قُلْتُ: مَعَ أَنَّ الْأَصَلَ فِي الدُّعَاءِ الْإِخْفَاءُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ [الأعراف: ٥٥] وَلَا شَكَّ أَنَّ آمِينَ دُعَاءٌ، فَعِنْدَ التَّعَارُضِ يُرَجَّحُ الْإِخْفَاءُ بِذَلِكَ، وَبِالْقِيَاسِ عَلَى سَائِرِ الْأَذْكَارِ وَالْأَدْعِيَةِ؛ وَلِأَنَّ آمِينَ لَيْسَ مِنَ الْقُرْآنِ إِجْمَاعًا، فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ عَلَى صَوْتِ الْقُرْآنِ، كَمَا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ كِتَابَتُهُ فِي الْمُصْحَفِ؛ وَلِهَذَا أَجْمَعُوا عَلَى إِخْفَاءِ التَّعَوُّذِ لِكَوْنِهِ مِنَ الْقُرْآنِ.[4]

یعنی، اصل دعا میں لقولہ تعالیٰ ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ کے اخفا ہے اور اس میں نہیں شک کہ آمین دعا ہے، پس آمین میں بھی اخفا چاہئے۔ اور دوسری دلیل یہ کہ آمین بالاجماع قرآن میں سے نہیں، پس لائق نہیں کہ صوت آمین کی مثل صوت قرآن کے ہو، جیسا کہ قرآن میں اُس کی کتابت جائز نہیں ہے۔ اسی واسطے اجماع

---

(1)۔۔: صفحہ ۷۰، جلد اوّل۔[مدارک التنزیل وحقائق التأویل: سورہ الفاتحہ، تحت آیۃ۷۔ 34/1]

(2)۔۔: یہ آیت سورۂ اعراف میں ہے۔[پ:۸، الاعراف، ۵۵]

(3)۔۔: صفحہ ۲۸۵، جلد اوّل۔[أنوار التنزیل وأسرار التأویل: سورہ اعراف، تحت آیۃ۵۵۔ 16/3]

(4)۔۔: یہ عبارت صحیح ترمذی، مطبوعہ نول کشور کے صفحہ ۴۹ کے حاشیہ پر درج ہے۔[مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ في الصلاۃ، تحت رقم845۔ 696/2]

ہے اس امر پر کہ اعوذ کو آہستہ سے پڑے؛ کیوں کہ قرآن میں سے نہیں ہے۔

قولہ:

کیوں کہ اوّل تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہی دعا نہیں۔چناں چہ "مؤطا امام محمد" میں لکھا ہے:

فَأَمَّاأَبُو حَنِيفَةَ، فَقَالَ: يُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَ الإِمَامِ، وَ لايُؤَمِّنُ الإِمَامُ. انتھی [1]

اور "مبسوط" میں ہے:

روي عن أبي حنيفة أنه قال: ولا يقول الإمام آمين إنما يقوله المأموم وذالك لأن الإمام داع والمأموم مستمع وإنما يؤمّن المستمع لا الداعي كما في سائر الأدعية خارج الصلاة. انتھی [2]

اسی طرح "جامع الرموز"، تفسیرِ "ابی السعود" اور "بیضاوی" میں ہے۔

اور "ابوداؤد" میں ابومُصَبِّح سے روایت ہے:

قَالَ: كُنَّا نَجْلِسُ إِلَى أَبِي زُهَيْرٍ النُّمَيْرِيِّ، وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ، فَيَتَحَدَّثُ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ، فَإِذَا دَعَا الرَّجُلُ مِنَّا بِدُعَاءٍ قَالَ: اخْتِمْهُ بِآمِينَ، فَإِنَّ آمِينَ مِثْلُ الطَّابَعِ عَلَى الصَّحِيفَةِ. الى آخر الحديث [3]

ان اقوال سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

ایک یہ کہ آمین دعا نہیں۔

دوسری یہ کہ فاتحہ امام صاحب کے نزدیک دعا ہے اور باوجود دعا ہونے کے تین نمازوں میں بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے۔

جواب:

اُن دلائلِ قطعیہ سے جو ہم نے ابھی اوپر بیان کئے ہیں، بالکل اغماض کر کے ان

---

(1)۔۔:[موطأ امام محمد: أبواب الصلاة، باب: آمين في الصلاة، رقم 135۔ ص 65]

(2)۔۔:[یہ عبارت نہیں مل سکی۔]

(3)۔۔:[سنن أبي داود: كتاب الصلاة، باب التأمين وراء الإمام، رقم 938]

اقوال سے ثابت کرنا کہ آمین دعا نہیں، بالکل اس مثل کے مطابق ہے کہ:

اندھے کو تاریکی میں بڑی دور کی سوجھی۔

اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یا تو دین داری منظور نہیں۔ یا اقوالِ مذکورہ بالا کے سمجھنے کا مادہ نہیں۔

بیت:

بے فہم اگر چشم بد و زد بکتاب

نتواند دید روی معنی در خواب

اوّل تو امام صاحب کا یہ قول کہ مقتدی آمین کہے اور امام نہ کہے، اُن کی مشہور روایت کے خلاف ہے۔ چناں چہ "مسندِ خوارزمی" میں جو "مسندِ امامِ اعظم" کے نام سے مشہور ہے، لکھا ہے:

أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَرْبَعٌ يُخَافِتُ بِهِنَّ الْإِمَامُ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَالتَّعَوُّذُ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَآمِينَ. (1)

یعنی، چار چیزیں امام آہستہ پڑھے:

ایک: سبحانک اللهم

دوسری: اعوذ

تیسری: بسم اللہ

چوتھی: آمین۔

اور تفسیرِ "بیضاوی" میں لکھا ہے:

والمشهور عنه أنه يخفيه كما رواه عبدالله بن مغفل وأنس. (2)

یعنی، روایت مشہور امام ابو حنیفہ [عَلَيْهِ الرَّحْمَه] سے یہ ہے کہ امام آمین کو آہستہ

---

(1)۔۔: صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ محمدی۔ [الآثار لمحمد بن الحسن: باب الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، رقم 83۔ 162/1]

(2)۔۔: صفحہ ۹۔ [أنوار التنزيل وأسرار التأويل: سورة الفاتحة، تحت آية ۷۔ 32/1]

کہے، جیسا کہ اس اخفا کی روایت کو عبد اللہ بن مغفّل اور انس[رَضِیَ اللّٰہُ عَنہما] نے روایت کیا ہے۔

''مسوّی شرح مؤطا امام مالک'' میں لکھا ہے:

یُسَنُّ لِلْإِمَامِ والماموم أن یؤمّنا ویسرّان التأمین۔ [1]

یعنی، امام ابو حنیفہ[عَلَیہ الرَّحمَہ] نے کہا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کے لئے سنّت ہے کہ آمین کہیں اور ہولی کہیں۔

اس لئے تمام مُتون و شروحِ فقہ مثل ''کنز الدقائق'' و''مختصر وقایہ'' اور ''در مختار'' اور ''شرح وقایہ'' و''ہدایہ'' وغیرہ لکھا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں۔ پس ان اقوال سے ثابت ہوا کہ صحیح اور مفتٰی بہ روایت امام صاحب سے یہی ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں، لیکن جو متروک روایت امام صاحب کی ہے اُس سے یہ کسی طرح مفہوم نہیں ہو سکتا کہ آمین دعا نہیں، جیسا کہ آپ نے اپنی خوش فہمی سے سمجھ لیا ہے؛ کیوں کہ داعی دو قسم ہے:

اوّل داعی بالفعل ہے جس کی دعا سن کر لوگ آمین کہتے ہیں، اُس کے مقابل کو مستمع کہا جاتا ہے۔

دُوُم داعی بالقوہ ہے کہ آمین کہنے کے باعث داعی ہے۔

پس روایتِ متروکہ میں امام صاحب کی مراد داعی سے قسمِ اوّل ہے۔ پس امام صاحب کی ہر دو روایات میں آمین کے دعا ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے اور نیز روایتِ مذکور سنّتِ موسویہ پر مبنی ہے کہ جس طرح موسیٰ[عَلَیہِ السَّلاَم] نے دعا مانگی تھی اور حضرت ہارون[عَلَیہِ السَّلاَم] صرف آمین کہتے رہے تھے اور خدا نے اُس کو قبول کیا، جس کا حال آیت﴿قَدْ اُجِیبَتْ دَّعْوَتُکُمَا﴾ میں پیچھے گزرا۔ اسی طرح امام بھی بروقت سورۂ فاتحہ پڑھنے کے داعی ہوتا ہے؛ اس لئے مثل ہارون[عَلَیہِ السَّلاَم] کے صرف مقتدی کو ہی آمین کہنا چاہئے، گو وہ دعا خارج از صلوۃ تھی، مگر

---

(1)۔۔:صفحہ ۱۰۸۔[مسوّی شرح مؤطا امام مالک(مع مصفی(فارسی)):کتاب الصلاۃ،باب یستحب التامین للامام والماموم۔107/1]

صورت ایک ہی ہے۔ چناں چہ اسی اثر پر ادعیہ خارجِ صلوٰۃ میں عمل ہو رہا ہے کہ امام دعا مانگا کرتا ہے اور لوگ صرف آمین کہا کرتے ہیں اور امام کا آمین نہ کہنا امام مسلم کی اُس حدیث پر مبنی ہے جو "مشکوۃ" کے باب القراءۃ فی الصلوۃ کے فصلِ اوّل میں ہے:

یعنی، جب تم نماز پڑھو، پس برابر کرو اپنی صفوں کو، پھر امامت کرے تم میں سے کوئی، پس جب وہ تکبیر کہے، پس تم تکبیر کہو اور جب وہ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے، پس تم آمین کہو، قبول کرتا ہے اللہ تمہاری دعا کو۔ پس جب وہ تکبیر کہے اور رکوع کرے، پس تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو اور جب «سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ» کہے، پس تم «رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ» کہو۔ سنتا ہے اللہ تمہاری حمد کو۔[1]

دیکھو! اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ آمین کہنا صرف مقتدیوں کا ہی منصب ہے، مگر چوں کہ اور حدیثوں میں امام کے آمین کہنے کا ذکر ہوا ہے، اس لئے امام صاحب نے اُن کے مطابق امام و مقتدی دونوں پر آمین کا کہنا سنّت قرار دیا ہے۔

اور "ابو داؤد" کی حدیثِ محوّلہ بالا تو ہمارے مفید اور آپ کے دعویٰ کی مضرّ ہے ؛کیوں کہ اُس کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ جب کوئی دعا مانگے تو اُس کو آمین کے ساتھ ختم کرے ؛کیوں کہ آمین مثل خاتم کے ہے صحیفہ پر۔ سو اس سے کسی طرح مفہوم نہیں ہو سکتا کہ وہ دعا نہیں ؛کیوں کہ مایختم به الشيء جنسِ شے سے ہوتا ہے، ورنہ معاذاللہ لازم آئے گا کہ آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم] پیغمبر نہ تھے ؛کیوں کہ اُن کو بھی خدا نے خاتم النبیّین فرمایا ہے، بلکہ اس امر کی مثبت ہے کہ جب تک آمین کے ساتھ دعا کو ختم نہ کیا جائے، وہ ختم ہی نہیں ہوتی اور جس طرح خط بغیر نام و دستخطِ کاتب کے غیر معتبر ہوتا ہے۔ اسی طرح دعا بھی آمین کے بغیر غیر مختتم ہے اور فاتحہ کے نمازِ جہریہ میں اونچا پڑھنے کی نظیر پیش کرنا محض سفسطہ اور ڈھکوسلا ہے۔ یہ اُس وقت قابلِ لحاظ ہو سکتا تھا کہ جب سورۂ فاتحہ قرآن میں سے نہ ہوتی اور مثل آمین کے ہوتی، جب ایسا نہیں ہے تو ہمارا مطلب یہ ہے کہ جو احادیث آمین کے اخفا میں آئی ہیں، وہ آیت

---

(1)۔۔:[مشکاۃ المصابیح: کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ في الصلاۃ، الفَصْل الأول، رقم826۔263/1]

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾[1] اور آیت ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ﴾[2] اور ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾[3] سے تقویت پاکر اور مطابقتِ کلی حاصل کر کے اُن تین احادیث پر کلی ترجیح و فوقیّت رکھتی ہیں جو آپ نے آمین بالجہر میں نقل کی ہیں۔

پس آمین ہولی کہنا ہمارا بموجب احادیث اور مطابق قرآن ہوا اور احادیث آمین بالجہر ہمارے اس عمل کے کچھ مضرّ نہیں؛ کیوں کہ **اوّل** تو وہ حدیثیں من حیث السند بالکل ضعیف ہیں اور ہر گز حجّت کے لائق نہیں۔ چناں چہ پہلی حدیث میں محمد بن کثیر راوی کثیر الغلط ہے، جیسا کہ ''تقریب التہذیب'' میں مصرّح ہے۔[4]

دوسری حدیث میں ابن ابی لیلیٰ راوی بہت سیئ الحفظ ہے اور حجیۃ بن عدی راوی مخطی ہے، جیسا کہ ''تقریب'' میں ہے۔[5]

تیسری حدیث میں یونس بن ابی اسحاق راوی وہمی اور ابو اسحاق مختلط ہے، جیسا کہ ''تقریب'' میں ہے۔[6]

اور نیز یہ حدیث منقطع ہے؛ کیوں کہ عبد الجبار نے اپنے باپ وائل بن حجر سے کوئی حدیث نہیں سنی، بلکہ وہ چھ /۶ ماہ بعد وفات اپنے باپ کے پیدا ہوا ہے۔

دُوُم:

---

(1)۔۔:[پ:۸، الاعراف، ۵۵]

(2)۔۔:[پ:۹، الاعراف، ۲۰۵]

(3)۔۔:[پ:۱۶، مریم، ۳]

(4)۔۔:[تقریب التهذیب: حرف المیم ذکر من اسمه محمد، رقم 6251۔ ص 504]

(5)۔۔:[تقریب التهذیب: حرف المیم، ذکر من اسمه محمد (محمد ابن عبد الرحمن ابن أبي ليلى الأنصاري)، رقم 6081۔ ص 493 = حرف الحاء المهملة، ذکر من اسمه حبان بالکسر، (حجية بوزن علية ابن عدي الكندي)، رقم 1150، ص 154]

(6)۔۔:[تقریب التهذیب: حرف الیاء (یونس بن ابی اسحاق)، رقم 7899۔ ص 613][حرف العین، باب ع ل، ذکر من اسمه عمرو (ابو اسحاق السبیعی)، رقم 5065، ص 423]

وہ ہمارے نزدیک محمول بہ تعلیم ہیں یعنی، آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم] نے بعض وقت آمین اس لیے اونچی کہی ہے کہ مقتدیوں کو تعلیم حاصل ہو کہ وہ بھی آمین کہا کریں۔ چناں چہ "قسطلانی شرح صحیح البخاری" میں لکھا ہے:

وقال الحنفية والكوفيون ومالك في رواية عنه بالإسرار: لأنه دعاء، وسبيله الإخفاء لقوله تعالى: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ وحملوا ما روي من جهره عليه الصلاة والسلام به على التعليم.[1]

[احناف، کوفیوں اور ایک روایت کے مطابق امام مالک نے اسرار (آمین آہستہ آواز میں کہنے) کا قول کیا ہے؛ چوں کہ یہ دعا ہے اور اس کا طریقہ اخفا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ "اپنے ربّ سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ" اور ان مذکورہ حضرات نے آمین بالجہر کے بارے میں مروی حضور عَلَیْهِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کی روایت کو تعلیم (سکھانے) پر محمول کیا ہے۔]

ایسا ہی تفسیرِ "بیضاوی" کے حاشیہ "عصام" میں ہے۔

قولہ:

یہاں پر مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب کی یہ بات نہایت صادق آئی کہ حنفی اپنے اس قاعدہ پر کہ:

"آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنّی اور قطعی کے مقابلہ میں ظنّی پر عمل جائز نہیں۔"

پابند نہیں رہتے، بلکہ جہاں اس قاعدہ پر چلنے سے امام کے مذہب کی پیروی چھوٹتی ہے، وہاں اس قاعدہ کو بالائے طاق رکھ کر آیت کے مقابلہ میں حدیثِ ظنّی، بلکہ قولِ صحابی، بلکہ رائے فقیہ سے تمسّک کرتے ہیں۔ چناں چہ اوّل جمعہ میں قرآن یوں ناطق ہے:

---

(1)۔۔: صفحہ ۸۴، جلد دُوم، مطبوعہ نول کشور۔ [إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري: كتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين، تحت رقم 780۔ 100/2]

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ﴾[1]

دیکھو! یہ صریح ہے کہ جمعہ کے واسطے بادشاہ یا شہر یا بازار ہونے کی کچھ شرط نہیں، پر حنفیہ اس آیت کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ جہاں شہر و بازار و حاکم نہیں، وہاں نمازِ جمعہ صحیح نہیں۔ انتہی ملخّصاً

جواب:

اگر آپ کو حنفیوں کے قواعد سے جو اصولِ فقہ میں مذکور ہیں، کچھ بھی واقفیّت ہوتی تو اس آیت کو دیکھ کر مثل اپنے مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے کبھی دھوکہ نہ کھاتے، مگر مشکل تو یہ ہے کہ آپ کے فرقہ میں مبلغِ علم کی یہ مقدار آن ٹھہری ہے کہ جس نے قرآن کا کچھ ترجمہ اور حدیث میں "مشکوۃ" یا "مشارق الانوار" کا کسی قدر ترجمہ پڑھ لیا وہ مجتہدِ مطلق ہو کر ائمہ سلف پر طعن کرنے بیٹھ گیا۔ بلا سے اُس کو اُن کی بات کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔

بیت:

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد

عیب نمائد ہنرش در نظر

حضرت سلامت! حنفی کبھی آیت کے مقابلہ میں حدیث پیش نہیں کرتے، لیکن چوں کہ احادیث اکثر قرآن کی تفسیر ہیں اور اگر احادیث نہ ہوتیں تو بقول عارف شعرانی:

"کوئی قرآن کا مطلب نہ سمجھ سکتا۔"

اس لئے حنفیوں کا یک یہ بھی قاعدہ ہے کہ:

جب کسی آیت کے عام حکم سے جس میں بہت سے افراد شامل ہوں، کوئی اور

---

(1)۔۔:[اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔][پ:۲۸، الجمعہ ۹]

آیت ایک یا زیادہ افراد کو نکال دے تو پھر حدیثِ احاد، بلکہ قیاسِ مجتہد بھی اُس میں سے کوئی فرد نکال سکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس فرد کے نکلنے سے آیتِ مذکور مرتبۂ عمومیّت سے نکل کر خاص نہ بن جائے۔[1]

جب یہ قاعدہ آپ کے ذہن نشین ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ آیتِ مذکور میں جو یہ کلمہ وارد ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا﴾

اس میں لڑکا و مجنون و مریض و عورت و غلام و نابینا و اپاہج وغیرہ سب شامل ہیں اور سب پر جمعہ فرض ہے، حالاں کہ لڑکا و مجنون مکلّفِ شرعی نہیں اور مریض و نابینا و اپاہج آیت ﴿لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ﴾[2] سے مستثنیٰ ہو گئے۔

پس جب اس قدر افراد آیت میں سے نصِّ قطعیہ سے خارج ہو گئے اور ان پر جمعہ واجب نہ رہا تو اب چند افراد مثل عورت و غلام کے یا اُس شخص کے جو شہری نہ ہو یا جہاں حاکم نہ ہوں، احادیث سے جو اس باب میں کتبِ احادیث میں مذکور ہیں، خارج ہو گئے اور باوجود ان افراد کے مستثنیٰ ہونے کے پھر یہ آیت[3] اپنے عمومیّت پر قائم ہے۔ ہم کبھی اپنے قاعدہ سے انحراف نہیں کرتے، یہ شُتر مرغی آپ کے فرقہ کا ہی وتیرہ ہے اور -المرء یقیس علیٰ نفسه- کے، ہم کو بھی آپ نے اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ برائے خدا! کوئی تو ایسا مقام نکال کر دکھاؤ، جہاں ہم نے مجتہدین و فقہا کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کا، جو اُنھوں نے کتبِ اصولِ فقہ میں معرفتِ قرآن و احادیث اور نصوصِ شرعیہ کے لئے مقرّر کئے ہیں، اس غرض سے انحراف کیا ہو کہ اُس سے امام کے

---

(1)۔۔: دیکھو اصولِ شاشی: مطبوعہ ہوپ پریس لاہور، صفحہ ۶۔[أصول الشاشي (مع احسن الحواشی): البحث الاوّل فی کتاب اللّٰہ تعالیٰ، فصل فی الخاص والعام، ص12تا14]

(2)۔۔: [پ:۱۸، النور، ۶۱]

(3)۔۔: دیکھو تفسیرِ احمدی، مطبوعہ مطبع پنجابی لاہور، صفحہ ۳۶۔[التفسیرات الاحمدیة فی بیان الآیات الشرعیة: پ:۱۸، النور، تحت الآیة ۶۱، ص 577]

مذہب کی تقلید چھوٹتی ہے۔ یہ جو آپ نے کہا کہ:

"آیت میں شہر یا بازار کی کوئی شرط نہیں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آیتِ مذکورہ کو نہیں سمجھا، اگر آپ قطعِ نظر حدیث کے جو شہر کی شرط میں وارد ہے، کلمہ ﴿وَ ذَرُوا الْبَيْعَ﴾ پر ہی نظر ڈالتے تو آپ کو خود بخود معلوم ہو جاتا کہ وہ بھی عموماً شہر پر ہی دال ہے۔

قولہ:

دُوُم:

آیت ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ﴾[1] میں خدا تعالیٰ نے تمام مرداروں کو حرام فرمایا ہے اور مچھلی کی بابت حنفی اس حدیث پر کہ حضرت [صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم] نے فرمایا:

میری امت پر دو مردار حلال ہیں: مچھلی اور مکڑی۔

پر عمل کر کے آیت چھوڑ دیتے ہیں۔ انتہی ملخصاً

جواب:

ہم مچھلی کی حلت میں بھی آیت پر ہی عمل کرتے ہیں اور حدیثِ مذکور بطورِ تائید کے ہے۔ دیکھو! خدا تعالیٰ سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ﴾[2]

یعنی، حلال کیا گیا ہے واسطے تمہارے شکار کرنا دریا کا اور کھانا اُس کا، فائدہ ہے واسطے تمہارے اور واسطے مسافروں کے۔

اور سورۂ نحل میں ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا﴾[3]

---

(1)۔۔:[پ:۱۴، النحل، ۱۱۵]

(2)۔۔:[پ:۷، المائدہ، ۹۶]

(3)۔۔:[پ:۱۴، النحل، ۱۴]

اور وہ ہے جس نے مسخّر کیا دریا کو، تاکہ کھاؤ اُس میں سے گوشت تازہ یعنی، مچھلی۔

علاوہ اس کے جو مچھلی اپنی موت سے مر گئی ہو ہم اُس کو بھی حرام سمجھتے ہیں، جیسا کہ ابو داؤد و ابن ماجہ میں جابر [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ] سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسلم: «مَا ألقاہُ البحرُ وجزر عَنْہُ الْمَاءُ فَکُلُوہُ وَمَامَاتَ فِیہِ وَطَفا فَلَا تَأْکُلُوہُ». [1]

یعنی، حضرت [صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے فرمایا کہ جس مچھلی کو دریا کنارہ پر ڈال دے یا جس سے پانی منقطع ہو گیا ہے، وہ مچھلی کھالو اور جو دریا میں مر گئی ہے اور تیر آئی ہے، اُس کو مت کھاؤ۔

اور پہلی حدیث میں جو حضرت نے مچھلی و مکڑی کو مردار فرمایا ہے، وہ اس جہت سے نہیں کہ مچھلی موت سے مری ہوئی کھالو، بلکہ اُن کو اس لحاظ سے مردہ فرمایا ہے کہ بغیر ذبح کے اُن کا کھانا درست ہے؛ کیوں کہ وہ قابلِ ذبح نہیں، بلکہ اُن کا پانی سے باہر نکالنا ہی بمنزلہ ذبح کے ہے۔ چناں چہ جابر [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ] سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسلم: «مَامن دَابَّۃٍ إِلَّا وَقَدْ ذَکَّاھَا اللہُ لِبَنِي آدَمَ». رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِيّ [2]

نہیں ہے کوئی جانور دریا میں، مگر یہ کہ ذبح کیا ہے اُس کو اللہ نے واسطے بنی آدم کے۔

پس اس نظیر میں بھی ہم عامل بالقرآن ثابت ہوئے اور الزام آپ کا محض باطل و دھوکہ دہی ٹھہرا۔

ہم نے اے نالۂ دل تیرا اثر دیکھ لیا
نہ ہوا تجھ سے کوئی کارِ نمایاں اب تک

---

(1)۔۔: یہ مشکوۃ کے باب ذکر الکلب کے فصلِ سوم میں ہے۔[کتاب الصید والذبائح، باب ما یحل أکلہ ومایحرم، الفصل الثاني، رقم 4133۔2/1204]

(2)۔۔: یہ مشکوۃ کے باب صید وذبائح کے فصلِ سوم میں ہے۔[کتاب الصید والذبائح، الفصل الثالث، رقم 4097۔2/1196]

یہاں تک تو اُن جوابوں کا جواب الجواب دیا گیا جو مؤلّفِ "شہابِ ثاقب" و "ستارہ محمدی" نے مباحثہ سیالکوٹ کی نسبت لکھے تھے، اب مؤلّفِ "ستارہ" کے اُن ہذیانات کی تردید کی جاتی ہے، جو اُس نے اپنے رسالہ کے اخیر میں لکھے ہیں۔

قولہ:

رسالہ "اظہار الحق" کے صفحہ ۱۸ میں یہ فتویٰ کہ:

پنیر مایہ شام کا جو مشہور ہے بنانا اُس کا ساتھ پنیر مایہ سور کے اور آیا جناب رسولِ خدا کے پاس پنیر اُن کے پاس سے، پس کھایا آں حضرت نے اُسے اور نہ پوچھا اُس سے۔"

اوّل:

تو یہ فتویٰ خاص مولوی عطا محمد صاحب ہوشیار پوری حنفی المذہب کا ہے اور ہم میں سے کسی علما کا یہ اعتقاد نہیں۔

دُوم:

یہ رسالہ علمائے لاہور و دہلی کے پاس مرتّب ہو کر پیش نہیں ہوا، بلکہ علاحدہ سوال مستقل اُن کے پاس پہنچے، جن کے جواب آنے پر خان احمد شاہ نے اُن کو رسالہ میں شامل کر دیا۔ علما نے نہ کوئی فتویٰ مندرج رسالہ قبل طبع کے آنکھ سے دیکھا اور نہ اُس پر مہر کی۔ **و اللہ علی ذالک شہید و کفی باللہ شہیدا۔** انتہی

جواب:

مصرعہ:

چہ دلاور است دزدیکہ بکف چراغ دارد

یہ سب بیان آپ کا محض دروغ بے فروغ اور آپ کی دین داری کا عمدہ ثبوت ہے۔ شاید اتنا بڑا جھوٹ آپ نے اس بولا کہ وہ رسالہ کسی کے پاس نہ ہو گا، آؤ! دھوکہ دے کر ناواقفوں کے سامنے بری الذمہ ہو جائیں، حالاں کہ رسالہ مذکور جابجا سے آپ کو جھٹلا رہا ہے اور صاف صاف بتلا رہا ہے کہ پہلے یہ مسئلہ یعنی، نصاریٰ کے ساتھ کھانا کھانے کا مولوی غلام علی صاحب امرتسری کے پاس آیا، جنہوں نے صفحہ ۳ سے لے کر ۷ تک اباحت کا فتویٰ دیا۔

پھر مولوی عطا محمد [کے] پاس آیا۔ اُنہوں نے صفحہ ۱۷ میں شروع میں یہ عبارت لکھ کر کہ:

میں نے اس فتویٰ کو موافق اور مطابق اصول و فروعِ شرع شریف کے پایا۔

اس کے بعد صفحہ ۱۸ میں پنیر مایہ کا ذکر کیا۔

پھر یہ فتویٰ مولوی عبداللہ جندی کے پاس آیا۔ اُنہوں نے صفحہ ۱۹ پر یہ عبارت لکھی:

کلّ ما وقع فی هذا الفتوی حقّ لا شبهة فيه.

بعد ازاں مولوی عبد العزیز نے اسی صفحہ میں یہ عبارت لکھی:

آنچه حضرت شیخنا و مولانا و بالفضل اولانا علامة الزمان و فهامة الدوران مولوی غلام علی صاحب جواب از مسائل کتب اصولیه قرآن و حدیث قلمی فرموده حق است۔

پھر مولوی نظام الدین صاحب نے صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے:

جو کچھ اوپر تحریر ہوا، سب راست اور درست اور یہی اعتقاد سب اہلِ سنت و جماعت و صحابہ کرام اور تابعین کا تھا۔

پھر صفحہ ۲۰ پر مولوی جمال الدین صاحب لکھتے ہیں:

جو کچھ عالمِ معقول و منقول، حاویٔ فروع ق اصول شیخنا المکرّم جناب مولوی غلام علی صاحب نے اس فتویٰ میں مذہب محققّین کا بیان فرمایا ہے، لاریب کہ یہی حق ہے۔

پھر صفحہ ۲۳ پر حافظ عبد الحنان صاحب لکھتے ہیں:

ما أجاب شیخنا أبو عبدالله القصوری فهو صحیح لا ریب فيه۔

صفحہ ۲۶ میں مولوی امام دین لکھتے ہیں:

هذه المسائل المذکورة أصح و أحری بالعمل و أحق بالقبول۔

اسی صفحہ پر مولوی محمد عمر بٹالوی لکھتے ہیں:

یہ فتویٰ صحیح ہے، اس میں کچھ شک نہیں۔

اب میں کہاں تک بیان کروں ؟؟؟

اخیرِ رسالہ میں صفحہ ۱۳۱ پر مولوی ہادی بختیار لکھتے ہیں:

میں مفتیوں کے جوابوں کی تصدیق کرتا ہوں؛ کیوں کہ حدیث و قرآن و شرعِ طریقہ محمدی میں، میں نے اسی طرح پایا۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کے فرقہ کے مولویوں نے تمہارے مجتہد امرتسری اور عطامحمد کا فتویٰ نہیں دیکھا تھا تو وہ کہاں سے کہتے ہیں کہ:

فتویٰ صحیح ہے اور جو کچھ اوپر تحریر ہوا، سب درست ہے اور میں مفتیوں کے جوابوں کی تصدیق کرتا ہوں۔

کیا آپ اسی جھوٹے بیان پر خدا کو گواہ لائے ہیں؟ افسوس! خدا تو ﴿لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ﴾ فرماتا ہے اور آپ اس قدر دلیر ہیں کہ صرف جھوٹ ہی نہیں کہتے، بلکہ اپنے جھوٹے بیان کو راست دکھا کر خدا کو اُس پر گواہ لاتے ہیں۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ آپ اپنی ترقی تجارت اور جھوٹی ناموری مصنّفی کے لئے جھوٹی قسم بھی کھالیتے ہیں:

ہم بندۂ زر ہیں نہیں دین سے کچھ کام ہمارا

مولوی عطامحمد کو ہم ہرگز حنفی نہیں سمجھتے، گو وہ مثل اور بہت سے دوغلے اہلِ علم کے تقیہ کر کے اپنے منہ سے حنفیّت کا ادّعا کریں، مگر ہم قول و فعل کو معتبر سمجھتے ہیں اور نہ کتاب ''غایۃ الاوطار''، ''قرّۃ العین'' کی شرح ''فتح المسکین'' جس سے اُنہوں نے پنیر کا مسئلہ لکھا ہے۔ حنفیوں کی کوئی کتاب ہے؟ اگر ہے تو پتہ دو، کیوں محض دھوکہ دہی پر کمر باندھ رکھی ہے!

اب ہم اُن اعتراضوں کے جواب لکھنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جو مؤلّفِ ''ستارہ'' نے اپنی کتاب ''ظفر المبین''[(1)] سے نکال کر مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور سراج الاُمّہ امام اعظم رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ سے متنفر کرنے کے لئے مکرّر اس رسالہ میں

---

(1)۔۔:[یہ کتاب بھی محی الدین وہابی (م:1312ھ) کی تصنیف ہے، جس کا پورا نام (ظفرُ المبین فی رد مُغالطات المُقلدین) ہے۔ اس کا ردّ مفتی غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ نے بھی ''ظفر المقلّدین'' کے نام سے لکھا ہے۔ دیکھئے: (رسائلِ محدّثِ قصوری: جلد اوّل، مقدّمہ، ص83)]

بھی لکھ دیئے ہیں اور امام موصوف کی عداوت میں اپنے آپ کو "بخاری" کی اس حدیث «مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ»[1] کا مصداق بنایا، اگرچہ اُن کی کتابِ مذکور کی تردید میں کتاب "نصرۃ المجتہدین بردّ ھفوات غیر المقلّدین"[2] چھپ چکی ہے اور دوسری کتاب "فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلّدین"[3] کان پور میں چھپ رہی ہے اور نیز اُن مسائلِ مطعونہ کا جواب "نیّرِ اعظم" میں بھی آچکا ہے، لیکن تاہم جوشِ حقّیتِ مذہبی نہیں رُک سکتا اور کُشاں کُشاں اس رسالہ میں بھی مختصراً اُن کے جواب لکھنے پر مجبور کرتا ہے۔

قولہ:

"ہدایہ" جلد اوّل کے صفحہ ۴۹۶ میں لکھا ہے کہ:

جو شخص اپنی محرماتِ ابدی مثل ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ محرماتِ ابدی سے جان کر نکاح کرے اور صحبت کرے اُن سے تو امام اعظم کے نزدیک اس پر حدّ نہیں آتی۔ انتہی

جواب:

کیوں جھوٹ بولتے ہو؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو! کہاں ایسا لکھا ہے کہ جو شخص ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ محرماتِ ابدی سے جان کر نکاح کرے، بلکہ وہاں تو صرف اتنا ہی لکھا ہے کہ:

اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کر کے وطی کر بیٹھے، جس سے اُس کا نکاح حلال نہ تھا، تو ایسے شخص کا امام اعظم [عَلَيْهِ الرَّحْمَه] کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اُس کو حد

---

(1)۔۔:[صحيح البخاري: كتاب الرقاق، باب التواضع، رقم 6502]

(2)۔۔:[یہ کتاب علامہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری علیہ الرحمہ (م:۱۳۲۲ھ) کی تصنیف ہے۔]

(3)۔۔:[یہ کتاب علامہ منصور علی خان مراد آبادی کی تصنیف ہے، جسے ۶ جون ۲۰۱۴ء / شعبان المعظّم ۱۴۳۵ھ کو طلبۂ جماعتِ سادسہ (عالمیت سال آخر) دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی (یو، پی) نے جدید رنگ و آہنگ میں ۶۸۰ صفحات میں شائع کیا ہے۔ واضح رہے یہ کتاب ۴۶۶ علمائے کرام و شیوخِ عظام کی تقریظات و تصدیقات، دستخط و تصدیق سے مزیّن ہے۔]

نہ ماری جائے، لیکن تعزیر دی جائے، اگر اُس کو اس بات کا علم تھا کہ میرا اس سے نکاح جائز نہیں۔

اور صاحبین و امام شافعی [رَحِمَهُمُ اللّٰهُ] کہتے ہیں کہ:

اگر وہ جانتا تھا تو اُس کو حدّ ماری جائے۔ چناں چہ بعینہ عبارت یہ ہے:

ومن تزوّج امرأة لا يحل له نكاحها فوطئها لا يجب عليه الحد عند أبي حنيفة رحمه الله، ولكن يوجع عقوبة إذا كان علم بذلك. وقال أبو يوسف ومحمد والشافعي رحمهم الله عليه: الحد إذا كان عالما بذلك. انتهى [1]

[یعنی، جس نے ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے، پھر اُس سے وطی کی، تو امام اعظم ابو حنیفہ عَلَيْهِ الرَّحْمَه کے نزدیک اُس پر حدّ واجب نہیں ہو گی، لیکن اُس کو دردناک تکلیف دی جائے گی، جب کہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہو۔ امام ابو یوسف و امام محمد و امام شافعی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِم فرماتے ہیں: اُس پر حدّ واجب ہو گی، جب کہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہو۔]

دیکھو! اس عبارت میں کہاں محرماتِ ابدیہ مثل ماں، بہن، بیٹی کا صراحتاً گیا، بلکہ کنائتاً بھی ذکر آیا ہے، جو آپ نے کچھ کا کچھ ظاہر کر دیا؟ ؎

وائے بر فرقہ کہ ہمت شان

جملہ کیّادی و دغا باشد

آپ کا جو لفظ "امرأة لا يحل له نكاحها" سے جھٹ ماں، بہن، بیٹی کی طرف خیال جا دوڑا؟ یہ۔ ع:

فکر ہرکس بقدرِ ہمت اوست

ہے، مگر آپ تسلّی رکھیں کہ مسلمانوں میں ایسا غافل کوئی نہ ہو گا، جو ماں، بہن اور بیٹی سے نکاح کرنے کی جراءت کر سکے۔ اگر شاذ و نادر کوئی آپ جیسا ہم خیال ایسی

---

(1)۔۔: الهداية في شرح بداية المبتدي: كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، 346/2

جراءت کر بھی سکے تو وہاں نکاح کی قید لگی ہوئی ہے اور نکاح بغیر دو عاقل بالغ مسلمانوں کی گواہی کے ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ظاہر ہے کہ گواہ کیوں کر اُس کو ایسی حرکت کرنے کی اجازت دیں گے اور خود گواہ بن کر ﴿خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ﴾ ہوں۔ پس یہاں مراد اُن عورتوں کے نکاح سے ہے، جن کی حرمت کا حال کہ و مہ کو معلوم نہیں۔ مثلاً: کسی کی گولی سے بغیر اجازت اُس کے مولیٰ کے نکاح کر لینا یا کسی غلام کا بغیر اذن اپنے مولیٰ کے کسی عورت سے نکاح کرنا یا سالی سے نکاح بحیات اُس کی بہن کے یا کسی ایسی عورت سے نکاح کر بیٹھا، جس کی والدہ سے اُس نے زنا کیا ہو یا شہوت سے اُسے ہاتھ لگایا ہو یا اُس کے فرجِ داخل پر شہوت سے نظر کی ہو یا بہن نسبی کی رضاعی بیٹی سے یا رضاعی بہن کی رضاعی بیٹی سے۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سی عورتیں ہیں جن سے نکاح ناجائز ہونا عوام کیا، بلکہ بعض خواص کو بھی معلوم نہیں اور انہیں عورتوں سے نکاح کی یہاں مراد ہے اور ایسی عورتوں سے نکاح کا معاملہ وقوع میں آجانا قریب الفہم ہے، نہ وہ جو آپ نے براہِ عداوت یا قصورِ عقل کے سمجھ لیا ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت کا وقوع میں آنا گو محالِ عقلی نہیں، مگر محالِ عرفی میں تو کچھ شبہ نہیں۔ اور حدّ امام صاحب کے نزدیک اس لئے واجب نہیں کہ نکاح کرنے سے شبہ پڑ گیا ہے اور نکاح کے شبہ سے حدّ ساقط ہو جاتی ہے۔ چناں چہ "ترمذی" و "دارمی" میں حضرت عائشہ [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا] سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَیُّمَا امْرَأَۃٍ نَکَحَتْ بِغَیْرِ إِذْنِ وَلِیِّھَا فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَإِنْ دَخَلَ بِھَا فَلَھَا الْمَھْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِھَا». الی آخر الحدیث[1]

یعنی، ہر ایک نابالغہ عورت جو نکاح کرے بغیر اذن اپنے ولی کے، پس نکاح اُس کا باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔ پس اگر ایسے خاوند نے اُس کو دخول کیا ہے، پس واسطے اُس کے ہے مہر اُس کا، بسبب اُس کے، جو فائدہ پکڑا ہے اُس نے، اُس کی فرج سے۔

(1)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ کتاب النکاح، باب الولی کے فصلِ دوم میں ہے۔ [کتاب النکاح، باب الولي في النکاح واستئذان المرأۃ، الفصل الثاني، رقم 3131۔2/938]

پس دیکھو! یہ حدیث اس بات پر نصِّ قطعی ہے کہ جب کسی مرد و عورت میں نکاح کا معاملہ و قوع آجائے اور گو اُس نکاح سے نفس الامر میں وہ عورت مرد پر حلال نہ ہو، مگر تاہم اگر وہ اُس سے وطی کر بیٹھے تو مرد پر کوئی حدّ نہیں۔ ورنہ وطی کرنے سے جس طرح حضرت [صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے مرد کو اُس کے مہر ادا کرنے کا مستوجب قرار دیا تھا، اسی طرح اگر وطی سے کوئی وبال بھی اُس پر عائد ہوتا تو ضرور اُس کی بھی حضرت [صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] ساتھ ہی تصریح فرما دیتے اور نیز! شبہ کی نسبت حضرت [صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے فرمایا ہے کہ شبہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، گو وہ شبہ برائے نام ہی ہو۔ چناں چہ ابن عباس [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ] سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم: «إِدْرَءُوا الْحُدُودِ بِالشُّبُهَاتِ» (1)

[یعنی، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شبہات کی وجہ سے حدود کو دور کرو۔]

اور ابو ہریرہ [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ] سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ [صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے:

«ادْفَعُوا الْحُدُودَ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُمْ لَهُ مَدْفَعًا» (2)

[یعنی، جب تک تمھیں گنجائش ملے، اللہ کے بندوں سے حدود کو ساقط کر دو۔]

اور ترمذی نے عائشہ [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا] سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولِ خدا [صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم]:

«إِدْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ». (1)

---

(1)۔۔: یہ حدیث مسندِ امامِ اعظم، صفحہ ۲۱۰ میں ہے۔[مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي: كتاب الحُدود، بيان درء الحد، رقم 314، ص 459]

(2)۔۔: یہ حدیث ابن ماجہ کے باب الحدود میں ہے۔[كتاب الحدود، باب الستر على المؤمن ودفع الحدود بالشبهات، رقم 2545] ابن ماجہ میں (عن عباد اللہ) کے الفاظ نہیں مل سکے۔

[یعنی، جہاں تک ہو سکے، مسلمانوں سے حدود کو دور کرو۔]

اس لئے حضرت علی [رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ] نے حیلتاً ایک عورت سے فرمایا کہ:

شاید سوتے میں وہ تیرے اوپر آپڑا یا زبردستی کی ہو یا تیرے مولیٰ نے تیرا نکاح کر دیا ہے اور اُس کو چھپاتی ہے، جیسا کہ ''فتح القدیر'' میں ہے۔

لیکن اگر وہ جانتا تھا تو اُس کو تعزیر دی جائے گی اور تعزیر تین سوط سے لے کر اُنتالیس سوط تک قاضی کی رائے پر ہے، جیسا گناہ اُس کی رائے میں ہو اُتنے لگائے اور کبھی گناہ سخت میں تعزیر ساتھ قتل کے بھی دی جاتی ہے، جیسا کہ ''شامی'' کی جلد ثالث کے صفحہ ۱۷۹ میں ہے۔[2]

اور صاحبین کہتے ہیں کہ:

اگر وہ جانتا تھا کہ وہ عورت مجھ پر حرام ہے تو اُس کو حدّ ماری جائے اور اکثر علما کا اسی پر فتویٰ ہے۔ چناں چہ ''درِ مختار'' میں لکھا ہے:

وَقَالَا: إِنْ عَلِمَ الْحُرْمَةَ حُدَّ و عليه الفتوى.[3]

[یعنی، صاحبین فرماتے ہیں: اگر وہ حُرمت کو جانتا ہے تو اُسے حدّ لگائی جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔]

اور ''شامی'' میں ''مضمرات'' سے منقول ہے:

إِذَا تَزَوَّجَ بِمُحَرَّمَةٍ يُحَدُّ عِنْدَهُمَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى... وَكَذٰلِكَ فِي الْفَتْحِ نَقَلَ

---

(1)۔۔: یہ حدیث مشکوۃ میں کتاب الحدود کے فصلِ دوُم میں ہے۔[كتاب الْحُدُود، الْفَصْل الثَّانِي، رقم3570۔1061/2]

(2)۔۔: جلد ثالث، صفحہ ۱۵۴۔[رد المحتار على الدر المختار: كتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد، والذي لا يوجبه، 24/4۔25]

(3)۔۔: الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار: كتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد، والذي لا يوجبه، 309/1

عَنْ الْخُلَاصَةِ: أَنَّ الْفَتْوَی عَلَی قَوْلِهِمَا. انتهی[1]

[یعنی، جب کوئی، کسی محرّمہ (جس سے نکاح کرنا اُس پر حرام قرار دیا گیا ہے) سے نکاح کرے تو صاحبین کے نزدیک اُسے حدّ لگائی جائے گی۔ . . اسی طرح "فتح" میں "خلاصہ" سے منقول ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔]

یہاں سے صاف ثابت ہوا کہ جب عموماً غیر حلال عورت سے نکاح کرکے اُس سے صحبت کرنے پر اُس کو اہلِ حنفیہ کے نزدیک حدّ ماری جائے گی تو محرماتِ ابدیہ سے ایسی حرکت کرنے پر تو وہ ضرور مستحقِ حدّ ہوگا۔ خصوصاً صاحبین کہتے ہیں کہ نکاحِ محرمات پر اگر اُس کو حرمت کا علم تھا تو حدّ واجب ہے اور صاحبین کا ایسا قول خود امام صاحب کا قول ہے، جیسا کہ "میزان الشعرانی" کے صفحہ ۶۴ میں لکھا ہے:

نقل الشيخ كمال الدين بن الهمام عن أَصحاب أَبي حنيفة كأَبي يوسف و محمد و زفر و الحسن أَنهم كانوا يقولون:

ما قلنا في مسئلة قولاً إِلا وهو روايتنا عن أَبي حنيفة و أَقسموا علىٰ ذالك أَيماناً مغلظةً...

فعلم أَنّ من أَخذ بقول واحد من أَصحاب أَبي حنيفة فهو آخذ بقول أَبي حنيفة رضی اللّٰه عنه. انتهى ملخّصاً[2]

[شیخ کمال الدین ابن ہمام، اصحابِ امام اعظم ابو حنیفہ جیسا کہ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن [رَحِمَهُم اللّٰهُ] سے نقل کرتے ہیں۔ یہ حضرات یمینِ مغلّظہ کھا کر کہا کرتے تھے:

ہم کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی قول نہیں کرتے، مگر یہ کہ وہ امام اعظم [عَلَیْه الرَّحْمَه] سے مروی ہوتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جو کوئی امامِ اعظم ابو حنیفہ [عَلَیْه الرَّحْمَه] کے اصحاب میں سے کسی

---

(1)۔۔: جلد ثالث، صفحہ ۱۵۴۔[رد المحتار على الدر المختار: كتاب الحدود ،باب الوطئ الذي يوجب الحد، والذي لايوجبه، 24/4]

(2)۔۔:[كتاب الميزان: فصول في بيان ماورد في ذم الرای عن الشارع وعن اصحابه.... ،209/1]

صاحب کے قول پر عمل کرے گا، وہ در حقیقت امامِ اعظم ابو حنیفہ [عَلَیْه الرَّحْمَه] کے قول پر ہی عمل کرنے والا ہو گا۔]

قولہ:

"ہدایہ" کے صفحہ ۱۲۵ میں لکھا ہے کہ:

امام اعظم کے نزدیک جھوٹے گواہ گزار کر پرائی عورت کے لے لینے اور اُس سے صحبت کرنے والے پر گناہ نہیں۔ انتہی

جواب:

کچھ تو خدا کا خوف کرو! یہاں پرائی عورت کہاں لکھی ہے، جو آپ نے ایک نیا رنگ دے کر بیان کیا ہے، تاکہ عوام ناواقف فقہ سے جلد بے دل ہو جائیں۔ البتہ اردو "شرح وقایہ" کے جلد سوم صفحہ ٦٩ میں اس طرح پر لکھا ہے کہ:

اگر مثلاً مدّعی نے ایک عورت پر دعویٰ نکاح کا کیا یعنی، یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا، تب مدّعی نے جھوٹے گواہ پیش کر دیئے نکاح کے قاضی کے پاس تو قاضی عورت کو مدّعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازمِ زوجیّت کا حکم کرے۔ پس امام اعظم [عَلَیْه الرَّحْمَه] کے نزدیک مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرا دینا عند اللہ حلال ہے۔ انتہی(1)

اس کے بعد امام صاحب کے قول پر "بحر الرائق" سے شبہ وارد کر کے پھر اُس کا جواب اس طرح پر نقل کیا ہے:

امام ابو حنیفہ [عَلَیْه الرَّحْمَه] کے قول پر یہ اشکال ہے کہ حرامِ محض کس طرح سبب ہو گا حلّت کا فیما بینہ وبین اللہ۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ:

ہم نے حرامِ محض یعنی، شہادتِ دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہے، سبب حلّت کا نہیں کیا، بلکہ حکم قاضی کا مثل انشائے عقدِ جدید کے ہے اور انشائے عقد حرام نہیں ہے، بلکہ واجب ہے؛ کیوں کہ قاضی دروغ گوئی شہود کو نہیں جانتا۔ اور امام صاحب

(1)۔۔:[ترجمہ اردو "شرح وقایہ"]

کی دلیلِ نقلی وہ ہے جس کو ذکر کیا امام محمد [عَلَيۡهِ الرَّحۡمَه] نے ''مبسوط'' میں کہ پہنچا ہم کو حضرت علی [رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنۡه] سے کہ ایک شخص نے اُن کے پاس گواہ قائم کر دیئے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علی [رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنۡه] نے حکم دیا عورت کو کہ جائے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہیں نکاح کیا ہے مجھ سے، اب اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہے تو آپ نکاح پڑھوا دیجئے؟ حضرت علی [رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنۡه] نے فرمایا کہ میں نہیں تجدید کرتا نکاح کی، نکاح کر دیا تیرا دونوں شاہدوں نے۔ پس اگر دونوں میں نکاح منعقد نہ ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدیدِ نکاح سے منع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور اس میں محفوظ رہتے دونوں زنا سے۔ انتہی [1]

پس فقہ کے اس مسئلہ کو مردود کہنا معاذاللہ بعینہ حضرت علی [رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنۡه] کے حکم کو مردود کہنا ہے۔

اور وہ جو آپ نے ''ظفر مبین'' میں لکھا ہے کہ:

''امام محمد نے یہ حدیث بلا اسناد بیان کی ہے اور اس لئے حجّت نہیں ہو سکتی۔''

سو یہ بالکل دروغ بے فروغ ہے؛ کیوں کہ امام محمد [عَلَيۡهِ الرَّحۡمَه] کی وہ احادیث جن کو اُنہوں نے لفظِ بَلَغَنا (یعنی، پہنچا ہم کو) سے بیان کیا ہے، مسند ہیں۔ چناں چہ ''شامی'' میں لکھا ہے:

بَلَاغَاتُ مُحَمَّدٍ -رَحِمَهُ اللهُ- مُسۡنَدَةٌ۔ [2]

[یعنی، بلاغاتِ امام محمد عَلَيۡهِ الرَّحۡمَه قابلِ اسناد ہیں۔]

اور نیز لکھا ہے:

الۡمُجۡتَهِدُ إِذَا اسۡتَدَلَّ بِحَدِيۡثٍ كَانَ تَصۡحِيۡحًا لَهُ۔ [3]

---

(1)۔۔: [ترجمہ اردو ''شرح وقایہ'']

(2)۔۔: جلد دوم، صفحہ ۵۷۶۔ [رد المحتار علی الدر المختار: کتاب الطلاق، باب الظهار، 469/3]

(3)۔۔: جلد رابع، صفحہ ۳۷۔ [رد المحتار علی الدر المختار: کتاب البیوع، مطلب کل ما دخل تبعا لا یقابله شيء من الثمن، 553/4]

[یعنی، مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔]

اور یہ کہنا کہ:

"صحبت کرنے والے پر گناہ نہیں۔"

بالکل جھوٹ ہے؛ کیوں کہ "بحر الرائق" میں لکھا ہے:

لَا یَلْزَمُ مِنَ الْقَوْلِ بِحِلِّ الْوَطْءِ عَدَمُ إِثْمِهِ فَإِنَّهُ أَثِمَ بِسَبَبِ إِقْدَامِهِ عَلَى الدَّعْوَى الْبَاطِلَةِ وَإِنْ کَانَ لَا إِثْمَ عَلَیْهِ بِسَبَبِ الْوَطْءِ وَأَثِمَ الشَّاهِدَانِ آثِماً عَظِیْماً. (1)

یعنی، حلال ہونے وطی سے یہ لازم نہیں کہ وہ گناہ گار بھی نہ ہو گا، پس تحقیق وہ گناہ گار ہے، سبب پیش کرنے جھوٹے دعویٰ کے، اگرچہ نہیں گناہ اُس پر سبب وطی کے اور گناہ گار ہوں گے دونوں گواہ، جنہوں نے جھوٹی گواہی دی، بڑے گناہ گار۔

قولہ:

"ہدایہ" جلد اوّل کے صفحہ ۵۷۸ میں لکھا ہے کہ:

ذمی جزیہ دینے والا اگر ہمارے پیغمبر کو گالی دے تو امام اعظم و امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک اُس کا عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا، اُس کو قتل نہ کرنا چاہئے۔

جواب:

یہ اُس صورت میں ہے کہ جب ذمی ظاہر میں یا بطورِ عادت کے گالیاں نہیں دیتا؛ کیوں کہ حضرت کو گالی دینا کفر ہے اور ذمی میں کفر پہلے ہی موجود ہے۔ پس جب اُس کا کفرِ قدیم مانع اُس کے ذمی ہونے سے نہ ہوا تو کفرِ طاری جو بحالتِ ذمی اُس سے صادر ہوا، وہ کیوں اُس کے عہد کو توڑ ڈالے گا، لیکن باوجود اس کے بھی امام صاحب قائل ہیں کہ اُس کو تعزیر دی جائے۔ چناں چہ "درِ مختار" میں لکھا ہے:

وَیُؤَدَّبُ الذِّمِّيُّ وَیُعَاقَبُ عَلَى سَبِّهِ دِینَ الْإِسْلَامِ أَوَ الْقُرْآنَ أَوَ النَّبِيَّ - صَلَّى اللّٰهُ

---

(1)۔۔:[البحر الرائق شرح کنز الدقائق: کتاب النکاح، فصل في المحرمات، 116/3][البتہ یہ عبارت (وَأَثِمَ الشَّاهِدَانِ آثِماً عَظِیْماً) بحر میں نہیں مل سکی۔]

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حَاوِيٌّ وَغَيْرُهُ قَالَ الْعَيْنِيُّ: وَاخْتِيَارِي فِي السَّبِّ أَنْ يُقْتَلَ وَتَبِعَهُ ابْنُ الْهُمَامِ. قُلْتُ: وَبِهِ أَفْتَى شَيْخُنَا الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ. انتهى [(1)]

[یعنی، ذمی کو دینِ اسلام یا قرآن یا نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں نازیبا کلمات کہنے کی وجہ سے تادیباً سزا دی جائے گی اور خوب پکڑ ہو گی، حاوی وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ حافظ بدرالدین عینی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ فرماتے ہیں کہ ذمی کے گالی دینے کی صورت میں میری رائے یہی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ امام ابن الہمام عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی رائے بھی اسی طرح ہے۔ میں (علاء الدین حصکفی) کہتا ہوں: یہی فتویٰ ہمارے شیخ خیر الرملی نے دیا ہے۔]

اور "شامی" میں ہے:

لَا يَلْزَمُ مِنْ عَدَمِ النَّقْضِ عَدَمُ الْقَتْلِ، وَقَدْ صَرَّحُوا قَاطِبَةً بِأَنَّهُ يُعَزَّرُ عَلَى ذَلِكَ، وَيُؤَدَّبُ وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ قَتْلِهِ زَجْرًا لِغَيْرِهِ إِذْ يَجُوزُ التَّرَقِّي فِي التَّعْزِيرِ إِلَى الْقَتْلِ، إِذَا عَظُمَ مُوجِبُهُ. انتهى [(2)]

[یعنی، ذمی کا عہد نہ ٹوٹنے سے اُس کے قتل کا جائز ہونا لازم نہیں آتا۔ تمام مشائخ کرام نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ایسا ذمی تعزیر کیا جائے۔ تعزیر و تادیب کیا جانا اُس کے قتل کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے، جب اس سے اوروں کی تنبیہ مقصود ہو؛ کیوں کہ جب جرم بڑا ہو تو تعزیر قتل کے ساتھ بھی جائز ہے۔]

لیکن اگر ذمی ظاہر میں گالی دے اور یا گالی دینے میں معتاد ہو گیا ہو تو بالاتفاق قتل کیا جائے۔ چناں چہ "شامی" میں لکھا ہے:

---

(1)۔۔:[الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار: کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، 343/1]

(2)۔۔: جلد ثالث، صفحہ ۲۷۱۔ [رد المحتار على الدر المختار: کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مطلب فيما ينتقض به عهد الذمي وما لا ينتقض، 215/4]

فَلَوْ أَعْلَنَ بِشَتْمِهِ أَوْ اعْتَادَهُ قُتِلَ، وَلَوْ امْرَأَةً وَبِهِ يُفْتَى الْيَوْمَ. انتهى [1]

[یعنی، اگر وہ علانیہ گالی دے یا ایسا کرنا اس کی عادت ہو تو اسے قتل ہی کیا جائے گا، چاہے وہ عورت ہی کیوں نہ ہو اور آج کے دور میں فتویٰ اسی پر ہے۔]

قولہ:

"چلپی حاشیہ شرح وقایہ" کے صفحہ ۲۹۸ میں بحوالہ محیط لکھا ہے کہ:

"خرچی عورت زانیہ کی امام اعظم کے نزدیک حلال اور طیّب ہے۔"

جواب:

یہاں تو آپ بسبب نہ سمجھنے عبارتِ "چلپی" اور غلط ترجمہ کرنے کے صریحاً ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا کے مصداق بنے، جس کی نسبت مجھ کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے:

عالموں کے دماغ کو پہنچے
جاہل اتنا ترا دماغ کہاں

کیوں کہ "چلپی" کی اصل عبارت جس کو اُس نے اجارہ فاسدہ میں لکھا ہے، اس طرح پر ہے:

أَن ما أَخذته الزانية إِن كان بعقد الإِجارة فحلال عند الأَعظم؛ لأَن أَجْرَ المثل طيب وإِن كان السببُ حراماً. [2]

یعنی، جو چیز کہ لے عورت زنا کرنے والی، اگر ہے ساتھ عقدِ اجارہ کے، پس حلال ہے نزدیک امام اعظم کے؛ کیوں کہ مزدوری مثل کی طیب ہے، اگرچہ سبب حرام ہے۔

پس اگر آپ اجارہ فاسد اور اجارہ باطل کو سمجھتے تو کبھی اس عبارت سے اجارہ باطل پر اجارہ فاسد کو محمول کر کے خرچی کی صورت جو اجارۂ باطلہ ہے، قائم نہ کرتے؛ کیوں کہ

---

(1)۔۔: جلد ثالث، صفحہ ۲۷۸۔ [رد المحتار علی الدر المختار: كتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مطلب في سكنى أهل الذمة بين المسلمين في المصر، 213/4]

(2)۔۔: [حاشية الچلپی على شرح الوقاية: كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، حاشیہ نمبر 4، ص298]

تمام فقہااس پر متّفق ہیں کہ اجارہ فاسد وہ ہے جو اصل میں مشروع ہو اور کسی شرط کے لگا دینے سے اس میں فاسد آجائے اور اجارہ فاسد کا یہ حکم ہے کہ جب مستاجر اُس سے منفعت حاصل کرلے تو اجرتِ مثل واجب ہو گی اور اجارہ باطل اُس کو کہتے ہیں کہ جو اصل میں ہی غیر مشروع ہو اور اس امر پر بھی سب کا اتّفاق ہے کہ جس اجارہ کا معقود علیہ معصیّت ہو گا وہ باطل ہو گا، نہ فاسد۔ پس ان قواعد کے محقّق و متّفق علیہ ہونے کے بعد کون عقل مند و عالم زنا کی اُجرت کو حلال کہہ سکتا ہے، خصوصاً امامِ اعظم جیسے محتاط و پرہیز گار کی طرف اس کو منسوب کرنا نہایت ظلم ہے، جن کے ورع و تقویٰ کا ادنیٰ بیان یہ ہے کہ عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ:

ایک دفعہ کوفہ کی بکریوں میں ایک لُوٹ کی بکری مل گئی، پس امام ابو حنیفہ نے سات سال تک جو زیادہ سے زیادہ بکری کے کی عمر ہوتی ہے، گوشت کا کھانا ترک کر دیا۔[1]

حالاں کہ خرچی زانیہ کی تو بالاتّفاق اُن کے نزدیک حرام ہے۔ چناں چہ نووی نے "شرح مسلم" میں لکھا ہے:

أَمَّا مَهْرُ الْبَغِيِّ فهو ما تأخذه الزانية على الزنى وَسَمَّاهُ مَهْرًا لِكَوْنِهِ عَلَى صُورَتِهِ وَهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.[2]

یعنی، خرچی زانیہ کی پس وہ شے ہے کہ جس کو زانیہ بعوض زنا کے لے اور اُس کا نام اس لئے مہر رکھا ہے کہ وہ بصورتِ مہر ہے اور حرمت اُس کی تمام مسلمانوں کے نزدیک بالاجماع ہے۔

اور ترجمہ اردو "مشارق الانوار" میں لکھا ہے:

---

(1)۔۔: دیکھو کتاب روض الاخیار المنتخب من ربیع الابرار، صفحہ ۱۵۶، مطبوعہ مصر۔[روض الأخيار المنتخب من ربيع الأبرار: الروضة العشرون في الصبر وضبط النفس والعفاف والورع والحلال والحرام، ص 211]

(2)۔۔: صفحہ ۱۹، جلد دُوُم۔[المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب البيوع، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغي، تحت رقم 1567۔231/10]

اور خرچی بالاتّفاق حرام ہے۔ انتہی[1]

پس صاحبِ ”چلپی“ و”محیط“ کے وہ معنیٰ مراد نہیں جو آپ نے سمجھے ہیں، بلکہ ایسے معنیٰ ہیں جس سے اجارہ فاسد کی صورت پیدا ہو؛ کیوں کہ وہ تو خود ہی اجارہ فاسد میں کلام کرتے ہیں اور حلّتِ اُجرت کے در صورتِ فساد قائل ہوئے ہیں، نہ در صورتِ بُطلان۔ پس ان کا یہ مطلب ہے کہ کسی عورت کو اُس کے منافعِ خدمت پر ایّامِ معیّن میں اجارہ لیا اور یہ بھی شرط کر لی کہ ان ایّام میں زنا بھی کروں گا۔ مثلاً: کوئی شخص کسی عورت کو روٹی پکانے پر دس روپیہ کو لے اور یہ بھی شرط کرے کہ تجھ سے صحبت بھی کروں گا سو اصل معقود علیہ خدمت ہے جو امر حلال ہے اور جو شرط حرام اس کے ساتھ مل گئی ہے پس یہ اجارہ فاسد ہے نہ باطل اس صورت میں فقط اُجرت مثل روٹی پکانے کی اُجرت جو امر مباح ہے دو تین روپیہ اس کو دِلائے جائیں گے۔ ہاں! اگر کُل دس روپیہ دلائے جاتے تو حرام ہوتے؛ کیوں کہ ان میں زنا کی اُجرت بھی شامل تھی، سو ایسا یہاں بالکل نہیں۔

قولہ:

”ہدایہ“ مترجم فارسی کے صفحہ ۱۳۱ اور ”شرح وقایہ“ کے صفحہ ۳۴۶ میں لکھا ہے کہ:

قوّت حاصل کرنے کے لئے اس قدر شراب پی لینی جائز ہے کہ نشہ نہ کرے۔

جواب:

کیوں ایمان کو بالائے طاق رکھ کر صریح جھوٹ بولتے ہو؟ وہاں تو یہ عبارت لکھی ہے:

وعصير العنب إذا طبخ حتى ذهب ثلثاه وبقي ثلثه حلال وإن اشتد.[2]

یعنی، شیرہ انگور کا جب پکایا جائے، یہاں تک کہ اس کی دو تہائی جل جائے اور ایک

---

(1)۔۔: صفحہ ۴۶۱، مطبوعہ نظامی۔

(2)۔۔: [الهداية في شرح بداية المبتدي: كتاب الأشربة، 397/4]

تہائی رہ جائے تو حلال ہے اور اگرچہ وہ سخت ہو جائے۔ انتہی

سو یہ مطابق ان احادیث کے ہے جو عینی نے "شرح کنز" کی کتاب الاشربہ میں لکھا ہے:

لما روی عن أبی موسی رضی اللہ عنہ أنہ کان یشرب من الطلاء ما ذھب ثلثاہ وبقي الثلث رواہ النسائی ولہ مثلہ عن أبی الدرداء رضی اللہ عنہ. وقال البخاری: رأی عمر وأبو عبیدۃ ومعاذ رضی اللہ عنھم شرب الطلاء علی الثلث وشرب البراء وأبو جحیفۃ رضی اللہ عنھما علی النصف، وقال أبو داؤد: سألت أحمد عن شرب الطلاء إذا ذھب ثلثاہ وبقي ثلثہ، فقال: لا بأس بہ، قلت: إنھم یقولون إنہ یسکر، فقال: لا یسکر لو کان لما أحلہ عمر رضی اللہ عنہ. انتھی[1]

یعنی، روایت کی گئی ہے ابو موسیٰ اشعری [رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ] سے کہ وہ پیا کرتے تھے طلاء[2] سے جب دو تہائی جل کر ایک تہائی باقی رہ جاتا تھا۔ روایت کیا اس حدیث کو نسائی نے اور مثل اس کے ابو الدرداء [رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ] سے بھی روایت کی گئی ہے اور امام بخاری نے کہا کہ حضرت عمر، ابو عبیدہ اور معاذ [رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہم] نے طلاء کا پینا جائز کیا ہے، جب کہ ایک تہائی جل جائے، پیا حضرت براء اور ابو جحیفہ نے نصف تک جل جانے پر۔ اور کہا ابو داؤد نے: میں نے امام احمد سے طلاء کے پینے کے بارے میں سوال کیا، جب کہ دو تہائی جل کر ایک تہائی باقی رہ جائے، آپ نے فرمایا کہ اس کے پینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ نشہ کرتا ہے؟ آپ نے کہا کہ کوئی نشہ نہیں کرتا، اگر کوئی نشہ کرتا تو کبھی حضرت عمر [رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ] اُس کو حلال نہ کرتے۔

اور امام محمد نے "مؤطا" میں حضرت عمر [رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ] کی حدیث کو بیان کر کے اُس کے نیچے اس طرح پر لکھا ہے:

---

(1)۔۔: صفحہ ۳۵۳، مطبوعہ ناصری۔ [شرح العینی علی کنز الدقائق المسمی بہ رمز الحقائق: کتاب الاشربۃ، النوع الرابع، الجزء الثانی، ص220]

(2)۔۔: [طلاء: شہد سے بنے شیرے / شراب کو طلاء کہا جاتا ہے۔]

وَبِهَذَا نَأْخُذُ، لا بَأْسَ بِشُرْبِ الطِّلاءِ الَّذِي قَدْ ذَهَبَ ثُلُثَاهُ وَبَقِيَ ثُلُثُهُ، وَهُوَ لا يُسْكِرُ، فَأَمَّا كُلُّ مُعَتَّقٍ يُسْكِرُ فَلا خَيْرَ فِيهِ۔ (1)

[یعنی، ہمارا یہ مذہب ہے کہ ایسی طلاء پینے میں کوئی حرج نہین، جس کو پکا کر دو تہائی ختم کر دیا گیا ہو اور ایک تہائی باقی رہ گئی ہو اور وہ نشہ آور نہ ہو، لیکن ہر پرانی شراب جو نشہ لاتی ہو، اس میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے۔]

اور اس طلاء کا پینا بھی انہی لوگوں کو جائز ہے جو لہو ولعب کی غرض سے نہ پیتے ہوں، بلکہ محض عبادت وشب بیداری کے لئے۔ چناں چہ شیخ عبد الحق محدّثِ دہلوی نے "شرح مشکوۃ" میں لکھا ہے:

و این نیز وقتے است که بنوشد آنرا برائے تقویت پر عبادت کذا فی الهدایه و ذکر کرده است امام ابو یوسف در "امالی" خود اگر خواهد که بنوشد برائے فسق و فجور و تلهی پس قلیل و کثیر آن حرام است۔ انتهی، ملخصاً (2)

[اور یہ اُس وقت ہے جب عبادت پر قوّت حاصل کرنے کے لیے پیئے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسف عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے "امالی" میں بیان کیا ہے: اگر فسق وفجور اور تلہی کے لیے خود پینا چاہتا ہے تو اُس کا قلیل وکثیر حرام ہے۔]

پس اس شیرہ کو شراب بیان کر کے مردود کہنا صریح دھوکہ دہی اور اصحاب رسولِ خدا کو مردود کہنا ہے۔ نعوذ باللہ

قولہ:

"ہدایہ" جلد دُوم کے صفحہ ۴۸۳ میں لکھا ہے کہ:
شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا، پینا حلال ہے۔ انتہی

---

(1)۔۔: صفحہ ۱۸۹، مطبوعہ، لودھیانہ۔ [موطأ مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني: باب: نبيذ الطلاء، تحت رقم 721۔251/1]

(2)۔۔: جلد سوُم، صفحہ ۱۵۶، مطبوعہ، مصطفائی۔ [اشعة اللمعات شرح مشكوة: كتاب الحدود، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، 291/3]

جواب:

یہ کچھ حنفیہ کا ہی مذہب نہیں، بلکہ امام اوزاعی اور لیث کا بھی یہی مذہب ہے۔[1]

عینی نے "کنز" کی شرح میں لکھا ہے کہ اس میں ہماری دلیل قول اللہ کا ہے:

﴿اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ﴾ [پ:٦، المائدہ، ۴]

[حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں۔]

اور تحقیق عین شراب کا متغیر ہو گیا ہے اور سرکہ بالطبع پاک ہوتا ہے، پس حلال ہو گا۔

اور دوسرا قول ہے:

«نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ» رواہ مسلم

یعنی، اچھا نان خورِش سرکہ ہے۔

اور یہ مطلق ہے، پس شامل ہو گا اُس کی تمام صورتوں سے اور مراد نہی سے جو حدیثِ انس میں مسلم نے روایت کی ہے، یہ ہے کہ شراب کا استعمال سرکہ سا ہو، بایں طور کہ اُس سے نفع مثل سرکہ بطور نان خورش بنانے کے لیا جائے۔ علاوہ اس کے یہ محمول ہے اس پر کہ یہ ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی، جب کہ آں حضرت [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] خمر کی بابت مبالغہ فرماتے تھے اور زجر کرتے تھے واسطے چھوڑا دینے عادت مالوفہ کے۔ انتہی ملحضاً[2]

شیخ عبد الحق محدّث نے "شرح مشکوۃ" میں لکھا ہے:

و نہی ازآں اگر بود در ابتدائے امر بود بجہت قمع آثارِ خمر۔ اما بعد طولِ عہد حرام نباشد و روایت میکند کہ"خیر خلکم خل

---

(1)۔۔:۔حاشیہ ابوداؤد، جلد دوم، صفحہ ١٦١۔

(2)۔۔:صفحہ ۲۵۳، کنز کلاں، مطبوعہ ناصری۔[شرح العینی علی کنز الدقائق المسمی بہ رمز الحقائق: کتاب الاشربۃ، النوع الرابع، الجزء الثانی، ص 220]

خمرکم"بہترین سرکه شما سرکه خمر است۔ انتہی[1]

[اس پر اگر نہی وارد ہوئی بھی ہے تو وہ حکمِ حرمت کے ابتدائی دور میں شراب کے آثار جڑ سے اُکھاڑنے کے لیے تھی اور ایک لمبا زمانہ گزرنے کے بعد حرام نہیں تھی اور روایت کی گئی ہے کہ "تمہارے سرکوں میں بہترین سرکہ وہ ہے، جو شراب سے بنا ہو"۔]

قولہ:

فتاویٰ "قاضی خان" جلد اوّل کے صفحہ ۱۰۰ میں لکھا کہ:

تسکین کی نیت سے مشت زنی کرنے میں گناہ نہیں۔

جواب:

کتاب کا مطلب تو بالکل سمجھتے نہیں اور اعتراض کرنے کو فوراً تیار ہو جاتے ہو۔

فہم سخن گر نکند مستمع

قوت طبع از متکلم مجو

ہمارے علما مشت زنی کو حرام لکھتے ہیں۔ چناں چہ "شامی" میں لکھا ہے:

وَيَدُلُّ أَيْضًا عَلَى مَا قُلْنَا مَا فِي الزَّيْلَعِيِّ حَيْثُ اسْتَدَلَّ عَلَى عَدَمِ حِلِّهِ بِالْكَفِّ بِقَوْلِهِ تَعَالَى:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾[المؤمنون:۵]الْآيَة، وَقَالَ:فَلَمْ يُبِحْ الِاسْتِمْتَاعَ إِلَّا بِهِمَا أَيْ بِالزَّوْجَةِ وَالْأَمَةِ.[2]

[(علامہ شامی فرماتے ہیں:) جو ہم نے کہا، اس پر زیلعی کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے، اس طرح کہ علامہ زیلعی نے کف (مشت) کے ساتھ اس فعل کے حلال نہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

---

(1)۔۔:جلد ثالث، صفحہ ۱۵۷، مطبوعہ مصطفائی، دہلی۔[اشعة اللمعات شرح مشكوة: كتاب الحدود ،باب بيان الخمر ووعيد شاربها، الفصل الاوّل، 293/3]

(2)۔۔:جلد دوم، صفحہ ۱۰۰۔[رد المحتار على الدر المختار: كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، 399/2]

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ [المؤمنون:۵] الآيَةُ
یعنی، وہ لوگ جو اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔
اور فرماتے ہیں: تو استمتاع (نفع اُٹھانا، جماع کرنا) انہیں دونوں (زوجہ اور لونڈی) سے مباح ہو گا۔]

لیکن جو شخص عورت نہ رکھتا ہو اور بسبب غلبہ ٔشہوت کے، یہ خوف کرتا ہو کہ اگر میں نے ہاتھ سے انزال نہ کیا تو مجھ سے زنا واقع ہو جائے گا تو اس کے لئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر وہ ہاتھ سے انزال کرتا ہے تو ہم امید کرتے ہیں کہ شاید گناہ گار نہ ہو۔ چناں چہ "درِ مختار" میں لکھا ہے:

وَلَوْ خَافَ الزِّنٰی یُرْجَی أَنْ لَا وَبَالَ عَلَیْهِ. انتهى[1]
[اور اگر زنا کا خوف ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اس پر کوئی وبال (گناہ) نہ ہو۔]
اور "شامی" میں لکھا ہے:

فَإِنْ غَلَبَتْهُ الشَّهْوَةُ فَفَعَلَ إِرَادَةَ تَسْكِينِهَا بِهِ فَالرَّجَاءُ أَنْ لَا يُعَاقَبَ... وَأَمَّا إِذَا فَعَلَهُ لِاسْتِجْلَابِ الشَّهْوَةِ فَهُوَ آثِمٌ. ملخّصاً[2]
[یعنی، اگر کسی کو شہوت غالب ہوئی، اُس نے اس سے چھٹکارا پانے کے ارادہ سے یہ فعل کیا تو امید ہے کہ عذاب وعقاب نہیں کیا جائے گا... ہاں! اگر شہوت لانے کے لیے مشت زنی کرتا ہے تو پھر یہ گناہ گار ہو گا۔]

بلکہ ایسی غلبہ ٔشہوت کی حالت میں جب کہ بسبب عدم مقدّماتِ نکاح کے زنا کے واقع ہونے کا -جو اشدّ گناہ ہے- خوف ہو، تو ایسے وقت میں بقولِ مشہور "إِذَا ابْتُلِيْتَ بِبَلِيَّتَيْنِ فَاخْتَرْ أَهْوَنَهُمَا" ہاتھ سے انزال کر ڈالنا جو بہ نسبت زنا کے اخفّ، بلکہ پاسنگ بھی نہیں، صرف مباح ہی نہیں، بلکہ واجبات سے ہے، جیسا کہ شامی میں لکھا ہے۔ البتہ

---

(1)۔۔: [الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار: كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، 146/1]

(2)۔۔: جلد دوم، صفحہ ۱۰۰۔ [رد المحتار على الدر المختار: كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، 399/2]

اس کا معتاد ہونا«نَاکِحُ الْیَدِ مَلْعُونٌ» کا مصداق بننا ہے۔ پس اس مسئلہ پر اعتراض کرنا نعوذ باللہ گویا زنا کی ترغیب دینا ہے۔ (1)

---

(1)۔۔[امامِ اہلِ سنت امام احمد رضاخان حنفی قادری علیہ الرحمہ سے اس بارے میں سوال ہوتا ہے، سوال مع الجواب ملاحظہ ہو:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کہ زلخ لگانے کا اللہ پاک کیا گناہ فرماتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

یہ فعل ناپاک حرام وناجائز ہے، اللہ جلّ وعلانے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ وکنیز شرعی بتائی ہیں اور صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ:

﴿فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾[پ:۲۹، المعارج،۳۱]

جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈھے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

حدیث میں ہے: «نَاکِحُ الْیَدِ مَلْعُونٌ» جلق لگانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

ہاں! اگر کوئی شخص جوان تیز خواہش ہو کہ نہ زوجہ رکھتا ہو، نہ شرعی کنیز اور جوش شہوت سخت مجبور کرے اور اس وقت کسی کام میں مشغول ہو جانے یا مردوں کے پاس جا بیٹھنے سے بھی دل نہ بٹے، غرض کسی طرح وہ جوش کم نہ ہو، یہاں تک کہ یقین یا ظن غالب ہو جائے کہ اس وقت اگر یہ فعل نہیں کرتا تو حرام میں گرفتار ہو جائے گا تو ایسی حالت میں زنا ولواطت سے بچنے کے لئے صرف بغرض تسکین شہوت، نہ کہ بقصد تحصیل لذت وقضائے شہوت، اگر یہ فعل واقع ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرمائے گا۔ پھر اس کے ساتھ ہی واجب ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو، فوراً نکاح یا خریداری کنیز شرعی کی فکر کرے، ورنہ سخت گنہ گار ومستحق لعنت ہوگا۔ یہ اجازت اس لئے نہ تھی کہ اس فعل ناپاک کی عادت ڈال لے اور بجائے طریقہ پسندیدہ خدا ورسول اسی پر قناعت کرے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے: اما الاستمناء فحرام الا عند شروط ثلثة :ان یکون عزب وبه شبق وفرط شهوة (بحیث لو لم یفعل ذٰلک لحملته شدة الشهوة علی الزناء او اللواط و الشرط الثالث: ان یرید به تکسین الشهوة لا لقضائها، مزیدا من شرحها الحدیقة الندیة.[مشت زنی حرام ہے مگر تین شرائط کے ساتھ جواز کی گنجائش ہے:(۱) مجرد ہو اور غلبہ شہوت ہو (۲) شہوت اس قدر غالب ہو کہ بدکاری زناء یا لونڈے بازی وغیرہ کا اندیشہ ہو (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے محض تسکین شہوت مقصود ہو نہ کہ حصول لذت۔

قولہ:

فتاویٰ "قاضی خان" جلد چہارم کے صفحہ ۳۶۴ میں لکھا ہے کہ:

اگر پیشاب کے ساتھ قرآن لکھ لے اور اگر مردار کی کھال پر قرآن لکھ لے تو بھی مضائقہ نہیں۔

اور "ردّ المختار شرح درالمختار" جلد اوّل کے صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ:

اگر کسی کی نکسیر پھوٹے، پس لکھے سورۃ فاتحہ کو ساتھ خون کے پیشانی اپنی پر اور ناک اپنی پر تو جائز ہے واسطے شفا کے اور ساتھ پیشاب کے بھی سورۃ فاتحہ کا لکھنا جائز ہے اگر جانا جائے کہ اس میں شفا ہے۔ انتہی

جواب:

اصل عبارت فتاویٰ "قاضی خان" کی اس طرح پر ہے:

والذي رعف ولا يرقأ دمه، فأراد أن يكتب بدمه على جبهته شيئا من القرآن، قال أبو بكر الإسكاف رحمه الله تعالى: يجوز، قيل: لو كتب بالبول؟ قال: لو كان فيه شفاء لا بأس به، قيل: لو كتب على جلد ميتة؟ قال: إن كان فيه شفاء، جاز.[1]

[اور وہ شخص جسے نکسیر پھوٹ جائے اور خون نہ رک رہا ہو تو وہ اپنے خون کے

طریقہ محمدیہ کی عبارت مکمل ہوگئی جس میں اس کی شرح حدیقہ ندیہ سے کچھ اضافہ بھی شامل ہے۔]

تنویر الابصار میں ہے:

يَكُونُ (اى) وَاجِبًا عِنْدَ التَّوَقَانِ. [غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے۔]

ردالمختار میں ہے:

قُلْت: وَكَذَا فِيمَا يَظْهَرُ لَوْ كَانَ لَا يُمْكِنُهُ مَنْعُ نَفْسِهِ عَنْ النَّظَرِ الْمُحَرَّمِ أَوْ عَنْ الِاسْتِمْنَاءِ بِالْكَفِّ، فَيَجِبُ التَّزَوُّجُ، وَإِنْ لَمْ يَخَفْ الْوُقُوعَ فِي الزِّنَا. والله تعالى اعلم

[میں کہتا ہوں اور اسی طرح کچھ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حالت ایسی ہو کہ یہ اپنے آپ کو نظر حرام اور مشت زنی سے نہ روک سکے تو شادی کرنا واجب ہے، اگرچہ زناء میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی بڑا عالم ہے۔][فتاویٰ رضویہ: جلد24، ص 201 تا 203]

(1)۔۔:[فتاوی قاضي خان: كتاب الحظر والإباحة وما يكره أكله وما لا يكره وما يتعلق بالضيافة، جلد3، ص 305]

ساتھ اپنے ماتھے پر کچھ قرآن لکھنا چاہے تو ابو بکر اسکاف کہتے ہیں کہ یہ جائز ہو گا۔ کہا گیا: اگر وہ پیشاب کے ساتھ لکھ لے تو؟ کہنے لگے: اگر اس میں شفا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کہا گیا: اگر مردار کے چمڑے پر لکھے تو؟ کہا: اگر اس میں شفاء ہے تو جائز ہے۔]

سو یہ تینوں صورتیں مطابق آیت ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ﴾[1] کے ہیں؛ کیوں کہ جب خدا تعالیٰ نے اضطرار کی حالت میں قطعی حرام چیزیں مباح کر دیں تو دوا حرام اگر اس میں شفاء منحصر ہو اور اور بجز اس کے اور کوئی دوا واسطے بقائے جان کے میسر نہ ہو، کیوں مباح نہ ہوں گی؟ ہاں! اگر علماء مطلق علاج حرام دوا کے ساتھ جائز کرتے تو البتہ قابلِ اعتراض ہوتا، مگر وہ بار بار یہی کہتے ہیں کہ اگر اس میں شِفا منحصر ہے اور بجز اس کے اور کوئی دوا نہیں، تب جائز ہے۔ چناں چہ "شامی" و "درِ مختار" میں لکھا ہے:

يَجُوزُ إِنْ عَلِمَ فِيهِ شِفَاءً وَلَمْ يَعْلَمْ دَوَاءً آخَرَ.[2]

یعنی، تب جائز ہے جب کہ جانتا ہے کہ اس میں شفا ہے اور بغیر اس کے اور کوئی دوا نہیں جانتا۔[3]

---

(1)۔۔:[اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں۔][پ:۲، البقرہ، ۱۷۳]

(2)۔۔:[رد المحتار على الدر المختار: ، كتاب الطهارة، باب المياه، فروع التداوي بالمحرم، 210/1]

(3)۔۔:[اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان حنفی قادری عَلَیہِ الرَّحْمَہ سے مذکورہ سوال دریافت ہوتا ہے، جسے یہاں نقل کیا جانا خالی از فائدہ نہ ہو گا، سوال مع الجواب ملاحظہ ہو:

مسئلہ:

گزارش۔۔۔یہ کہ چند مسئلہ کتب فقہیہ امام اعظم صاحب عَلَیہِ الرَّحْمَہ مثل ہدایہ شرح وقایہ وفتاویٰ

قاضی خاں ودر مختار ورد المختار و فتاویٰ عالم گیری و فتاویٰ برہنہ و فتاویٰ سراجیہ خلافِ حدیثِ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم ہیں۔ من جملہ مسائل خلافیہ کے ایک یہ مسئلہ اس میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے میں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں یہ عبارت کتب مذکورہ میں ہے یا اتہام؟ اس کے حق میں کیا حکم ہے؟ بیان فرمادیں۔

الجواب:

الحمد للّٰہ رب العالمین وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وعلماء امتہ ومجتہدی ملتہ اجمعین، اٰمین۔

اقول: وباللّٰہ التوفیق:

معترض نے اس عبارت میں متعدّد طور پر دھوکے دینے سے کام لیا ہے:۔

اوّلاً:

ایہام کیا کہ ہدایہ وغیرہ سب کتبِ مذکورہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے، حالاں کہ نہ ہدایہ میں اس کا پتا نہ شرح وقایہ میں نشان، نہ درمختار میں وجود، نہ عالم گیری میں ذکرِ بول موجود، یہ سب معترض صاحب مغالطہ دہی ہے۔ فتاویٰ برہنہ فقیر کے پاس نہیں، نہ وہ کوئی معتبر کتابوں میں معدود۔

ثانیاً:

سراجیہ میں اس کے بعد صراحۃً لکھ دیا: **لکن لم ینقل**، مگر یہ منقول نہ ہوا۔ (فتاویٰ سراجیہ: کتاب الکراھیۃ، باب التداوی والعلاج، نول کشور۔ لکھنؤ، ص ۷۵)

اسی طرح ردالمحتار میں نقل فرمایا۔ (ردالمحتار: کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰)

تو ان کی طرف حکمِ جواز کی نسبت کردینی محض افترا ہے۔ حکم کسی شرط پر مشروط کرکے وجود شرط حکم کو تسلیم نہ کرنا ہے، نہ کہ حکم دینا۔ **کمالایخفی علی جاھل فضلاعن فاضل**

ثالثاً:

فتاویٰ قاضی خاں میں صاف بتادیا کہ یہ مسئلہ نہ امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کا ارشاد ہے نہ ان کے اصحاب کا، نہ شاگردان کا نہ شاگردان شاگرد کے کسی شاگرد کا، بلکہ شیخ ابو بکر اسکاف بلخی کا قول ہے کہ چوتھی صدی کے مشائخ سے تھے، وہ بھی نہ اس طور پر جس طرح معترض نے بیان کیا جیسا کہ عن قریب آتا ہے تو اس کے باعث یہ ایہام کرنا کہ فقہ امام اعظم کا یہ حکم ہے، صحیح فریب دہی ہے۔

رابعاً:

فتاویٰ قاضی خان کی عبارت یہ ہے: والذي رعف ولا يرقأ دمه فأراد أن يكتب بدمه على جبهته شيئا من القرآن؟ قال أبو بكر الاسكاف رحمه الله تعالى: يجوز. قيل: لو كتب بالبول؟ قال: لو فيه شفاء لا بأس به. قيل: لو كتب على جلد ميتة؟ قال: إن كان فيه شفاء جاز. وعن ابى نصر بن سلام رحمه الله تعالى: معنى قوله عليه الصلوٰة والسلام ان الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم انما قال ذٰلك فى الاشياء التى لا يكون فيه شفاء فاما اذا كان فيها شفاء فلا بأس به. قال: الا ترى ان العطشان يحل له شرب الخمر حال الاضطرار.

[جس شخص کی نکسیر آئے کہ خون بند نہ ہو پھر اس نے اپنے خون سے قرآن مجید کا کوئی حصہ اپنی پیشانی پر لکھنے کا ارادہ کیا ہو (تو شرعاً کیا حکم ہے؟) ابو بکر اسکاف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ پھر ان سے پوچھا گیا اگر پیشاب سے لکھے (تو پھر کیا حکم ہے؟) فرمایا: اگر اس میں شفاء معلوم ہو تو کچھ حرج نہیں، پھر کہا گیا کہ اگر مردار کی کھال پر لکھے؟ تو فرمایا: اگر اس میں بھی شفاء معلوم ہو تو جائز ہے۔ ابو النصر بن سلام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا ارشاد کہ "بے شک اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم پر حرام فرمایا ہے اس میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی" کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ان چیزوں سے متعلق ہے جن میں فی الواقع شفاء نہیں، لیکن جن میں شفا موجود ہے تو ان کے استعمال میں کیا حرج ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ پیاسے آدمی کے لئے اضطراری حالت میں شراب کا پینا بھی حلال ہے۔] (فتاویٰ قاضی خاں: کتاب الحظر والاباحۃ، نول کشور-لکھنؤ، ۴ / ۷۸۰)

اس عبارت سے واضح کہ فقیہ ممدوح سے اس حالت کا سوال ہوا تھا کہ کسی کے دماغ سے ناک کی راہ خون جاری ہے اور کس طرح نہیں تھمتا، اس حالت میں اس کی جان بچانے کو اگر خون یا بول سے لکھیں تو اجازت ہے یا نہیں؟ فقیہ موصوف نے فرمایا: اگر اس سے شفا ہو جانا معلوم ہو تو مضائقہ نہیں اور اس کی نظیر یہ بتائی گئی کہ پیاس سے جان جاتی ہو اور سوا شراب کے کوئی چیز موجود نہیں یا بھوک سے دم نکلتا ہو اور سوا مردار کے کچھ پاس نہیں تو اس وقت بمقدار جان بچانے کے شراب و مردار کے استعمال کی شرع مطہر نے رخصت دی ہے تو فقیہ موصوف کا یہ حکم حقیقۃً تین شرطوں سے مشروط تھا:۔

اوّل: یہ کہ جان جانے کا خوف ہو، جیسا کہ عبارتِ قاضی خان فلا یرقا دمہ [اس کا خون بند نہ ہو] سے ظاہر ہے اور اسی ردالمحتار میں کہ اس کا نام بھی معترض نے گن دیا۔

عبارت یوں ہے: نص ما في الحاوى القدسى اذا سال الدم من انف انسان ولا ينقطع حتى يخشى عليه الموت.

[حاوی قدسی میں تصریح فرمائی) یعنی، خون ناک سے جاری ہے اور نہیں تھمتا، یہاں تک کہ اس کے

مر جانے کا اندیشہ ہو۔](ردالمحتار: کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، داراحیاء التراث العربی-بیروت، ۱ /۱۴۰)

دُوُم: اس تدبیر سے اسے شفا ہو جانا بھی معلوم ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں **لو کان فیه شفاء** [اگر اس میں شفاء معلوم ہو۔] سے ظاہر۔(فتاویٰ قاضی خاں: کتاب الحظر والاباحۃ، نول کشور-لکھنؤ، ۴ /۷۸۰)

اور اسی ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ ہے: **وقد علم انه لو کتب ینقطع**، تحقیق معلوم ہو کہ لکھا جائے تو خون منقطع ہو جائے گا۔(ردالمحتار: کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، داراحیاء التراث العربی-بیروت، ۱ /۱۴۰)

سِوُم: اس کے سوا کوئی اور تدبیر شفا نہ ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں **حال الاضطرار** سے ظاہر۔

اور اس ردالمحتار میں ہے: **فی النهایة عن الذخیرة یجوز ان علم فیه شفاء ولم یعلم دواء اخر.**

(نہایہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے:) جب جائز ہے کہ اس سے شفا ہو جانا معلوم ہو اور دوسری کوئی دوا نہ معلوم ہو۔(ردالمحتار: کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، داراحیاء التراث العربی-بیروت۔ ۱ /۱۴۰)

اسی میں ہے: **هذا المصرح فی عبارة النهایة کما مر ولیس فی عبارة الحاوی الا انه یفاد من قوله کما رخص، الخ، لان حل الخمر والمیتة حیث لم یوجد مایقدم مقامهما.**

[عبارت نہایہ میں یہ تصریح کی گئی جیسا کہ بیان گزر چکا، لیکن عبارتِ حاوی قدسی میں یہ تصریح موجود نہیں، مگر یہ کہ اس کے قول "کما رخص" سے افادہ کیا جائے، الخ؛ اس لئے کہ شراب اور مردار (وہاں) حلال ہیں جہاں کوئی نعم البدل نہ پایا جائے، لہذا بصورت دیگر وہ حلال نہیں](ردالمحتار: کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، داراحیاء التراث العربی-بیروت، ۱ /۱۴۰)

اہل انصاف غور کریں کہ جو حکم ان تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہو جن کے بعد اس میں اصلاً استبعاد نہیں کہ **الضرورات تبیح المحظورات**[ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔] شرع و عقل و عرف سب کا مجمع علیہ قاعدہ ہے ان تمام شرائط کو اڑا کر مطلقاً یوں کہہ دینا کہ ان کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے، کون سی ایمان وامانت ودین و دیانت کا مقتضا ہے؟ یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کافر نصرانی یہودی بک دے کہ قرآن مجید میں سور کھانا حلال لکھا ہے اور ثبوت میں یہ آیت پیش کرے کہ:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾

[پھر کوئی بیقرار ہو گیا، بشرطیکہ بغاوت اور زیادتی کرنیوالا نہ ہو تو اس پر (مردار کھالینے کا) کوئی گناہ نہیں۔][پ:۲، البقرہ، ۱۷۳]

یا کوئی مردود نیچری یُوں جھک کمارے کہ کفر کے بول بولنا اللہ تعالیٰ نے جائز فرمادیا ہے اور سند میں یہ آیت سنادے کہ:

﴿اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَ قَلۡبُهٗ مُطۡمَىِٕنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ﴾

مگر اس کو کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے کہ جس کو مجبور کیا جائے، جب کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔[پ:۱۴، النحل، ۱۰۶]

ان مفتری کذابوں سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن عظیم نے تو سور کھانا اور کلمہ کفر بکنا قطعی حرام کئے ہیں، یہ تیرا محض افتراء وبہتان ہے۔ ہاں! دم نکلتا ہو اور کچھ اور میسر نہیں تو جان بچانے کو حرام چیز کھانے کی اجازت دینی یا کوئی ظالم بغیر کفر کے ظاہر کئے مارے ڈالتا ہو یا آنکھیں پھوڑتا یا ہاتھ پاؤں کاٹتا ہو تو دل میں خاص ایمان کے ساتھ حفظ جسم وجان کے لئے کچھ ظاہر کرنے کی رخصت فرمائی، یہ قطعاً حق وعین رحمت ومصلحت ہے اور اسے تیرا اس طور پر تعبیر کرنا یقیناً بہتان وصریح شرارت وخباثت ہے۔ بعینہٖ یہی جواب ان غیر مقلد صاحبوں کے اعتراض کا سمجھ لیجئے۔

خامساً:

فقیر کہتا ہے **غفر اللہ تعالیٰ لہ:** اگر اللہ عزّوجلّ نظر غائر وقت شناس نصیب فرمائے تو عند التحقیق اس کلامِ علماء کا مرجع ومآل صاف ممانعت ہے، نہ تجویز واجازت کہ وہ شرط فرماتے ہیں کہ جب اس سے شفاء ہو جانا معلوم ہو، حالاں کہ اس علم کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر علم بمعنی یقین لیجئے جب تو ظاہر کہ یقین تو ظاہر وواضح ومجرّب ومعقول الاثر داؤں میں بھی نہیں، نہایت کار ظن ہے۔

اسی ردالمحتار میں ہے: **قد علمت ان قول الاطباء ولا یحصل بہ العلم**[بے شک تو نے جان لیا کہ طبیبوں کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا۔](ردالمحتار: کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/۱۴۰)

اور اگر ظن کو بھی شامل کیجئے تو یہ لکھنا غایت درجہ از قبیل رقیہ ہوگا، نہ از قبیل معالجات ورضحہ طبیہ اور علماء۔ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسے معالجات سے شفاء معلوم ہونا درکنار مظنون بھی نہیں، صرف موہوم ہے۔

اسی عالم گیری میں فصول عمادی سے ہے: **الاسباب المزیلۃ للضرر تنقسم الی مقطوع بہ کالماء للعطش والخبز للجوع والی مظنون کالفصد والحجامۃ وشرب المسھل وسائر ابواب الطب یعنی معالجۃ البرودۃ بالحرارۃ ومعالجۃ الحرارۃ بالبرودۃ وھی الاسباب الظاھرۃ فی الطب والی موھوم کالکی والرقیۃ۔**

[جن اسباب سے ضرور دور ہوتا ہے وہ دو قسم کے ہیں:

(۱) یقینی: جیسے پانی پیاس دور کرنے کے لئے اور کھانا بھوک کو رفع کرنے کے لئے۔

(۲) ظنی: جیسے خون نکلوانا، پچھنے لگوانا، جلاب آور دوا پینا اور دیگر ابواب طب یعنی سردی کا گرمی سے علاج کرنا، اور گرمی کا سردی سے، اور علم طب میں یہ ظاہری اسباب ہیں اور وہمی اسباب جیسے داغ لگانا اور جھاڑ پھونک یعنی دم کرنا۔] (فتاویٰ ہندیہ: کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن عشر، نورانی کتب خانہ- پشاور،۵/ ۳۵۵)

تو دیکھو علمانے تصریح فرمائی کہ یہ لکھنا جائز جب ہو کہ اس سے شفاء معلوم ہو اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح فرمائی کہ اس سے شفاء معلوم نہیں تو کیا حاصل یہ نکلا کہ یہ لکھنا جائز ہے یا یہ کہ ہر گز جائز نہیں صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دربارۂ رمل سوال ہوا، ارشاد فرمایا:

کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاک رواہ مسلم فی صحیحہ واحمد ابودؤد والنسائی عن معاویۃ بن الحکم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

[بعض انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کچھ خط کھینچا کرتے تھے تو جس کی لکیریں ان کے خطوں سے موافق ہوں وہ ٹھیک ہے (امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں امام محمد، ابوداؤد اور نسائی نے معاویہ بن حکم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔] (صحیح مسلم: کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلٰوۃ، قدیمی کتب خانہ-کراچی، ۱/ ۲۰۳)

اب اس حدیث سے ٹھہرادینا کہ نبی صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رمل پھینکنے کی اجازت دی ہے ،حالاں کہ حدیث صراحۃً مفید ممانعت ہے کہ جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کا جواز موافقِ خط انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے مشروط فرمایا اور وہ معلوم نہیں تو جواز بھی نہیں۔ امام نووی رحمہ اللّٰہ تعالٰی نے کتاب الصلٰوۃ باب تحریم الکلام میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

معناہ من وافق خطہ فھو مباح لہ ولکن لاطریق لنا الی العلم الیقینی بالموافقۃ فلا یباح والمقصود انہ حرام لانہ لایباح الا بیقین بالموافقۃ ولیس لنا یقین بھا۔

[حدیث پاک کا مفہوم اور مراد یہ ہے کہ جس آدمی کی لکیریں بعض انبیاء کرام کی لکیروں کے موافق ہوجائیں تو اس کے لئے (علم رمل) مباح ہے لیکن حصول موافقت کے لئے ہمارے پاس یقینی علم تک رسائی کا کوئی راستہ نہیں لیکن علم مذکور (ہمارے لئے) مباح نہیں اور مقصد یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ یقینی موافقت کے بغیر وہ مباح نہیں ہوسکتا اور یقنی موافقت کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں۔] (شرح صحیح البخاری للنووی مع صحیح مسلم: کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلٰوۃ، ۱/ ۲۰۳)

یعنی، مقصودِ حدیث تحریمِ رمل ہے کہ اباحت بشرط موافقت ہے اور وہ نامعلوم تو اباحت معدوم۔

علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: حاصله ان فی هذا الزمان حرام لان الموافقة معدومة او موهومة.

یعنی، حاصل حدیث یہ ہے کہ رمل اس شریعت میں حرام ہے کہ موافقت معدوم ہے یا موہوم۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الصلٰوۃ، باب مالایجوز من العمل...الخ، مکتبہ حبیبیہ۔ کوئٹہ، ۳ / ۶۴)

اسی میں امام ابن حجر سے انھوں نے اکثر علماء سے نقل فرمایا: لایستدل بهذا الحديث على اباحته لانه علق الاذن فيه عليه موافقة خط ذلک النبی صلی موافقة غير معلومة فاتضح تحريمه.

یعنی، اس حدیث سے رمل کی اباحت پر استدلال نہ کیا جائے کہ اس میں تو اجازت ان نبی کے خط سے موافقت پر موقوف فرمائی ہے اور یہ موافقت معلوم نہیں تو اس کا حرام ہونا روشن ہو گیا۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الصلٰوۃ، باب مالایجوز من العمل...الخ، مکتبہ حبیبیہ۔کوئٹہ، ۳ / ۶۴)

بعینہٖ یہی حالت اس قول علماء کی ہے کہ جب اجازت کتابت علم شفا سے مشروط فرماتے ہیں اور وہ معدوم یا موہوم ہو تو اباحت معدوم۔

هكذا ينبغی التحقيق والله ولی التوفيق ثم بعد كتابتی لهذا المحل الشامی نقل عن البحر عن الفتح مانصه:

وَأَهْلُ الطِّبِّ يُثْبِتُونَ لِلَبَنِ الْبِنْتِ أَيْ الَّذِي نَزَلَ بِسَبَبِ بِنْتٍ مُرْضِعَةٍ نَفْعًا لِوَجَعِ الْعَيْنِ. وَاخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ فِيهِ، قِيلَ: لَا يَجُوزُ، وَقِيلَ: يَجُوزُ إذَا عَلِمَ أَنَّهُ يَزُولُ بِهِ الرَّمَدُ. وَلَا يَخْفَى أَنَّ حَقِيقَةَ الْعِلْمِ مُتَعَذِّرَةٌ، فَالْمُرَادُ إذَا غَلَبَ عَلَى الظَّنِّ وَإِلَّا فَهُوَ مَعْنَى الْمَنْعِ.

یونہی تحقیق کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ پھر میں نے یہ جگہ لکھنے کے بعد فتاویٰ شامی کو دیکھا، اس میں بحر الرائق بحوالہ فتح القدیر نقل کیا کہ جس کی اس نے تصریح فرمائی کہ اہل طب نے لڑکی کے دودھ کو درد کے لئے مفید قرار دیا ہے اور مشائخ کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے، چناں چہ کہا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ جائز ہے، جب کہ یہ علم ہو جائے کہ اسے درد چشم زائل ہو جائے گا، لیکن یہ پوشیدہ نہیں کہ حقیقت علم تک رسائی مشکل ہے اور مراد یہ ہے کہ جب غالب گمان ہو، ورنہ یہی منع کا مفہوم ہے۔(ردالمحتار: کتاب النکاح، باب الرضاع، داراحیاء التراث العربی۔بیروت، ۲ / ۴۰۴)

اقول : وانت تعلم ان لاوجه فيما نحن فيه بغلبة الظن ايضا فهو معنى المنع قطعا وهذا عين ما فهمت ولله الحمد.

[میں کہتا ہوں: کہ تم جانتے ہو کہ یہاں غلبہ ظن کی کوئی وجہ نہیں لہٰذا یہی قطعی طور پر مفہوم منع ہے

اور یہ بعینہٖ وہی ہے جس کو میں نے سمجھا اور خدا ہی کے لئے تمام خوبیاں ہیں۔]

سادساً:

طرہ یہ کہ معترض نے چوتھی صدی کے ایک فقیہ کا قول بہزاران عیار سب شرائط اڑا کر طرح طرح کی تہمت وبہتان کے ساتھ فقیہ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر بزعم خود اعتراض جمانے کے لئے نقل کیا اور اسی درمختار وردالمحتار وقاضی خاں وعالم گیری وغیرہا عامہ کتب معتمدہ مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں جو خود ہمارے امام اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اصل مذہب کہ ظاہر الروایۃ ومعتمد فی المذہب ہے اور اس پر تصریحات کثیرہ ہیں وہ سب اڑا گیا کہ بے علم بیچاروں کو دھوکے دے کہ امام الائمہ امام اعظم معاذ اللہ ایسے موحش حکم دیتے تھے۔ معترض اگر کچھ پڑھا لکھا ہے اور اس نے ان کتابوں کے نام کسی سے سن کر یار جمأیا بالغیب آنکھیں بند کرکے نہ لکھ دے تو ایمان سے کہے کہ اسی درمختار میں یہیں یعنی کتاب الطہارۃ میں یہ عبارت تو نہ تھی: **اختلف فی التداوی بالحرام وظاہر المذھب المنع.**

حرام چیز دواء استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ہمارے ائمہ کا اصل مذہب ظاہر الروایۃ کہ جائز نہیں۔(الدرالمختار: کتاب الطہارۃ، مطبع مجتبائی-دہلی، ۱/ ۳۸)

اسی درمختار کتاب الرضاع میں یہ عبارت تو نہ تھی: **فی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاھر المذھب.**

یعنی، بحر الرائق میں ہے کہ مذہب حنفی ظاہر الروایہ میں حرام چیز سے علاج کرنا جائز نہیں۔(درمختار: کتاب النکاح، باب الرضاع، مطبع مجتبائی-دہلی، ۱/ ۲۱۲)

اسی درمختار میں کتاب الحظر والاباحۃ میں یہ عبارت تو نہ تھی: **جاز الحقنہ للتداوی بطاھر لا بنجس وکذا کل تداو لا یجوز.**

حقنہ بغرض دوا پاک چیز سے جائز ہے ناپاک سے نہیں، اسی طرح کوئی علاج ناپاک چیز سے جائز نہیں۔(درمختار: کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، مطبع مجتبائی-دہلی، ۲/ ۲۴۲)

اسی ردالمحتار میں بحوالہ درمنتقی قول جواز ذکر کرکے یہ تو نہ تھا کہ: **المذھب خلافہ**، مذہب حنفی اسی قول کے جواز کے خلاف ہے۔(ردالمحتار: کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، داراحیاء التراث العربی-بیروت، ۵/ ۲۴۹)

اسی عالم گیری میں یہ عبارت تو نہ تھی: **تکرہ ابوال الابل ولحم الفرس للتداوی کذا فی الجامع الصغیر.**

اونٹ کا پیشاب اور گھوڑے کا گوشت دوا میں بھی مکروہ ہے ایسا ہی جامع صغیر میں امام محمد میں

قولہ:

"ہدایہ" فارسی کے صفحہ ۹۶ میں لکھا ہے کہ:

در میان مسلمان اور حربی کے دار الحرب میں مسلمان کو کافروں سے بیاج لینا منع نہیں ہے۔

جواب:

اس میں ہماری دلیل وہ قصہ ہے جو مفسرین نے سورۂ روم کی آیت ﴿ وَ هُمْ مِّنْۢ

ہے۔(فتاویٰ ہندیہ: کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن عشر، نورانی کتب خانہ-پشاور، ۵/۳۵۵)

اسی میں یہ تونہ تھا: **قال له الطيب الحاذق علتك لا تندفع الا باكل القنفذ او الحية او دواء يحل فيه الحية لا يحل اكله.**

یعنی، ساہی یا سانپ یا ایسی دوا جس میں سانپ ڈالا جائے علاج کے لئے بھی کھانا حلال نہیں۔ اگر چہ حکم حاذق کہے کہ تیرا مرض بغیر اس کے نہ جائے گا۔(فتاویٰ ہندیہ: کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن عشر ،نورانی کتب خانہ-پشاور، ۵/۳۵۵)

اسی عالم گیری میں اسی فتاویٰ قاضی خاں سے یہ نہ تھا: **تكره البان الا تان للمرض وغيره وكذلك لحومها وكذلك التداوى بكل حرام.**

گدھی کا دودھ اور گوشت مرض وغیرہ کسی میں مباح نہیں اور ایسے ہی حرام چیز سے علاج علاج۔(فتاویٰ ہندیہ: کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن، نورانی کتب خانہ-پشاور، ۵/۳۵۵)

اسی عالم گیری میں اسی ہدایہ سے یہ تونہ تھا: **لايجوز ان يداوى بالخمر جرحا او دبر دابة ولا ان يسقى ذميا ولا ان يسقى صبيا للتداوى والوبال على من سقاه.**

جائز نہیں کہ شراب سے کسی زخم یا جانور کی لگی ہوئی پیٹھ کا علاج کرنے نہ کسی ذمی کافر کو پلانا جائز نہ دوا کے لئے بچے کو پلانا اور بچے کو پلانا میں وبال پلانے والے پر ہے۔(فتاویٰ ہندیہ: کتاب الکراھیۃ ، الباب الثامن، نورانی کتب خانہ- پشاور، ۵/۳۵۵)

غیر مقلد صاحبو! خدارا انصاف، جو ائمہ دین تمھارے حقنہ کے لئے بھی کسی ناپاک چیز کا استعمال جائز نہ جانیں، وہ قرآن عظیم کی آیات کا ناپاک چیز سے لکھنا کیسے جائز بتائیں گے، ذرا خدا سے ڈر کر بات کیا کرو! **ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ، والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم.**(فتاویٰ رضویہ: کتاب الحظر والاباحۃ، جلد 23، ص340 تا349)]

بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۙ ﴾[1] میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت کفارِ مکہ کے سامنے حضرت ابو بکر [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ] نے پڑھی تو ابی بن خلف نے کہا کہ روم کا پھر غالب ہونا جھوٹ ہے اور میں اس بات پر شرط لگاتا ہوں کہ اگر رومی تین برس تک پھر غالب ہو گئی تو میں دس اونٹ تمہیں دوں گا، ورنہ دس اونٹ تم سے لوں گا۔ بعد اس شرط کے حضرت ابو بکر [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ] نے آں حضرت [صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] کی خدمت میں یہ حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بضع درمیان تین اور نو سال کے ہے، تم پھر جا کر مال اور مدت میں نہ زیادہ شرط لگاؤ۔ پس حضرت ابو بکر [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ] نے سو اونٹ کی نو سال تک شرط لگائی اور ایک دوسرے سے ضمانت لی۔ چناں چہ ساتویں برس رومی پھر غالب ہوئی اور حضرت ابو بکر [رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ] نے ضامن ابی سے سو اونٹ لے کر حسبِ ارشاد آں حضرت [صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] خدا کی راہ میں صدقہ کر دیئے۔[2]

تفسیرِ "احمدی" میں اس قصیدہ کے نیچے لکھا ہے:

وعن قتادة: ومن مذهب أبي حنيفة و محمد رضى الله عنهما: أن العقود الفاسدة كعقود الرباء وغيرها جائزة في دار الحرب بين المسلمين والكفار وقد احتجا على صحة ذالك بهذه القصة وهكذا قال صاحب الكشاف. انتهى[3]

یعنی، قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ [سے روایت ہے:] امام ابو حنیفہ اور محمد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما نے اس قصہ سے حجت پکڑی ہے کہ دار الحرب میں درمیان مسلمان و کافروں کے عقود فاسد مثل بیاج وغیرہ کی جائز ہیں۔

اور مکہ اُس وقت دار الحرب تھا۔

---

(1)۔۔: [اور اپنی مغلوبی کے بعد عن قریب غالب ہوں گے، چند برس میں۔] [پ:۲۱، الروم، ۳۔۴]

(2)۔۔: یہ قصہ تفسیرِ مدارک جلد دوم کے صفحہ ۱۴۹ اور معالم التنزیل کے صفحہ ۱۸۵ میں لکھا ہے۔ [مدارک التنزیل وحقائق التأویل: پ: ۲۱، الروم، تحت الآیۃ ۴۔ 2/689۔690]

(3)۔۔: صفحہ ۶۱۱، مطبوعہ پنجابی لاہور۔ [التفسيرات الاحمدية في بيان الآيات الشرعية: پ: ۲۱، الروم، تحت الآیۃ ۴، ص 596]

اور ''نورالہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ''میں لکھا ہے کہ:

امام صاحب کی دلیل ہے جو فرمایا رسولِ خدا[صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّم] نے کہ نہیں بیاج درمیان مسلمان اور حربی کے دارلحرب میں... اسناد کی اس حدیث کی بیہقی نے ''معرفہ''میں۔

''مبسوط'' میں ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مکحول جس نے روایت کیا اس کو، ثقہ ہے اور مرسل ثقہ کی مقبول ہے۔ انتہی، ملحضاً[1]

قولہ:

''غائۃ الاوطار ترجمہ درمختار'' جلد اوّل کے صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے کہ:

کتے کی کھال کا جائے نماز اور ڈول بنانا جائز ہے۔

جواب:

ہم ہی جائز نہیں کہتے، بلکہ رسولِ خدا پاک[صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم]فرماتے ہیں۔ چناں چہ ''صحیح مسلم''میں عبد اللہ بن عباس[رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهما]سے روایت ہے:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ»[2]

یعنی رسولِ خدا[صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم]نے فرمایا: جس وقت کھال دباغت دی گئی، پس پاک ہو گئی۔

اور ابو داؤد وامام مالک نے حضرت عائشہ[رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْها]سے روایت کی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَرَ أَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُد[3]

---

(1)۔۔:[نورالہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ:، کتاب البیع، باب ربایعنی بیع سود کے بیان میں، 30/3]

(2)۔۔:حدیث مشکوۃ کے باب تطہیر النجاسات کی فصل اوّل میں ہے۔[كتاب الطهارة، باب تطهير النجاسات، الفصل الأول، رقم498۔155/1]

(3)۔۔: ایضاً۔[كتاب الطهارة، باب تطهير النجاسات، الفصل الثاني، رقم509۔158/1]

یعنی، حضرت[صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے مردار کی کھال سے، جب کہ دباغت دیا جائے، فائدہ اُٹھانے کا حکم دیا ہے۔

اور "مسندِ امام اعظم" میں ابن عباس[رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما] سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَیُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ»[1]

یعنی، رسولِ خدا[صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے فرمایا کہ ہر کھال جب دباغت دی گئی، پس پاک ہو جاتی ہے۔

"عقود الجواهر المنيفة" میں لکھا ہے کہ:

یہ حدیث انہی الفاظ سے ترمذی و نسائی و ابنِ ماجہ بھی آئی ہے۔[2]

پس دیکھو! حضرت[صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم] نے ہر ایک کھال فرمائی ہے جس میں کتے کی کھال بھی شامل ہے اور سور کی کھال اس واسطے پاک نہیں ہوتی کہ وہ نجس العین ہے بخلاف کتے کے کہ اس سے شکار کرانا اور نگہبانی وغیرہ منافع لینے جائز ہیں۔ پس اس مسئلہ کو مردود کہنا صریح احادیث کو جھٹلانا ہے۔

قولہ:

"غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار" کے جلد چہارم کے صفحہ ۱۹۶ میں لکھا ہے:

حَلوان[3] سور کے دودھ سے پالا گیا ہو، اس کا گوشت حلال ہے۔

جواب:

آپ نے حسبِ عادت خود ساری عبارت نہیں لکھی، صرف ایک ٹکڑا اس کا بیان کر کے اعتراض کر دیا ہے، اگر ساری بیان کرتے تو امید تھی کہ آپ کو اعتراض کرنے کی نوبت نہ پہنچتی۔ اور وہ اس طرح ہے کہ اگر کوئی جانور نجاست اور غیر نجاست دونوں

---

(1)۔۔: صفحہ ۱۰۳۔[مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي: كتاب الطهارات، ص 37]

(2)۔۔: صفحہ ۴۱۔[عقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الامام أبي حنيفة مما وافق فيه الأئمة الستة أو أحدهم: كتاب الطهارة، بيان الخبر المبيح لطهارة الجلد بالدباغ، 41/1]

(3)۔۔:[حلوان: ملائم گوشت۔ برّے یا لیلے کا گوشت۔ بھیڑ یا بکری کا دُودھ پیتا بچہ۔(فیروز اللغات: ح-ل، ص 575]

کھاتاہو، اس طرح کہ اس کا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے۔ جیسے: وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے دودھ سے؛ کیوں کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو دودھ اس کی غذا ہو وہ نیست ونابود ہوجاتا ہے، اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے۔ باوجود اس کے "شامی" جلد ۵ کے صفحہ ۳۱۷ میں لکھا ہے کہ:

عبداللہ ابنِ مبارک کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ایسا حلوان اس وقت حلال ہے کہ جب وہ اس کے بعد چند روز تک مثل گاؤ غلاظت خور کے چارہ کھاتا رہے۔

اور "شرح وہبانیہ" میں "قنیہ" سے منقول ہے کہ:

تب وہ حلال ہے کہ جب بہت دنوں کے بعد ذبح کیا جائے، ورنہ نہیں۔ انتہی[1]

پس اس مسئلہ پر عقلاً ونقلاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا، ورنہ لازم آئے گا کہ آپ ترکاریاں وغیرہ نہ کھایا کریں؛ کیوں کہ ان میں بھی غلاظت وگوہ سے کھاد ڈالا جاتا ہے، مگر ان کو تو آپ حلوائے بے دودھ سمجھ کر نوشِ جان کر لیتے ہیں اور فقہ کے بیان پر اعتراض کرتے ہیں۔ افسوس! آپ کو اپنے رسالہ "فتح المغیث بفقہ الحدیث" کی بھی خبر نہیں کہ اس کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ:

اصل ہر چیز میں حلت ہے اور نہیں حرام، مگر وہ چیز جس کو حرام کیا خدا اور رسول نے اور جس چیز سے سکوت کیا خدا اور رسول نے وہ معاف ہے۔ انتہی

---

(1)۔۔:[فقہ حنفی میں شرح وہبانیہ نام کی چند کتابیں ہیں:شرح وہبانیہ: علامہ زرکلی نے (الاعلام، حرف الخاء، خض، جلد2، ص307) میں شرح الوهبانية مصنفه: خضر بن محمد بن خضر - آپ کا سلسلۂ نسب امام موسی کاظم سے ملتا ہے اور آپ کا تعلق بغداد سے ہے -کا ذکر کیا ہے۔ یوں ہی (معجم المؤلفین: باب الخاء، جلد4، ص102) میں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں شرح وہبانیہ نام کی ان دو کتابوں کا ذکر ہے:

(۱)شرح وہبانیہ، از:أبو البركات سريّ الدين عبد البر بن محمد بن محمد المعروف بابن الشحنة(851 – 921ھ)(فتاویٰ رضویہ: جلد3، ص116)

(۲)شرح وہبانیہ، از: حسن بن عمار بن علی شرنبلالی مصری حنفی (م: 1069ھ)(فتاویٰ رضویہ: جلد2، ص55)

ان میں سے کسی تک رسائی نہیں ہو سکی۔]

اب آپ فرمادیں کہ خدا رسول نے ایسے حلوان کو جو سور کے دودھ سے پلا ہے اور پھر ایسے عرصہ کے بعد ذبح کیا گیا ہے کہ جب اس کے دودھ کا اثر زائل ہو گیا ہے، کہاں حرام فرمایا ہے؟

قولہ:

"غایۃ الاوطار" جلد سُوم کے صفحہ ۸۵ میں لکھا ہے کہ:

اگر مسلمان نے، وکیل کیا، ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے، تو یہ توکیل اور بیع وشراب، امام اعظم کے نزدیک صحیح ہے۔

جواب:

اس عبارت کے آگے کا فقرہ "مع أَشَدِّ كَرَاهَتِهِ" لکھتے آپ کی قلم ٹوٹ جاتی تھی جو آپ نے دیدہ ودانستہ چھوڑ دیا، لیکن اگر آپ لکھ دیتے تو اعتراض کس طرح ہو سکتا، یہاں تو آپ نے بعینہ ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ پر عمل کیا ہے، جس سے آپ کی دیانتداری خوب ٹپک رہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایسی توکیل و بیع وشرا امام اعظم [عَلَيْهِ الرَّحْمَه] کے نزدیک جائز ہے، مگر سخت تر کراہیت یعنی، مکروہ تحریمی کے ساتھ۔ سو اس سے زیادہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

قولہ:

"فتاویٰ قاضی خان" جلد اوّل، صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے کہ:

اگر کوئی چوپائے یا مردے میں دخول کرے اور اس کو انزال ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پھر اسی کے صفحہ ۱۰۰ میں لکھا ہے:

جب کہ جماع کرے ساتھ چوپائے کے اور انزال نہ ہو یا جماع کرے مردے کو یا مشت زنی کرے اور انزال نہ ہو یا جماع کرے فرج کی اور انزال نہ ہو تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر انزال ہو تو روزہ کی قضا ہے، نہ کفارہ۔

جواب:

اعتراض تو تب عائد ہو سکتا تھا کہ آپ کسی حدیث سے مخالفت ثابت کرتے، صرف زبانی جمع وخرچ پر آپ کی کون مان سکتا ہے۔ یوں تو ہر ایک شخص ہر ایک مسئلہ کو

جس کو وہ اپنے نزدیک غیر معقول جانے، مردود کہہ کر مجتہد بن سکتا ہے۔ فقہاء کے ان مسائل کے بیان کرنے سے یہ غرض نہیں کہ چوپایہ و مردہ کے ساتھ جماع مباح ہے، بلکہ ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہو کر تعزیر کا مستوجب ہے۔ چناں چہ انہوں نے اپنے اپنے موقع پر بیان کر دیا ہے، یہاں صرف یہ جتایا ہے کہ اگر کوئی روزہ دار ایسا کر بیٹھے اور اس کو انزال نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیوں کہ مردہ و بہیمہ کا فرج عادتاً غیر مشتہی محل ہے اور جماع "دخول الفرج فی فرج المشتھی" کا نام ہے جیسا کہ "شامی"[1] میں لکھا ہے اور وہ یہاں واقع نہیں ہوا۔

اسی طرح مشت زنی اور تفخیذین [دو رانوں] میں مباشرت فرج کی غیر فرج میں ہے۔ پس ایسی صورتوں میں بغیر انزال کے - جو معناً جماع ہے - روزہ نہیں ٹوٹتا اور انزال ہونے پر، اس لئے صرف قضا ہے اور کفارہ نہیں کہ قضائے شہوت ناقص طور پر ہوئی ہے۔ چناں چہ "قاضی خان" میں ہی اس کے آگے یہ صاف لکھا ہے:

لوجود قضاء الشھوۃ بصفۃ النقصان. انتھی[2]

[یعنی، انزال ہونے پر صرف قضا ہے، کفارہ نہیں کہ قضائے شہوت ناقص طور پر ہوئی ہے۔]

قولہ:

"فتاویٰ قاضی خان" صفحہ ۱۷۰ میں لکھا ہے کہ:

جب کہ سوئی ہوئی اور مجنونہ عورت سے صحبت کرے اُن کا خاوند تو ان دونوں پر روزہ کی قضا ہے، نہ کفارہ اور کہاز فرنے کہ نہیں روزہ ٹوٹتا ان دونوں کا۔

جواب:

جب سوئی ہوئی اور مجنونہ عورت کو یہ خبر ہی نہیں کہ اُس سے جماع کیا گیا تو پھر اُن پر کفارہ کیسا؟ ہاں! اگر مردوطی کنندہ کی نسبت یہ کہا جاتا کہ اُس پر قضا ہے، نہ کفارہ تو البتہ

---

(1)۔۔: دیکھو جلد ثانی، صفحہ ۱۰۰۔

(2)۔۔: [فتاوی قاضي خان: كتاب الصوم، الفصل السادس فيما يفسد الصوم، 186/1]

جائے اعتراض تھی، حالاں کہ اُس پر قضاء و کفارہ دونوں ہیں۔ چناں چہ "شامی" میں لکھا ہے:

وَأَمَّا الْوَاطِئُ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَ الْكَفَّارَةُ۔ (1)

[یعنی، جماع کرنے والے پر قضاو کفارہ دونوں ہیں۔]

اور امام زفر نے جو کہا کہ ان عورتوں کا روزہ نہیں ٹوٹتا، کچھ بے جا نہیں کہا، بلکہ مقتضائے قیاس بھی یہی ہے کہ اُن کا روزہ نہ ٹوٹے؛ کیوں کہ عمداً جماع نہیں کرایا۔ چناں چہ امام زفر کی یہی دلیل ہے جس کو "قاضی خان" نے بالفاظ "لأنهما في معنى النسيان" (2) بیان کیا ہے، بلکہ امام زفر کے قول پر اعتراض کرنا گویا آپ کا اپنے رسالہ "فتح المغیث" (3) کو مردود کہنا ہے؛ کیوں کہ اس کے صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے کہ:

جاتا رہتا ہے روزہ کھانے، پینے اور صحبت کرنے سے جان بوجھ کر۔ انتہی

افسوس! ایسے ہی دنیا میں دانا لوگ ہیں جن کو اپنے گھر کی خبر نہیں اور اُلٹے اوروں پر طعن کرتے ہیں۔

تو بر اوج فلک چه دانی کیست
چون نه دانی که در سرائے تو چیست

قولہ:

"غایۃ الاوطار" کے صفحہ ۴۱۶ میں لکھا ہے:

حد نہیں غیر مکلّف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلّفہ کے مطلقاً، نہ مرد پر نہ عورت پر اور حد نہیں اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جس کو زنا کرنے کے واسطے

---

(1)۔۔: جلد دوم، صفحہ ۱۰۴۔ [رد المحتار علی الدر المختار: کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، 405/2]

(2)۔۔: [فتاویٰ قاضي خان: کتاب الصوم، الفصل السادس فیما یفسد الصوم، 186/1]

(3)۔۔: [یہ رسالہ قاضی محمد بن محمد علی شوکانی یمانی (م: ۱۲۵۵ھ) کے رسالہ "درر البهية" کا اردو ترجمہ ہے، جو حسبِ فرمائش شیخ محی الدین تاجر کتب لاہور بازار کشمیری مطبع صدیقی لاہور سے چھپا تھا۔

(رسائل محدّثِ قصوری: رسالہ عروۃ المقلّدین، ضمیمہ، 1/ 364 ملخصاً)

مزدوری دی۔

جواب:

ان مسائل میں کوئی مخالفت حدیث کی نہیں، اگر ہے تو بیان کرو اور پہلے مسئلہ میں اس لئے حد نہیں کہ زنا کے معاملہ میں مرد کا فعل اصل ہے اور عورت اس کے تابع ہے اور جب مرد پر سے بسبب غیر مکلّف شرعی ہونے کے حدّ ساقط ہو گئی تو تابع کے حق میں خود بخود ساقط ہو گئی، جیسا کہ "شامی" میں لکھا ہے۔[1]

اور عورت پر سے حد کی ساقط ہونے سے یہ ہر گز لازم نہیں آتا کہ وہ گناہ گار بھی نہ ہوئی، بلکہ گناہ گار ہو کر مستوجب تعزیر ہے۔

اور دوسرے مسئلہ میں اس لئے حدّ نہیں کہ اجارہ سے صورت عقد کی پیدا ہو کر شبہ پڑ گیا، لیکن تعزیر دونوں کو دی جائے گی۔ چناں چہ "مستخلص" میں لکھا ہے:

أن صورة العقد أورثه شبهة فيسقط به الحد لكنه يعزّر،لأنه ارتكب حراماً. انتهى[2]

[یعنی، اس معاملہ میں صورت عقد کی پیدا ہو کر شبہ ہو گیا، جس سے حد ساقط ہو گئی، لیکن تعزیز کی جائے گی کہ حرام کا ارتکاب کیا ہے۔]

قولہ:

اُسی کتاب کے صفحہ ۱۰۶ میں لکھا ہے کہ:

کتے کو اپنے ساتھ اٹھا کر (یعنی بغل میں دبا کر نماز پڑھنی درست ہے)۔

جواب:

یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، جو فقہاء کسی کُتے نجس عین خیال نہیں کرتے وہ تو درست سمجھتے ہیں اور جو نجس جانتے ہیں، نادرست کہتے ہیں اور درست کہنے والے بھی صرف اسی

---

(1)۔۔:جلد ثالث، صفحہ ۱۵۷۔[رد المحتار على الدر المختار: كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحدو الذي لا يوجبه، فرع الاستمناء، 29/4]

(2)۔۔:حاشیہ کنز، کلاں، صفحہ ۱۶۸۔

حالت میں جواز کے قائل ہیں کہ جب کتے کا منہ بندھا ہوا ہو اور اس کے منہ کا لعاب -جو پلید ہے- کپڑوں کو نہ لگتا ہو، چناں چہ "شامی" میں مفصّل لکھا ہے۔[1]

ایسے واقعات شاذونادر ہی وقوع میں آتے ہیں اور فقہا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِم نے قواعدِ فقہیہ کے مطابق استخراج کر کے اس لئے ان کو کتابوں میں لکھ دیا کہ بالفرض والتقدیر اگر کبھی ایسا وقوع میں آجائے تو لوگ حیران نہ ہوں اور یہ مسئلہ کتاب میں دیکھ لیں۔ آپ کا ان کو مردود کہنا اس وقت مناسب تھا کہ جب آپ ان کو کسی آیت قرآنیہ یا حدیث یا قول صحابہ وتابعین کے مخالف ثابت کرتے اور اُس وقت جواب بھی ترکی بہ ترکی سن لیتے، لیکن آپ کو واضح رہے کہ فقہ حنفیہ کے مسائل ایسے ادلّہ پر مبنی نہیں ہیں کہ آپ جیسے تیرہویں صدی کے اردو ترجمہ خواں ان میں کوئی نقص نکال کر ان کو مردود کہہ سکیں۔ یہاں تو مذاہبِ اربعہ کے بڑے بڑے فقہاء وارکانِ دین کے عقول حیران ہیں اور ان کو مثل سدِّ سکندری کے مستحکم ومضبوط جانتے ہیں۔ چناں چہ عارف نامی صاحبِ "میزان" شعرانی باوجود مالکی مذہب ہونے کے اپنی "میزان" کے صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں:

لو أنصف المقلّدون للإمام مالك والإمام الشافعي رضي الله عنهما لم يضعف أحد منهم من أقوال الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه.[2]

اگر امام مالک وامام شافعی کے مقلّد انصاف کریں تو کسی قول کو اقوالِ امام ابو حنیفہ سے ضعیف نہ کہیں۔

پھر صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:

وقد تتبعت بحمد الله أقواله وأقوال أصحابه لما ألفت كتاب "أدلة المذاهب" فلم أجد قولاً من أقواله وأقوال اتباعه إلا وهو مستند إلى آية أو حديث أو أثر أو إلى مفهوم ذالك أو حديث ضعيف كثرت طرقه أو إلى قياس صحيح على أصل

---

(1)۔۔: دیکھو جلد اوّل، صفحہ ۱۳۹۔

(2)۔۔: [كتاب الميزان: فصول في بعض الاجوبة عن الامام ابي حنيفة، الفصل الاوّل، 220/1]

صحیح فمن أراد الوقوف علی ذالک فلیطالع کتابی المذکور.[1]

یعنی، جب میں نے کتاب "أدلة المذاھب" تالیف کی تو امام ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب کے اقوال کی پیروی کی اور نہ پایا کسی قول کو اُن کے اور اُن کے اصحاب کے اقوال سے، مگر یہ کہ وہ مستند تھا آیت یا حدیث یا اثر یا ان کے مفہوم یا حدیثِ ضعیف کثیر الطرق یا قیاسِ صحیح پر۔ پس جو شخص اس پر واقف ہونا چاہے، وہ میری کتابِ مذکور کو مطالعہ کرے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶۸ میں لکھتے ہیں:

وأنہ ما طعن أحد فی قول من أقوالھم إلا لجھلہ بہ إما من حیث دلیلہ وإما من حیث دقۃ مدارکہ علیہ لا سیما الإمام الأعظم أبو حنیفۃ النّعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ الذی أجمع السلف والخلف علی کثرۃ علمہ وورعہ وعبادتہ ودقۃ مدارکہ وإستنباطاتہ.[2]

یعنی تحقیق کسی نے طعن نہیں کیا کسی قول میں ان کے اقوال سے مگر بسبب جہل کے اس کے ساتھ یا تو دلیل کے رو سے یا اس کے دقیق مدارک واستنباطات پر اجماع کیا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے "مکتوبات" جلد دُوم کے مکتوب ۵۵ کے صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸ میں لکھتے ہیں:

مثل [عیسی] روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ ببرکت ورع و تقوی ودولتِ متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگران در فہم او عاجز اند و مجتہدات او را بواسطہ وقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند و او را از اصحاب الرائے پندارند **کلّ ذلک لعدم الوصول الی حقیقۃ علمہ و درایتہ و عدم الاطلاع علی فھمہ و فراستہ.**

---

(1)۔۔:[کتاب المیزان: فصول فی بعض الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ، الفصل الاوّل، 1/221-222]

(2)۔۔:[کتاب المیزان: فصل (فیما نقل عن الامام احمد من ذمہ الرای...)، 1/218]

مگر امام شافعی رحمة الله علیه شمه از فقاہتِ او علیه الرضوان دریافت که گفت:

الفُقَهَاء كلّهُم عِيَالُ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْه.

---بے شائبه تکلف و تعصب گفته میشود که نورانیتِ مذہبِ حنفی بنظرِ کشفی در رنگ دریائے عظیم می نمائید و سائر مذاہب برنگ حیاض و جداول نظر می آید---ناقصان چند احادیث را یاد گرفته اند و احکام شرعیه را در آن منحصر ساخته ماورائے معلوم خود را نفی مینمائند---

چو آن کرمیکه در سنگے نہاں ست
زمین و آسمان او ہمان ست

وائے ہزار وائے از تعصبہائے باریک ایشان و از نظر ہائے فاسد ایشان بانی فقه ابو حنیفه است و سه حصه فقه اورا مسلم داشته اند و در ربع باقی ہمه شرکت دارند در فقه صاحب خانه او ست و دیگران ہمه عیال وی اند۔انتہی[1]

[یعنی، حضرت عیسیٰ روح اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کی مثال حضرت امام اعظم کوفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه کی سی مثال ہے، جنہوں نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنّت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد و استنباط میں وہ بلند درجہ حاصل کیا ہے، جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے اور ان کے مجتہدات کو دقّتِ معانی کے باعث کتاب و سنّت کے مخالف سمجھتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحابِ رائے خیال کرتے ہیں، یہ سب کچھ ان کی حقیقت و روایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے۔

امام شافعی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْه نے -کہ جنہوں نے ان کی فقاہت کی باریکی سے

---

(1)--:[مکتوباتِ امام ربانی:دفترِ دوم،حصه ہفتم،مکتوب نمبر55۔14/2۔15]

تھوڑا ساحصہ حاصل کیاہے-فرمایاہے:

الفُقَهَاء كلّهُم عِيَالُ أَبِي حَنِيفَةَفِي الفِقْه.

یعنی، سب فقہا امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عیال (خوشہ چین) ہیں۔

...بلا تکلّف و تعصّب کہا جاتا ہے کہ اس مذہبِ حنفی کی نورانیّت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اور یہ ظاہر میں بھی ملاحظہ کیا جاتا ہے... ان چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو یاد کرلیاہے اور شریعت کے احکام کو انہی پر موقوف رکھاہے اور اپنے معلوم کے ماسواسب کی نفی کرتے ہیں (اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا، اس کا انکار کرتے ہیں)۔

بیت:

چو آن کرمیکه در سنگے نہاں ست
زمین و آسمان او ہمان ست

یعنی، وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے
وہی اس کا زمین و آسمان ہے

ان بے ہودہ تعصّبوں اور فاسد نظروں پر ہزارہاافسوس ہے۔ فقہ کے بانی حضرت امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں اور فقہ کے تین حصے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مسلّم ہیں اور باقی چوتھے حصہ میں سب شریک ہیں۔ فقہ میں صاحبِ خانہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی ہیں اور دوسرے سب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عیال ہیں۔]

اور شاہ ولی اللہ صاحب محدّثِ دہلوی نے رسالہ "فیوض الحرمین" میں لکھاہے:

وعرفني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن في المذهب الحنفي طريقة أنيقة هي أوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت في زمان البخاري وأصحابه. انتهى [1]

---

(1)--:[فیوض الحرمین (مع ترجمہ سعادتِ کونین): المشاهدة التاسعة والعشر، ص 48]

یعنی، معلوم کروایا مجھ کو رسولِ خدا نے کہ مذہبِ حنفی مذہب پسندیدہ ہے وہ موافق تر ہے اور مذاہب سے سنتِ معروفہ کے ساتھ جو جمع اور پختہ ہوئی زمانہ بُخاری اور ان کے اصحاب میں۔

"دراسات اللبیب" کے صفحہ ۳۶۱ میں لکھا ہے:

وقد قال عروس العارفين عثمان ابن علي الجلابي المعروف الهجويري في "كشف المحجوب": أن معاذ الرازي رأى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: أين أطلبک يا رسول الله؟ قال: عند فقه أبي حنيفة. انتهى[1]

یعنی، حضرت داتا گنج بخش صاحب "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں کہ تحقیق معاذ رازی نے دیکھا آں حضرت [صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم] کو، پس عرض کیا کہ آپ کو کہاں ڈھونڈوں؟ آپ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کی فقہ کے پاس۔

صاحبِ "میزان" الشعرانی اپنی کتاب کے صفحہ ۷۰ میں اس شخص کی تردید میں جس نے امام فخر الدین رازی کی کتاب سے کچھ اعتراض امام ابو حنیفہ پر جمع کئے تھے، اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

فقلت له: إن الفخر الرازي بالنسبة إلى الإمام أبي حنيفة كطالب العلم أو كآحاد الرعية مع السلطان الأعظم او كآحاد النجوم مع الشمس وكما حرم العلماء على الرعية الطعن على إمامهم الأعظم إلا بدليل واضح كالشمس فكذالک يحرم على المقلّدين الإعتراض والطعن على أئمتهم في الدين إلا بنص واضح لا يحتمل التأويل. انتهى[2]

یعنی، میں نے اس کو کہا کہ امام فخر الدین رازی بہ نسبت امام ابو حنیفہ کے مثل ایک طالب علم کے ہیں یا اس کو ایسی نسبت ہے جیسے ایک بڑے بادشاہ کے ساتھ رعایا میں سے کسی شخص کو یا ایک ستارہ کو سورج کے ساتھ اور جس طرح علماء نے رعیت کو اپنے بادشاہوں پر بغیر دلیل سورج جیسی روشن کو طعن کرنا حرام کیا ہے اسی طرح مقلدین پر

(1)۔۔:[دراسات اللبیب: کتاب تک رسائی نہیں ہو سکی۔]

(2)۔۔:[كتاب الميزان: فصول في بعض الاجوبة عن الامام ابي حنيفة، الفصل الاوّل، 223/1]

بغیر نص روشن غیر محتمل تاویل کے اپنی ائمہ دین پر اعتراض وطعن کرنا حرام کیا ہے۔

اسی طرح اور بہت سے علمائے کرام نے امام ابو حنیفہ اور اُن کی توثیق میں دفتر کے دفتر لکھے ہیں۔ جس کو اُن کا ثمر دیکھنا مطلوب ہو، میری کتاب "**حدائق الحنفیه**"[1] سے -جو عن قریب چھپنے والی ہے- دیکھ لے۔

پس یہاں غور کرنا چاہیے کہ جب بقول عارف شعرانی امام فخر الدین رازی جیسے شخص کو جو اپنے زمانہ کے امام اجل گذرے ہے، امام ہمام ابو حنیفہ کے آگے ایک ادنیٰ طالب علم جیسی حیثیت ہے تو آپ اردو ترجمہ خواں کس قطار وشمار میں ہیں؟ بقول مشہور:

"کیا پدی اور کیا پدی کا شوروا"

یہ آپ اچھی طرح سے سمجھ رکھیں کہ زبان درازی سے فقہ حنفیہ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، صرف آپ ہی ٹکریں مار مار کر رہ جائیں گے۔

یا ناطِحَ الجبَلَ العالي ليَكْلِمَه

أَشفِقْ على الرّأسِ لا تُشفِقْ على الجَبَلِ

[اے اونچے پہاڑ پر سینگ مارنے والے! تاکہ تو اس کو زخمی کردے]

[اپنے سر پر رحم کر! پہاڑ پر رحم نہ کر!]

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

تمّتُ

---

(1)۔۔:[یہ کتاب دار الاسلام لاہور وغیرہ سے شائع ہو چکی ہے اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔]

ماخذومراجع

(تحقیق، تخریج وتحشیہ میں جن کتب سے مدد لی گئی)

(1).. قرآن مجید: کلام باری تعالی

(2).. کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن؛ مترجم: امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان حنفی قادری محدّثِ بریلوی (م:1340ھ)، ناشر: مکتبۃ المدینہ - کراچی

کتبِ تفاسیر

(3).. معالم التنزيل في تفسير القرآن / تفسير البغوي؛ مؤلف: محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (م: 510هـ)، محقق: عبد الرزاق المهدي، ناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الأولى، 1420هـ

(4).. أنوار التنزيل وأسرار التأويل؛ مؤلف: ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي (م: 685هـ)، محقق: محمد عبد الرحمن المرعشلي، ناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة الأولى: 1418هـ

(5).. تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)؛ مؤلف: أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (م: 710هـ)، حققه وخرج أحاديثه: يوسف علي بديوي، راجعه وقدم له: محيي الدين ديب مستو، ناشر: دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة الأولى: 1419هـ - 1998م

(6).. تنوير المقباس من تفسير ابن عباس؛ ينسب: لعبد الله بن عباس - رضي الله عنهما - (م: 68هـ)، جمعه: مجد الدين أبو طاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادى (م: 817هـ)، ناشر: دار الكتب العلمية - لبنان

(7).. تفسیرِ قادری ترجمہ اردو تفسیرِ حسینی؛ مصنّف: ملا حسین واعظ بن علی کاشفی، مترجم: مولوی فخر الدین احمد حنفی رزاقی قادری ساکن لکھنو محلہ دار العلم فرنگی محل، ناشر: مطبع نامی منشی نول کشور۔ لکھنو

(8).. التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الآیات الشرعیۃ؛ مؤلف: شیخ احمد المعروف ملا احمد جیون حنفی جون پوری، ناشر: مکتبہ اسلامیہ۔ کوئٹہ

(9).. حاشیۃ العلامۃ عبد الحکیم سیالکوتی علی التفسیر للقاضی البیضاوی؛ محشی: ملک العلماء علامہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی (م:1067ھ)، ناشر: مکتبہ عزیزیہ، کونسی روڈ، کوئٹہ - پاکستان

کتبِ احادیث

(10)..صحيح البخاري؛مؤلف: محمدبن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، محقق: محمد زهير بن ناصر الناصر،ناشر: دارطوق النجاة۔الطبعة:الأولى، 1422هـ

(11)..صحيح مسلم؛مؤلف:مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (م: 261هـ)، محقق:محمدفؤادعبدالباقي،ناشر:دارإحياءالتراث العربي—بيروت

(12)..سنن أبي داود؛مؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (م: 275هـ)، محقق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللي،ناشر: دار الرسالة العالمية،الطبعة:الأولى، 1430هـ-2009م

(13)..سنن ابن ماجه؛مؤلف:ابن ماجة أبو عبدالله محمد بن يزيد القزويني، (م: 273هـ)، تحقيق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد - محمَّد كامل قره بللي - عَبد اللّطيف حرز الله،الطبعة: الأولى، 1430هـ-2009م،ناشر: دار الرسالة العالمية

(14)..المعجم الكبير؛مؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني(م:360هـ)، محقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، دار النشر:مكتبة ابن تيمية-القاهرة

(15)..المستدرك على الصحيحين؛مؤلف: أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (م: 405هـ)،تحقيق: مصطفى عبدالقادر عطا،ناشر: دار الكتب العلمية—بيروت،الطبعة:الأولى، 1411–1990

(16)..الآثار لمحمد بن الحسن؛مؤلف: الامام الحافظ ابي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني، محقق: أبو الوفا الأفغاني، دار النشر: دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان

(17)..مشكاة المصابيح؛مؤلف: محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي(م: 741هـ)، محقق: محمد ناصر الدين الألباني،ناشر: المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985

(18)..مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار؛مؤلف: أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيد الله العتكي المعروف بالبزار (م: 292هـ)، محقق: محفوظ الرحمن زين الله، (حقق الأجزاء من 1 إلى 9)، وعادل بن سعد (حقق الأجزاء من 10 إلى 17) وصبري عبد الخالق الشافعي

(حقق الجزء18)، ناشر: مكتبة العلوم والحكم-المدينة المنورة، الطبعة: الأولى، (بدأت 1988م، وانتهت 2009م)

(19).. كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال؛مؤلف: علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي (م: 975هـ)، محقق: بكري حياني-صفوة السقا، ناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م

(20).. موطأ مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني؛مؤلف: مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (م: 179هـ)، تعليق وتحقيق: عبد الوهاب عبد اللطيف، ناشر: المكتبة العلمية

(21).. ترتيب مسند الامام العظم (من رواية القاضى الامام المحدّث العلامة صدر الدين موسى بن زكريا الحصكفى، م:650ھ)؛ لخاتمة الحفاظ محمد عابد السندى الانصارى (م:1257ھ)، (مع شرح، تنسيق النظام فى مسند الامام، العلامة الشيخ محمد حسن السنبلى، م:1305ھ)، ناشر: مكتبة البشرى- كراتشى

(22).. الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين؛مؤلف: شمس الدين أبو الخير ابن الجزري، محمد بن محمد بن يوسف (م: 833هـ)، اعتنى به: هيثم طعَيمى، ناشر: المكتبة العصرية- بيروت

(23).. مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي؛مؤلف: أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطي بن ماه (م: 150هـ)، تحقيق: عبد الرحمن حسن محمود، ناشر: الآداب- مصر

شروحاتِ حدیث

(24).. إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري؛مؤلف: أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين (م: 923هـ)، ناشر: المطبعة الكبرى الأميرية، مصر۔ الطبعة: السابعة، 1323هـ

(25).. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح؛مؤلف: الامام المحدّث علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (م:1014هـ)، ناشر: دار الفكر، بيروت—لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1422هـ- 2002م

(26).. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج؛مؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (م:676هـ)، ناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت۔ الطبعة الثانية: 1392ھ

(27).. مسوّى شرح مؤطا امام مالک (مع مصفّی، فارسی)؛مؤلف: شاہ ولی اللہ محدّثِ دهلوی، (م:1174ھ) ناشر: محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، خان محل، دستگیر کالونی۔ کراچی

(28)..اشعة اللمعات شرح مشکاة المصابیح،مؤلف:ابو المجدشیخ محقّق مولانا شاہ عبدالحق بن سیف الدین بخاری محدّث دہلوی،(پ:958ھ/م:1052ھ)،ناشر:کتب خانہ مجیدیہ۔ملتان

(29).. الحرز الثمين للحصن الحصين،مؤلف:الامام المحدّث علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري(م: 1014هـ) ، تحقيق: د/محمد اسحاق محمد آل ابراهيم،الطبعة الاولى:۱۴۳۴ھ/2013ء،مکتبة الملک فهد-سعوديه

(30)..شرح سفر السعادت، مؤلف: ابو المجدشیخ محقّق مولانا شاہ عبدالحق بن سیف الدین بخاری محدّث دہلوی،(پ:958ھ/م:1052ھ)،ناشر:مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر-پاکستان۔ سنِ اشاعت:۱۳۹۸ھ۔1978ء

کتبِ علومِ حدیث / اصولِ حدیث

(30)..تقريب التهذيب،مؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (م:852هـ)،محقق:محمد عوامة،ناشر:دار الرشيد-سوريا۔الطبعة:الأولى،1406-1986

(32)..الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة،مؤلف: محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنوي الهندي، أبو الحسنات (م:1304هـ)،محقق: محمد السعيد بسيوني زغلول، ناشر:مكتبة الشرق الجديد-بغداد

(33)..المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (الموضوعات الصغرى)،مؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (م:1014هـ)،محقق:عبد الفتاح أبو غدة،ناشر:مؤسسة الرسالة—بيروت۔الطبعة الثانية:1398هـ

کتبِ تاریخ، سیر و فضائل

(34)..مدارج النبوۃ، مؤلف: ابو المجدشیخ محقّق مولانا شاہ عبدالحق بن سیف الدین بخاری محدّث دہلوی،(پ:958ھ/م:1052ھ)،ناشر:مکتبہ نوریہ رضویہ،سکھر-پاکستان

(35)..معجم المؤلفين،مؤلف: عمر بن رضا بن محمد راغب بن عبد الغني كحالة الدمشق (م: 1408هـ)،ناشر:مكتبة المثنى-بيروت، دار إحياء التراث العربي-بيروت

(36)..الأعلام،مؤلف: خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (م: 1396هـ)،ناشر:دار العلم للملايين،الطبعة الخامسة عشر:2002م

(37).. امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر؛تصنیف: علامہ عبد الستار ہمدانی برکاتی نوری مصروفؔ، ناشر: مرکز اہل السنۃ برکات رضا، پوربندر، گجرات-انڈیا۔ سن اشاعت: بارِ سوم ۱۴۲۹ھ ۔2009ء

کتبِ عقائد و کلام

(38).. منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر؛ علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (م:1014هـ)، ناشر: مكتبة المدينه باب المدينه۔ كراچی

(39).. رد قادیانیت اور سنی صحافت، جلد اوّل؛ مؤلّف: محمد ثاقب رضا قادری، ناشر: مکتبۂ اعلیٰ حضرت-لاہور، سن اشاعت: 2014ء

کتبِ فقہ و فتاویٰ

(40).. رد المحتار على الدر المختار؛ مؤلف: ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (م:1252هـ)، ناشر: دار الفكر-بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ-1992م

(41).. الهداية في شرح بداية المبتدي؛ مؤلف: علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين (م:593هـ)، محقق: طلال يوسف، ناشر: دار احياء التراث العربي-بيروت

(42).. الدر المختار شرح تنوير الأبصار و جامع البحار؛ مؤلف: محمد بن علي بن محمد الحِصْني المعروف بعلاء الدين الحصكفي الحنفي (م: 1088هـ)، محقق: عبد المنعم خليل إبراهيم، ناشر: دار الكتب العلمية۔ الطبعة: الأولى، 1423هـ-2002م

(43).. البحر الرائق شرح كنز الدقائق؛ مؤلف: زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (م: 970هـ)، وفي آخره: تكملة البحر الرائق لمحمد بن حسين بن علي الطوري الحنفي القادري (ت بعد 1138هـ)، وبالحاشية: منحة الخالق لابن عابدين، ناشر: دار الكتاب الإسلامي

(44).. فتاویٰ رضویہ؛ تصنیف: امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان حنفی قادری محدّثِ بریلوی (م:1340ھ)، ناشر: رضا فاؤنڈیشن-لاہور

(45).. فتاوى قاضي خان؛ مؤلف: مولانا قاضي القضاة الإمام الأجل الكبير الأستاذ فخر الملة والدين حسن بن منصور بن محمود الأوزجندي الفرغاني (م:592)، ناشر: قديمي كتب خانه-كراچی

(46)..شرح العینی علی کنز الدقائق المسمی به رمز الحقائق،مؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی (م: 855هـ)، ناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة-کراچی،پاکستان

(47)..حاشیة الچلپی علی شرح الوقایة،محشی:علامه حسن چلپی بن شمس الدین محمد شاه فناری(ت:840ھ۔م:886ھ)،ناشر:مطبع افضل المطابع شیخ الٰهی بخش،میرٹھ۔سنة النشر:1278ھ

(48)..کتاب المیزان،مؤلف: الشیخ العلامة أبو المواهب عبد الوهّاب بن أحمد بن علي الأنصاري الشعراني (م:973ه)،محقق: عبد الرحمن عمیرة،ناشر: عالم الکتب، الطبعة الأولی: 1409هـ / 1989م

(49)..عقود الجواهر المنیفة فی أدلة مذهب الامام أبی حنیفة مما وافق فیه الأئمة الستة أو أحدهم،تالیف: الشیخ العلامة الامام السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدی، ناشر: المطبعة الوطنیة-سکندریه۔الطبعة الاولی:۱۲۹۲ھ

(50)..نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ؛تالیف: مولانا عبد الغفار لکھنوی،ناشر: مکتبۃ البخاری گلستان کالونی نزد صابری پارک-کراچی(یہ ترجمہ مولوی وحید الزمان لکھنوی فاروقی کا ہے، جیسا کہ کتاب کے شروع میں موجود مقدّمہ کے آخر میں مولوی موصوف کا نام لکھا ہے، لیکن کتاب کے ٹائٹل پر لکھا ہے: تالیف: مولانا عبد الغفار لکھنوی، لہٰذا ہم نے اسی کو برقرار رکھا ہے۔)

کتبِ اصولِ فقہ

(51)..أصول الشاشي،مؤلف: نظام الدین أبو علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي (م: 344هـ)،ناشر: مکتبة المدینه باب المدینه۔کراچی،سنة النشر:۱۴۳۳ھ-2012ء

کتبِ تصوّف

(52)..فیوض الحرمین،مؤلف: امام شاہ ولی اللہ محدّثِ دھلوی(م:1174ھ)، ناشر: المطبع الاحمدی-دھلی،بسعی واهتمام: سیّد ظهیر الدین عرف سیّد احمد دهلوی

(53)..مکتوبات امام ربانی،مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرهندی ابن شیخ عبدالاحد فاروقی (م:1034ه/1624ء)،باهتمام وتصحیح: مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسری، زیرنگرانی: شیخ عبدالعزیز،منیجر روزبازار پریس، امرتسر

کتبِ لغات

(54)..مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار؛مؤلف: جمال الدين، محمد طاهر بن علي الصديقي الهندي الفَتَّنِي الكجراتي (م: 986هـ) ،ناشر: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية۔الطبعة:الثالثة، 1387هـ-1967م

(55)..غياث اللغات؛مصنف: غياث الدين محمد بن جلال الدين بن شرف الدين رامپوری، باحواشی واضافات بکوشش:محمددبیر سیاقی،ناشر:تهران۔خیابان لالەزار

(56)..فیروز اللغات؛مرتبہ:الحاج مولوی فیروز الدین،ناشر:فیروز سنز

(57)..منتخب اللغات؛مصنّف:سیّد عبدالرشید بن عبدالغفور الحسيني المدني التتوي، ناشر: مطبع نامی منشی نول کشور۔لکھنو

کتبِ متفرّقہ

(58)..روض الأخيار المنتخب من ربيع الأبرار(انتخبه ابن الخطيب من كتاب ضخم للزمخشري(م:538هـ) عنوانه"ربيع الأبرار")؛مؤلف: محيي الدين محمد بن قاسم بن يعقوب الأماسي الحنفي،المعروف بابن الخطيب(م: 940هـ)،صحّحه و علّق عليه: محمود فاخوری، ناشر:دار القلم العربي، حلب۔الطبعة الأولى:1423هـ

أَغِثْنَايَارَسُولَ الثَّقَلَين بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ أَغِثْنَايَاغَوْثَ الثَّقَلَين

صمصامِ قادری وسنانِ بغدادی

(مناظرۂ سیالکوٹ)

مابین

قطبِ لاہور علامہ غلام قادر بھیروی
مولانا فیض الدین صاحب بغدادی
(اہلِ سنت وجماعت)

حافظ عبد المنان وزیر آبادی
مولوی محمد بوکن والہ
(غیر مقلّدین)

بقلم

محمد رمضان

تحقیق، تخریج

خرم محمود

(فاضل جامعۃ المدینہ فیضانِ مدینہ۔ کراچی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جملہ اہلِ اسلام کو مبارک و بشارت ہو کہ ساکنانِ شہر سیالکوٹ تھوڑے عرصہ سے -بباعث چند غیر مقلّدین- حالتِ اضطراب میں تھے کہ مولوی فیض الدین صاحب المعروف بغدادی [نے] سیالکوٹ میں بتقاضائے فضلِ ربّانی تشریف لاکر پند و نصائحِ مقلّدانہ سے آفتابِ ہدایت کو درخشاں اور اہلِ اسلام کو مشکور کیا۔ پس بمقتضائے وقت خواہاں اس امر کے ہوا، تاکہ باطل باطل اور حق حق ظاہر علی وجہ الباہر ہو جائے، لہٰذا حسب رضامندیٔ فریقین مؤرّخہ ۸ اکتوبر ۱۸۸۲ء روز یک شنبہ مباحثہ قرار پاکر بمقام خانقاہ پیر بھبل شہید صاحب جلسۂ عام منعقد ہوا۔ جس میں علاوہ ہر دو فریق کے اہلِ ہنود و عیسائی بھی جمع ہوئے اور جناب کرنل برچ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع سیالکوٹ نے -جو ایک عادل وراستی پسند، بیدار مغز، رعایاپرور حاکم ہیں- نہایت دور اندیشی و مآل کیشی سے یہ انتظام فرمایا کہ لالہ نند لال صاحب انسپکٹر متعینہ چھاونی و ملک امیر بخش صاحب ڈپٹی انسپکٹر سیالکوٹ و لالہ متھر اداس صاحب کورٹ انسپکٹر و جھنڈی خان صاحب سارجنٹ خاص شہر سیالکوٹ معہ یک صد نفر کنسٹیپلان کے مقرّر کیا کہ جس کے باعث سے انتظام ایسا عمدہ رہا کہ سراسر قابلِ تحسین و دید کے تھا، کیوں نہ ہو، جہاں ایسے حاکم خوش نصیبیٔ رعایا سے ہوتے ہیں، وہیں رفاہیت و تہذیب کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے۔

جانبِ حنفیاں سے عالمانِ مفصّلہ ذیل: مولوی غلام قادر صاحب بھیرہ والے، مولوی فیض الدین صاحب بغدادی، سیّد وہاب شاہ صاحب بلانوالہ، مولوی محمد الدین صاحب، مولوی امان اللہ صاحب سکنہ عمر چک ضلع گجرات، مولوی محمد صاحب از وہوڑ، سیّد چراغ شاہ صاحب، اخون قابل خان صاحب پشاروی، مولوی کرم الٰہی صاحب چٹی شیخان، مولوی محمد حسین صاحب از جوڑہ۔

واز طرفِ ثانی یعنی، غیر مقلّدین صاحبانِ مندرجہ تحت: مولوی غلام حسین

صاحب ساہوالہ، مولوی محمد صاحب بوکن والہ، حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی، مولوی برہان الدین صاحب از جہلم، مولوی ہدایت اللہ صاحب از وزیر آباد و میاں کریم بخش صاحب از سیالکوٹ۔ اپنے اپنے فرش پر جو پیش تر سے طے کیا گیا تھا۔ باحرمت و عزتِ مقابل یک دیگر بکتا بہائے ضروریہ جلوہ فرما ہوئے۔

اوّل از غیر مقلّدین سوال تحریری پیش ہوا:

اگر امّتِ محمدیہ میں کسی امر میں تنازع واقع ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

جانبِ مقلّدین سے جوابِ تحریر دیا گیا کہ کلامِ خدا تعالیٰ و رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مگر فرقہ نجدیہ لامذہبیہ -جو کتاب "تقویۃ الایمان" کو مانتے ہیں- جب تک "تقویۃ الایمان" والے کا ایمان و اسلام ثابت نہ کر لیں، تب تک امّتِ محمدیہ میں محسوب نہیں ہو سکتے۔ چناں چہ "تقویۃ الایمان" والے کی تکفیر پر فتویٰ علمائے حرمین شریفین وہندوستان کے موجود ہیں۔ امّتِ محمدیہ میں جب متصوّر ہو گا کہ صاحبِ "تقویۃ الایمان" کی تکفیر کے قائل ہوں اور آئندہ مباحثہ تقریری ہو گا، نہ کہ تحریری کہ مورثِ طوالت ہوتا ہے۔ بعد اس کے مولوی غلام قادر صاحب نے برسرِ جلسہ سرو قد کھڑے ہو کر فرمایا کہ جو صاحب من جملہ صاحبانِ غیر مقلّدین سے بافضیلت ہو، جواب سوال کا دے۔ اس پر مولوی محمد صاحب بوکن والہ نے عمدہ تیزی اور چالاکی سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں جواب دوں گا۔ یہ بات سنتے ہی مولوی غلام قادر صاحب نے سوالِ ذیل پیش کر کے آیات و احادیثِ نبویہ سے مؤیّد کیا جو ذیل میں ترقیم پاتے ہیں کہ اے حاضرینِ مجلس! سنئے کتاب "تقویۃ الایمان" جو اُن کی ہے، مطبوعہ مطبع فاروقی واقع دہلی ۱۲۹۱ھ کے ۱۴ صفحہ پر لکھا ہے کہ:

یقین کر لینا چاہئے کہ ہر مخلوق کیا بڑا کیا چھوٹا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

اور یہ اس فریق کا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ان آیاتِ کرام کے بر خلاف ہے:۔

اوّل آیت:

﴿اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ﴾[پ:۲٦،الحجرات،۱۳]

یعنی، خدا کے نزدیک بڑا عزت والا تم میں سے وہ ہے جو بڑا پرہیز گار ہے۔

دوسری آیت:

﴿قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِی الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾[پ:۲۳، الزمر،۹]

یعنی، کہہ اے رسول اللہ! کیا علم والے اور بے علم برابر ہوتے ہیں۔ یعنی، نہیں۔

تیسری آیت:

﴿وَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ﴾[پ:۲۸،المجادلہ،۱۱]

یعنی، جن کو علم دیا گیا وہ متفاوت درجات کے ہیں۔

چوتھی آیت:

﴿وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيۡۤ اٰدَمَ﴾[پ:۱۵،بنی اسرائیل،۷۰]

یعنی، تحقیق میں نے اولادِ آدم کو عزت دی۔

پانچویں آیت:

﴿اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِيۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ﴾[پ:۲۷،القمر،۵۴۔۵۵]

یعنی، بے شک پرہیز گار باغوں اور نہروں میں ہوں گے، عزت کے مقام میں، بادشاہ بڑی قدرت والے کے پاس۔

چھٹی آیت:

﴿يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [پ:۳، آل عمران، ۷۴]

یعنی، خدائے تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔

ساتویں آیت:

﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ [پ:۵، النساء، ۱۱۳]

یعنی، تجھ پر اے محمد! خدائے تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے: حضرت رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

«أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» [1]

یعنی، قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں۔

اور نیز فرماتے ہیں:

«أَنَا أَكْرَمُ عِنْدَ اللّٰهِ» [2]

یعنی، میں خدا کے پاس بڑا عزت والا ہوں۔

اور کتاب "تقویۃ الایمان" کے صفحہ ۸ مطبوعہ مطبع دہلی میں لکھا ہے کہ:

"اولیا، انبیا، جن، شیطان، بھوت اور پری میں کچھ فرق نہیں۔"

نیز ایضاً صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ:

"سب لوگ، پہلے اور پچھلے، آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہو جائیں تو اُس مالک الملک کی سلطنت میں اُن کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی

---

(1)۔۔:صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب {ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا} [الإسراء:۳]، رقم4712

(2)۔۔:أنساب الأشراف للبَلاذُري: القول في السيرة النبوية الشريفة، أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم حين بدئ، رقم1108۔545/1 (دار الفكر–بيروت)

اور شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اُس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں۔"

اور نیز اُس میں لکھا ہے کہ:

"خدا چاہے تو ایک آن میں جبریل و محمد جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے۔"

اس فقرہ سے کئی طرح کا کفر نکلتا ہے کہ یہ مضمون آیت شریف ﴿مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾[پ:۲۲، الاحزاب،۴۰] کے بر خلاف ہے۔

یعنی، نہیں ہے محمد باپ کسی کا تم مردوں میں سے، لیکن رسول، اللہ کا ہے اور نبیوں کا ختم کرنے والا۔

جب خدائے تعالیٰ نے خاتم النبیین فرمایا تو دو حال سے خالی نہیں:

خدا کو علم تھا کہ کوئی روح مثل روحِ رسولِ خدا کے ہے یا نہ تھا۔ اگر علمِ خدا میں تھا تو کہنا خاتم النبیین کذب اور دروغ ہوا اور یہ کفر ہے۔ اگر نہ تھا تو اب "تقویۃ الایمان" والا کہاں سے کہتا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ محمد جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے۔"

علم اور قدرتِ خدا مساوی ہیں۔ جو ممکنات ہیں، وہی معلومات ہیں اور وہی مقدورات اور محالات، نہ مقدورات ہیں، نہ معلومات۔

فرقۂ ثانی کی دلیل یہ ہے کہ:

﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾[پ:۱، البقرہ،۲۰]

یعنی، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب ہر چیز پر قادر ہے تو لازم کہ رسول جیسوں پر بھی قادر ہو۔

سو یہ دلیل اُن کی غلط ہے؛ کیوں کہ تفسیروں میں لکھا ہے کہ ﴿شَیْءٍ﴾ سے مراد ممکن ہے، عام نہیں۔ یعنی کہ محال و ممکن کو شامل ہو اور محال کو مستثنیٰ عقلی کہتے ہیں۔ اب

آپ کو لازم ہے کہ اس فقرہ پہلے پر جو "چمار والا ہے"، کوئی آیت یا حدیث شاہد لاؤ، جس کا ترجمہ ٹھیک ٹھیک اس فقرہ کے مطابق ہو۔ یہ فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم آیت و حدیث پر چلتے ہیں، لازم ہے کہ ہر ہر فقرہ مذکورہ "تقویۃ الایمان" پر ایک ایک آیت یا حدیث مطابق اُن فقرات کے لائیں۔ یہ کہہ کر مولوی غلام قادر صاحب بیٹھ گئے۔

فریقِ ثانی محمد صاحب بوکن والہ در جواب کہنے لگا کہ اوّل تحریری مباحثہ یہ ہوا اور یہ ہوا، آخرش خاموش ہو گیا۔

اور مولوی غلام قادر صاحب نے استادہ ہو کر کہا کہ ہمارے سوال کا جواب یعنی، کوئی آیت یا حدیث اس فقرہ پر شاہد لاؤ، وہ نہ لا سکا اور کہا مولوی غلام قادر صاحب نے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ مدّت سے "تقویۃ الایمان" کی غلطیوں پر کوئی آیت اُس کے تابعین نہیں لا سکے۔ تم چھ ماہ یا سال تک کوئی آیت ان فقروں کے مطابق نہ لا سکو گے۔

پس سب لوگوں نے کہا کہ فریقِ ثانی کو جواب نہیں یا مولوی غلام قادر صاحب کو کہا کہ تم اپنے مقام پر بیٹھو۔ اب وقت نماز کا تنگ ہو گیا ہے، نمازِ ظہر کے ادا کرنے کے واسطے مولوی صاحب بغدادی اور مولوی غلام قادر صاحب چلے گئے اور چوں کہ مولوی غلام قادر صاحب بیمار تھے اور ضرورت جواب و سوال کی کچھ باقی نہ رہی تھی، وہ بعد ادائے نماز مجلس میں آنا بلاضرورت فضول سمجھ کر جہاں نماز پڑھی، وہیں منتظر رہے۔ بعد مولوی صاحب بغدادی نماز پڑھ کر مجلس میں آئے۔

حافظ عبد المنان نے استادہ ہو کر بہت طول تقریر کی کہ آمین پکارنی جائز ہے۔

بعد مولوی صاحب بغدادی نے استادہ ہو کر بیان کیا کہ آمین پکارنا آیاتِ قرآنی کے برخلاف ہے:۔

پہلی آیت یہ ہے:

﴿اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡیَۃً﴾ [پ:۸، الاعراف، ۵۵]

یعنی، تم اپنے ربّ کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو۔

دوسری آیت یہ ہے:

﴿وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ فِیۡ نَفۡسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیۡفَۃً وَّدُوۡنَ الۡجَہۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ﴾ [پ:۹، الاعراف، ۲۰۵]

یعنی، اپنے ربّ کو اپنے جی میں عاجزی سے اور خوف سے اور آہستگی سے یاد کرو، نہ پکار کر۔

تیسری آیت یہ ہے:

﴿اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا﴾ [پ:۱۶، مریم، ۳]

یعنی، جب حضرت ذکریا نے اپنے ربّ کو آہستہ پکارا۔

جو آمین پکارتا ہے، یہ بات اُن آیتوں کے برخلاف ہے، تم کو لازم ہے کہ ان آیات کا جواب، آیات کے ساتھ دو۔ فریقِ ثانی نے جواب میں ایک فارسی شعر "کریما" کا پڑھا اور یہ آیت پڑھی:

﴿وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ﴾ [پ:۴، آل عمران، ۱۳۲]

یعنی، خدا کی اور رسول کی تابع داری کرو۔

ازاں بعد عوام نے تالی بجائی کہ واہ واہ سوال دیگر جواب دیگر۔ مولوی صاحب بغدادی نے لوگوں کو بند کہ دیا کہ خاموش اور رومال کا اشارہ کیا کہ بس۔ اور ملک امیر بخش ڈپٹی انسپکٹر صاحب نے مولوی بغدادی کو فرمایا کہ آپ کو رخصت۔ اور یہ تقریر روسائے وغیرہ حاضرینِ جلسہ کو معلوم ہے۔ فقط

العبد

حکیم محکم دین، قوم چشتی، سکنہ چٹی شیخان

العبد

منشی رکن دین صاحب ساکن سیالکوٹ

العبد

شیخ کرم الٰہی صاحب مختار

العبد

چوہدری بہاول بخش ساکن بدوکی

العبد

منشی گلاب دین ساکن دبھرجی

العبد

میاں شمس دین صاحب ساکن سیالکوٹ

العبد

شیخ محمد بخش از سیالکوٹ

العبد

حافظ ولی شاہ صاحب از ظفروال

العبد

مولوی محمد حسن صاحب امام مسجد

العبد

میاں میر احمد سکنہ میتراوالی

العبد

محمد اسماعیل از سیالکوٹ

العبد

مولوی محمد حسین از جوڑہ

العبد

مولوی چراغ شاہ از سیالکوٹ

العبد

جناب فضل دین صاحب عرف حکیم بوڑا صاحب

تمّت

بقلم:

بندہ محمد رمضان

مطبع متر پنجاب میں ماہ اپریل ۱۲۸۳ء میں چھپی۔

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

العروة في الحج والعمرة

فتاویٰ حج وعمرہ

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

قدیم نسخہ کی ۱۴۰ سال بعد اوّلین تحقیقی اشاعت
آفتابِ محمّدی
۱۳۰۰ ہجری
عمدۃ المناظرین، زبدۃ المباحثین، عالم معقول ومنقول، ماہر فروع واصول
علامہ فقیر محمد جہلمی
(مالک سراج الاخبار، جہلم ومصنف حدائق الحنفیہ)
شرف بی بی
مع
صمصامِ قادری
وسنانِ بغدادی
(روداد مناظرۂ سیالکوٹ، بقلم محمد رمضان)
تحقیق، تخریج وتحشیہ
خرم محمود سرسالوی
جمعیّت اِشاعت اہلِسُنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net